UNIVERSAL LIBRARY
OU_188889
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 892.73 Accession No. 11901

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

ترتیب سے لگائے گئے تھے کہ یہ معلوم ہوتا تھا کسی بہت بڑے فن کار نے چابک دستی اور ہنرمندی کے ساتھ یہ سارا کام انجام دیا ہے۔ اس قصر میں ایک نازک اور خوبصورت مسجد بھی تھی جہاں خلیفہ نماز پنجگانہ ادا کیا کرتا تھا۔

محل کی نہروں میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تیرتی رہتی تھیں۔ وسط میں ایک وسیع و عریض حوض تھا جس میں مینا کاری اور سونے کا ایک ایسا دلآویز کام تھا جسے دیکھ کر آنکھیں چکاچوند ہو جاتی تھیں، پرندوں اور جانوروں مثلاً ہاتھی، شیر، ہرن، چیل، مور، عقاب، کبوتر وغیرہ کی متعدد طلائی اور نقرئی تصویریں تھیں، ان تصویروں کے منہ سے پانی کے قطرے موتی کی طرح گرتے تھے اس سے منظر کی دلربائی اور بڑھ گئی تھی۔

اس محل کی تعمیر پر دو کروڑ اشرفیاں صرف ہوئی تھیں [1]۔

(۵)

حق و باطل

رئیس احمد جعفری کا وہ مشہور و معروف اسلامی ناول جس کو پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ قیمت پانچ روپے۔ صہ /5/

---

[1] قصر زہرا کی جو تفصیل مذکورہ بالا سطروں میں بتائی گئی ہے اس کا ایک ایک حرف صحیح ہے۔ تمام مستند تاریخی کتابوں میں جو تفصیلات اس محل کی درج ہیں یہ صرف ان کا خلاصہ ہے۔

۲

لائبریری!

خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر جہاں ایک باجبروت و جلال بادشاہ تھا۔ وہاں وہ نہایت علم دوست بھی تھا۔ اس نے علم کی سرپرستی کو اپنا شعار بنا لیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد قرطبہ علوم و فنون کا مخزن اور علما و فضلا کا معدن بن گیا۔ کتابیں خریدنا اور کتب خانے قائم کرنا وقت کا فیشن بن گیا اس لئے کہ خود خلیفہ کتابوں کے خریدنے کا بڑا شائق تھا اور اس کا خزانہ لاجواب اور بے نظیر کتابوں کا سب سے اچھا ذخیرہ تھا! لوگوں نے بہت سی لائبریریاں قائم کر رکھی تھیں۔ جہاں لوگ آتے تھے اور مطالعہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔!

اس قسم کے کتب خانوں میں ایک کتب خانہ سعید کا تھا۔ اس کتب خانہ میں جملہ علوم و فنون پر بہترین کتابیں موجود تھیں۔ سعید کے حسنِ اخلاق نے اس کتب خانے کی ہر دلعزیزی اور رونق میں بڑا اضافہ کر دیا تھا۔ مطالعہ کرنے والوں اور تحقیق کا کام کرنے والوں کے لیے یہاں ہر طرح کی سہولتیں حاصل تھیں۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر زرکار مسندیں بچھی تھیں، ان پر گاؤ تکیے لگے تھے، پاس ہی قلم دوات اور سادہ کاغذ کے دستے رکھے تھے کہ اگر کچھ لکھنا ہو یا نوٹ لینا ہو تو آسانی کے ساتھ یہ

کام بھی انجام دیا سکے، سعید کا خادم جوہر اس کتب خانے کی رکھوالی کرتا تھا۔ اور آئندہ و روند کی خاطر مدارات میں لگا رہتا تھا۔ ہر روز صبح سے شام تک کتب خانے میں آنے جانے والوں کا تانتا سا لگا رہتا، لیکن آج کافی دن چڑھ گیا مگر کوئی نظر نہ آیا آخر جوہر نے اپنے آقا سعید کو مخاطب کیا اور کہا۔ "میرے آقا سمجھ میں نہیں آتا آج اتنا سناٹا کیوں چھایا ہوا ہے؟

سعید:۔ تمہیں نہیں معلوم؟ —— ارے بے وقوف آج بادشاہ روم، شاہ قسطنطین کے قاصد آ رہے ہیں سارا شہر توان کے دیدار کے لئے ٹوٹا پڑ رہا ہے!

جوہر:۔ اچھا یہ بات ہے؟ لیکن یہ لوگ کیوں آئے ہیں آخر؟

سعید:۔ کیوں آئے ہیں؟ بادشاہوں کے قاصد اور سفیر بادشاہوں کے پاس آیا ہی کرتے ہیں اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

Checked 1975

جوہر:۔ یہ تو ٹھیک ہے، لیکن یہ لوگ کیوں آتے ہیں؟

سعید:۔ میں کیا جانوں؟

جوہر:۔ جب ساری خلقت ان کے نظارہ کو ٹوٹ پڑتی ہے تو اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ خود خلیفہ نے بھی ان کی آمد کو اہمیت دی ورنہ لوگوں کو استقبال میں شریک ہونے کی اجازت کیوں دی جاتی

سعید:۔ ہاں یہ بات تو ہے، — ہمارے خلیفہ کو جب روم کے سفیروں کے آنے کی خبر ملی، تو انھوں نے شہر کے تمام باشندوں کو اجازت دے دی کہ وہ استقبال میں حصہ لیں، خود اپنے کئی مصاحبوں اور ندیموں کو بھی استقبال کے لئے بھیجا۔ فوج کا ایک دستہ بھی بڑے جاہ و جلال کے ساتھ شریک استقبال ہونے گیا ہے، لوگوں کو نئی چیزوں سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہی ہے، وہ بھی ٹوٹ پڑے کہ دیکھیں کون لوگ ہیں، اور کیسے ہیں؟ تو پھر سب لوگ وہاں جا کر یہ منظر دیکھتے، یا کتب خانے میں آ کر کتابیں پڑھتے۔

سعید:۔ پھر وہی احمقانہ بات، یہ میں کیا جانوں کیوں آئے ہیں؟ تم دیکھنا چاہتے ہو تو بتاؤ؟

جوہر:۔ جی ہاں دیکھنے کو جی تو چاہتا ہے!

سعید:۔ لیکن تم نہیں جا سکتے!

جوہر:۔ یہ کیوں؟

سعید:۔ خلیفہ کے حکم سے یہ سفرا شہر پناہ کے باہر ٹھہرائے گئے ہیں۔ ولی عہد سلطنت کو ان کی حفاظت پر متعین کیا گیا ہے اور حکم دے دیا گیا ہے کہ کوئی غیر آدمی نہ آنے پائے نہ اسے ملنے دیا جائے۔

جوہر:۔ یہ کیوں؟

سعید:۔ حکومت کی مصلحت! ــــــ ہم تم ان باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں!

جوہر:۔ دیکھئے کوئی آرہا ہے وہ؟

سعید:۔ ہاں ــــــ فقیہ عبدالبر تشریف لا رہے ہیں تم جلدی سے پڑھنے لکھنے کا سامان ٹھیک ٹھاک کر دو، وہ الگ کمرہ میں بیٹھتے ہیں وہاں ہر چیز سلیقہ سے رکھ دو!

اتنے میں فقیہ عبدالبر تشریف لے آئے۔ یہ بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے، ولی عہد کے استاد اور اتالیق، پھر ولیعہد کو تمام فنون میں طاق کرنے کے بعد اس کے بھائی، عبداللہ کے اتالیق اور استاد بن گئے عبداللہ مزاج کے لحاظ سے بڑا علم دوست اور علما پرور تھا۔ عالموں اور ادیبوں کی صحبت میں بڑا لطف آتا تھا، وہ ان سے عقیدت اور انس رکھتا تھا۔ اپنے فرصت کے لمحات انہی کی مجلسوں میں صرف کیا کرتا تھا۔

سعید کا کتب خانہ، علم دوست اصحاب کا مرجع اور مرکز بنا ہوا تھا۔ شہر کے علمی اور

ادبی اصحاب کا بڑا حصہ اسی کتب خانے سے مستفید ہوا کرتا تھا، علامہ ابن عبد البر بھی تقریباً روزانہ یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ قرطبہ کے علم و ہنر اور فضل و کمال کا ڈنکا ساری دنیا میں بج رہا تھا عبد الرحمن خود بھی بڑا علم دوست تاجدار تھا، علما اور فضلا کی قدر و منزلت میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا تھا، اللہ نے اُسے جو اولاد دی تھی وہ بھی اس معاملہ میں باپ تھی، خاص طور پر ولی عہد سلطنت اور اور اس کا بھائی عبد اللہ یہ دونوں بھائی گہرا علمی ذوق رکھتے تھے،

سعید ابن عبد البر کی آؤ بھگت زیادہ تر اس وجہ سے کرتا تھا کہ علامہ عبد البر، خلیفہ ولی عہد اور خاندان خلافت میں بڑی عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور چونکہ یہ سارا خاندان کتابوں کا شوقین تھا اور جس کتاب کی علامہ تعریف کردیں وہ ضرور خریدی جاتی تھی اور سعید ہی کے کتب خانہ سے خریدی جاتی تھی لہذا اسے علامہ کی وجہ سے مالی منفعت بھی بہت زیادہ ہوتی تھی، علامہ کی یہ نوازش سعید پر صرف خلوص کی بنا پر تھی۔ انھوں نے تو اس نسبت سے اسے فائدہ نہیں پہنچایا کہ خود کچھ حاصل کریں، ان کی اس شرافت سے پورا پورا فائدہ اٹھانے میں سعید کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا تھا۔ اس وقت علامہ کچھ پریشان سے نظر آرہے تھے؛

سعید نے سروقد کھڑے ہو کر تعظیم کی رسم انجام دی۔ بڑے تپاک اور خوش اخلاقی سے مصافحہ کیا اور انھیں مسند پر بٹھا کر شکایت آمیز لہجہ میں گویا ہوا۔

سعید:- آپ کو آج تشریف لانے میں بہت دیر ہو گئی۔

ابن عبد البر:- ہاں کچھ دیر تو ہو گئی۔

سعید:- شاید آپ بھی سفرا کا جلوس دیکھنے تشریف لے گئے تھے؟

ابن عبد البر:- نہیں میں وہاں نہیں گیا ——— کیا تمہارے پاس جاحظ کی کتاب البیان ہے؟

علامہ نے اس کا جواب صرف تبسم سے دیا! سعید دوڑا دوڑا گیا، اور الماری سے خود ہی کتاب نکال لایا، اور علامہ کے سامنے پیش کر دی۔ علامہ نے کتاب لیکر اس کے ورق الٹے پلٹے، پھر کہا۔

ابن عبد البر:- یوں تو اس کتاب کے کئی نسخے خلیفہ اور ولی عہد کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ لیکن وہاں جی نہ لگا، یہاں چلا آیا!

سعید:- یہ میری خوش قسمتی ہے، یہ آپ کی بندہ پروری ہے!

علامہ کتاب کے مطالعہ میں محو ہو گئے اور سعید خاموشی کے ساتھ اپنے کمرہ میں جا کر بیٹھ گیا اور اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ بڑی دیر اسی طرح گذر گئی، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ دفعتہً سعید نے محسوس کیا، کوئی آیا ہے۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو چوبدار گھبرایا ہوا اور سہما ہوا کھڑا تھا۔ سعید نے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟"

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"خلیفہ کا چوبدار یاسر ——————————

——————— * ———————

★

ہماری قومی زبان "اُردو" ہے

اور

اس کی بقا و احیا ہمارا قومی فریضہ ہے

★

آپ کا

فرض ہے کہ اس کے ادب کا زیادہ سے زیادہ
مطالعہ کریں

ہمارا

فرض ہے کہ ہم اس کے ادب میں زیادہ سے زیادہ
اضافہ کریں

جہانگیر بُک ڈپو کھاری باولی دہلی

معاونین کرام!

فرمائش روانہ کرنے سے پیشتر اسے ضرور مطالعہ کیجیے!

(۱) ہم فرمائش ملنے پر کتابیں ڈاک خانہ کے ذریعہ قیمت طلب پارسل روانہ کرتے ہیں۔

(۲) آپ فرمائش یا خط و کتابت کے وقت اپنا مکمل نام و پتہ اردو یا انگریزی میں خوشخط تحریر فرمائیے

(۳) قریبی ریلوے سٹیشن اور ڈاک خانہ کا نام نہایت صاف طور پر لکھیے۔

(۴) جوابی امور کے لیے جوابی خط یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔ بیرنگ خطوط واپس کیے جائیں گے۔

(۵) بلٹی یا وی۔پی پیکٹ کسی صورت میں واپس نہ کیجیے۔ ہر قسم کا تصفیہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔

(۶) پیکنگ، محصول ڈاک اور ریلوے کرایہ کے جملہ اخراجات بذمہ خریدار ہوں گے۔

(۷) فہرست ہذا کی قیمتوں میں تغیر و تبدل ہونا ممکن ہے۔ اطمینان رکھیے کہ فرمائش کے وقت جو قیمت ہوگی، وہی لگائی جائے گی۔

(۸) اگر کسی کتاب میں نقص پایا جائے تو اطلاع ملنے پر تلافی کردی جائے گی۔

(۹) بعض کتب ایک ہی نام کی عربی، فارسی، اُردو تینوں زبانوں میں ہیں۔ اس لیے مطلوبہ کتب کے ساتھ عربی، فارسی یا اُردو، جس زبان میں مطلوب ہوں، ضرور تحریر کیجیے۔

(۱۰) قرآن مجید کی فرمائش ارسال کرتے وقت کلام پاک کا مطلوبہ سائز، سطور، کاغذ اور قسم جلد بندی کا حوالہ ضرور دیجیے۔ تاکہ ہم آپ کے حسب پسند کلام پاک کا نسخہ ارسال کریں۔ ہمارے مطبوعہ قرآن مجید عکسی ولیتھو، معرّا و مترجم کی فہرست الگ طبع کی جاتی ہے۔ نمونے کے صفحات طلب کرنے پر ارسال کیے جائیں گے۔

(۱۱) تاجرانہ فہرست طلب کرنے پر تاجران کتب کو ارسال ہوگی۔

(۱۲) فرمائش کی کتب وہی ارسال ہوں گی، جو سٹاک میں موجود ہوں گی یا بازار سے دستیاب ہوسکیں گی۔ جو کتابیں کتب خانہ سے روانہ نہ ہوں، آپ ان کو زیر طبع یا نایاب خیال فرمائیے

(۱۳) فرمائش کے ہمراہ چوتھائی رقم بذریعہ منی آرڈر پیشگی روانہ فرمائیے۔

(۱۴) خط و کتابت میں فرم کے خطوط کا حوالہ نمبر ضرور تحریر کیجیے۔

نوٹ

اگر آپ کی مطلوبہ کتابیں فہرست میں درج نہ ہوں تو وہ بھی بازار سے خرید کر سپلائی کردی جاتی ہیں۔ اس لیے آپ ہر قسم کی کتابوں کی فرمائش ہمیں ارسال فرمائیے

"مینجر"

الناصر

اندلس کے "قصر زہرا" کی ایک حسین و جمیل کہانی

جرجی زیدان کے ایک تاریخی ناول کا ترجمہ

از

رئیس احمد جعفری

جہاں گیر بک ڈپو کھاری باؤلی دہلی

طبع اوّل

سنہ ۱۹۵۶ء

قیمت:- پانچ روپے

مطبوعہ

کوہِ نور پریس دہلی

"ایک روز قبرستان کے ایک سنگِ مزار پہ میں نے لکھا دیکھا۔

محبت کی بیماری کا علاج بھی ہے کوئی ؟"

میں نے وہیں لکھ دیا،

"صرف صبر، !"

دوسرے روز میں پھر اُدھر سے گذرا، لکھا تھا،

"اور اگر صبر ممکن نہ ہو تو کیا کیا جائے ؟"

میں نے لکھ دیا۔

"پھر موت سے بہتر علاج کوئی نہیں !"

تیسرے روز میں پھر ادھر سے گذرا ایک نئی قبر کے سنگ مرمر پہ لکھا تھا۔

"اے ناصح میں نے تیری نصیحت مان لی، صبر نہ کرسکا، لہذا جان سے ہاتھ دھو تا ہوں !"

میں نے قبر پہ فاتحہ پڑھی اور آہ سرد کھینچ کر واپس آگیا

جرجی زیدان عربی زبان کا مشہور اور یکتا ناول نویس تھا اسلامی روایات اور تاریخ سے گہرا شغف تھا، اس نے جتنے ناول لکھے سب اسلامی تاریخ کے کسی نہ کسی واقعہ سے متعلق تھے۔ عربی دنیا نے اس ناولوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا، ایک ایک ناول کے درجنوں ایڈیشن اب تک طبع ہو چکے ہیں۔

لیکن جرجی زیدان میں ایک نقص بھی تھا!

وہ بڑا متعصب عیسائی اور بڑا سخت "عرب" تھا، اپنی عربیت پر اپنے مذہب کو قربان کر دیتا تھا لیکن جب عربیت کا سوال درمیان میں نہ ہو تو وہ اسلام پر حملہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا۔ اپنے ناولوں میں وہ بڑی لطیف چٹکیاں لیتا ہے طنز بھی کرتا ہے۔ یہ باتیں "برسبیل تذکرہ" ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کا تاریخ یا واقعات و حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا،

میں نے ترجمہ میں ایسی نوبتیں دور کر دیں، عبارت بڑی حد تک بدل دی، پلاٹ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی، لیکن انداز بیان اپنا رکھا، جہاں کہیں اس کی غلطی محسوس کی، اُسے درست کر دیا۔ اب ایک بالکل نئے روپ میں قارئین کے سامنے اسے پیش کر رہا ہوں!

رئیس احمد جعفری

برگنزا ہوٹل۔ لاہور

۲۸ ردسمبر ۱۹۵۴ء

۳

خلیفہ کا ندیم

یاسر خلیفہ کا چوب دار ہی نہیں، منہ چڑھا خادم اور ندیم بھی تھا۔ اگر کسی مہمان کی خاطر تواضع کا خاص اہتمام خلیفہ کو منظور ہوتا تو یاسر ہی اس کی پیشوائی اور مدارت کے لئے بھیجا جاتا۔ وہ شاہی محل میں مختار اور چودھری کی حیثیت رکھتا تھا۔ محل کا کوئی راز اس سے پوشیدہ نہیں تھا بلکہ وہ محل کے رہنے والوں کا عام طور پر اور خلیفہ کا خاص طور پر محرم اسرار تھا۔ وہ ایک کشیدہ قامت نوجوان تھا۔ گورا رنگ اندر کو دھنسی ہوئی نیلگوں آنکھیں، چوڑے رخسار، چہرے پر بال ندارد۔ سعید نے جب اسے آتے دیکھا تو بے تابانہ اس کے استقبال کو اٹھا، اگرچہ اسے دل ہی دل میں حیرت ضرور تھی کہ خلیفہ کے دونوں معتمد ندیم یاسر اور تمام مہمانوں کی پیشوائی کے لئے گئے ہوئے تھے لیکن یہ کہاں سے ٹپک پڑا؟ لیکن یہ بات زبان پر نہ لایا۔ تپاک اور گرم جوشی سے مصافحہ کرنے کے بعد اس نے کہا۔

سعید:۔ کہیئے، آپ ادھر کیسے تشریف لے آئے اس وقت؟

یاسر:۔ آ گیا یونہی کچھ کام تھا!

سعید :۔ تو بسم اللہ تشریف لائیے۔!

یہ کہہ کر سعید نے یاسر کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور ایک دوسرے کمرہ میں آکر اسے مسند پر بٹھایا، یاسر چپ چاپ بیٹھ گیا، لیکن سعید محسوس کر رہا تھا آج کچھ دال میں کالا ضرور ہے نہ یاسر کے چہرے پر وہ شگفتگی ہے جو کبھی اس سے دور نہیں ہوتی تھی، نہ وہ تبسم ہے جو ہر وقت ہونٹوں پر کھیلتا رہتا تھا۔ نہ وہ زندہ دلی اور خوش طبعی ہے جس کا مظاہرہ ہر ملاقات میں کیا کرتا تھا۔ بلکہ ان باتوں کے بجائے ایک افسردگی سی طاری ہے اس پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے وہ کسی کی تلاش میں ہو، سعید نے قفل خاموشی توڑتے ہوئے دوستانہ لہجہ میں کہا۔

سعید :۔ اگر کسی کتاب کی ضرورت ہو تو حاضر کر دی جائے،

یاسر :۔ نہیں مجھے کتاب نہیں چاہیئے!

سعید :۔ قلم، دوات، کاغذ؟

یاسر :۔ یہ بھی نہیں —— ہاں یہ تو بتاؤ یہاں فقیہ ابن عبد البر تو نہیں آئے تھے؟

سعید :۔ جی وہ تشریف فرما ہیں، یہی ساتھ والا جو کمرہ ہے اس میں رونق افروز ہیں، کسی کتاب کے مطالعہ میں منہمک ہیں، اگر حکم ہو تو جاؤں۔ انہیں آپ کی تشریف آوری کی اطلاع کر دوں؟

یاسر :۔ نہیں وہ عالم آدمی ہیں، کام کر رہے ہیں، میں ان کے کام میں حارج نہیں ہونا چاہتا۔

سعید :۔ آج قسطنطنیہ سے جو سفیر آئے ہیں کیا آپ ان کے استقبال کو نہیں تشریف لے گئے؟

یاسر :۔ گیا تھا اور وہیں سے آرہا ہوں،

سعید :۔ کیا وہ لوگ آگئے؟

یاسر :۔ ہاں شہر پناہ تک پہنچ چکے ہیں، فی الحال وہیں انتظام کیا گیا ہے، حفاظت کے لئے

پہرہ چوکی بھی مقرر کر آیا ہوں، اب دیکھنا ہے امیر المومنین کب شرف باریابی عطا کرتے ہیں ؟

سعید نے اتنی ساری باتیں پوچھ ڈالیں لیکن یاسر کی افسردگی کا معمہ حل نہ ہوا اور وہ تلا ہوا تھا کہ اس راز کو معلوم کر کے رہے گا۔ چنانچہ اس نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

سعید:۔ سفیر کے اعزاز میں ایک شاہی جلسہ بھی تو منعقد ہوا کرتا ہے !

یاسر:۔ ہاں ضرور ہو گا۔

سعید:۔ لیکن کہاں ؟

یاسر:۔ شاہی محل میں ——— اس کی صفائی اور زیبائش کا کام شروع ہو گیا ہے،

سعید:۔ ایسے اجتماعات تو عام طور پر قصرِ زہرا میں ہوا کرتے ہیں،

یاسر:۔ لیکن اس مرتبہ خلیفہ نے شاہی محل میں تجویز کیا ہے،

سعید:۔ بڑا قابل دید نظارہ ہو گا!

یاسر:۔ ہاں ——— کیا تم آنا چاہتے ہو؟

سعید:۔ اگر ممکن ہو!

یاسر:۔ بہت آسانی سے ممکن ہے، سب سے بہتر ترکیب تو یہ ہے کہ فقیہہ ابن عبدالبر کے ساتھ چلے آنا اور اگر میرے ہاتھ میں انتظام و انصرام ہوا تو پھر کسی سہارے کی ضرورت نہیں، بڑی اچھی جگہ تمہیں بٹھا دوں گا!

سعید:۔ (کچھ کچھ سمجھتے ہوئے) "اگر" کے کیا معنی؟ ظاہر ہے آپ ہی سربراہ اور منتظم اعلیٰ ہوں گے اور کون ہو سکتا ہے بھلا؟ ——— ہم ہمیشہ سے یہی دیکھتے چلے آئے ہیں۔ انکسار کے لئے بھی آپ نے بڑا اچھا موقع تلاش کیا!

یاسر یہ باتیں سنکر ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

یاسر:- نہیں یہ کچھ ضروری تو نہیں، ہم سب امیر المومنین کے غلام ہیں، جسے وہ حکم دیں گے وہی بسر وچشم تعمیل کرے گا۔

سعید:- (متبسم ہوکر) بجا ارشاد ہوا، یہ باتیں اس سے کہیئے، جو جانتا نہ ہو کہ خلیفہ کے دل میں آپ کی قدر و منزلت کتنی ہے۔

یاسر:- (ایک آہ سرد کے ساتھ) میرے دوست سچ کہتے ہو، لیکن ——— زمانہ سدا یکساں نہیں رہتا،

سعید:- اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ کوئی آپ کا رقیب پیدا ہوگیا ہے؟

یاسر:- (سہم کر) ایسی باتیں نہ کرو، دیوارہم گوش دارد اور پھر تمہارا کتب خانہ تو پبلک مقام ہے، دیکھو لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی، اب میں جاتا ہوں، لیکن خبردار میرے آنے کا ذکر کسی سے نہ کرنا ——— خدا حافظ!

یاسر تو چلا گیا، لیکن سعید دریائے حیرت میں غرق ہوگیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا یہ ماجرا کیا ہے؟

لیکن اس مسئلہ پر وہ زیادہ غور نہ کرسکا، کیونکہ کتب خانہ میں لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی تھی۔ وہ اگرچہ کوئی بڑا عالم نہ تھا لیکن بلا کا ذہین اور طباع تھا اس کا کتب خانہ مرجع عام اسی لیے بنا ہوا تھا کہ لوگ وہاں آکر کتابیں بھی پڑھتے تھے، مطالعہ بھی کرتے تھے نوٹ بھی تیار کرتے تھے۔ حوالے کی چیزیں بھی نقل کرتے تھے، اور سعید سے اپنی مشکلات کا حل بھی کراتے تھے، وہ چاہے غلط جواب دے۔ لیکن ایسے موثر لہجہ اور ایسے مقناطیسی انداز میں اپنے خیالات پیش کرتا تھا کہ کم از کم اس وقت تو آدمی مطمئن ہو جاتا تھا۔ اور یقین کرلیتا تھا کہ سعید جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے اس کی گفتگو میں جہالت، اور ناواقفیت اور لاعلمی کا کوئی

عنصر شامل نہیں ہے!

سعید کی عمر چالیس سال سے زیادہ نہیں تھی، اعضا متناسب، سینہ چوڑا، اور ابھرا ہوا۔ ابھرے ہوئے بازو۔ سر بڑا، پیشانی اور آنکھوں سے ذہانت اور فراست سنایاں، لب و لہجہ سے استقلال و عزیمت کا جوہر آشکار، داڑھی مختصر لیکن گنجان، اگرچہ ہر وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ مسکرا رہا ہے، لیکن حقیقتاً بہت کم ہنستا یا مسکراتا تھا، قرطبہ میں کتب فروش کا کام کرتے ہوئے ابھی اسے زیادہ مدت نہیں گذری تھی، صرف چند ہی سال ہوئے تھے۔ لیکن اس مختصر سی مدت میں شہر کا شاید ہی کوئی علم دوست اور پڑھا لکھا شخص اس کے ہاں مستقل طور پر نہ آنے لگا ہو، ادیب، خطیب، انشاپرداز، عالم، فقیہ، سب ہی اس کے ہاں پہنچتے تھے اور وہ خندہ پیشانی کے ساتھ سب کی پیشوائی کرتا تھا۔!

نسیم حجازی

مستند اسلامی تاریخی ناول پڑھئے پڑھتے وقت نسیم حجازی کے اسلامی تصانیف پر ضرور توجہ دیں۔ یہ معرکتہ الآرا کتابیں اس لائق ہیں کہ بار بار پڑھی جائیں۔ مثلاً آخری چٹان۔ شاہین۔ محمد بن قاسم، داستان مجاہد یوسف بن تاشفین۔ یہ اور دیگر بہترین اسلامی ناولوں کا واحد مرکز:۔

جہانگیر بک ڈپو۔ کھاری باؤلی۔ دہلی۔

۴

ولی عہد کا مصاحب!

امیر المومنین عبدالرحمٰن الناصر کے ولی عہد کا نام تھا حکم۔ یہ بھی بڑا علم دوست اور عالم شخص تھا۔ اس کا ذاتی کتب خانہ نادر اور نایاب کتابوں سے بھرا ہوا تھا، عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی کوئی نئی کتاب لکھی جاتی، حکم بیش قرار رقم خرچ کر کے فوراً اسے اپنے کتب خانہ کی زینت بنا لیتا، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ اس ملک میں کتاب بالکل نہ پھیلتی جہاں وہ لکھی گئی تھی، لیکن قرطبہ میں حکم کے کتب خانہ میں وہ ضرور پہنچ جاتی،

یاسر کے جانے کے بعد سعید اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا، ایک مرتبہ نظر جو اٹھی تو دیکھتا کیا ہے۔ سامنے تلید کھڑا ہے۔ یہ ولی عہد سلطنت شہزادہ حکم کے کتب خانے کا نگراں اور محافظ تھا، سعید استقبال کے لئے اٹھا، لیکن تلید نے اشارہ سے اسے منع کر دیا اور قریب آکر آہستہ سے پوچھا:۔

تلید:۔ کیا فقیہہ ابن عبدالبر یہاں ہیں؟

سعید:۔ جی ہیں ——— وہ دیکھئے وہ کس انہماک سے مطالعہ میں مصروف ہیں!

تلید:۔ (طنزیہ لہجہ میں) وہ قاضی القضاۃ بننے کی فکر میں ہیں۔ وہ مہمانانِ عزیز کے لیئے استقبالی تقریر کا مسودہ تیار کر رہے ہیں، جیسے واقعی قاضی القضاۃ بن ہی تو جائیں گے ——— ہونھ!

پھر تلید سعید کا ہاتھ پکڑ کر اٹھا اور اُسے الگ لے جا کر کہا۔

تلید:۔ تم نے ابوالفرج اصبہانی کا نام سنا ہے؟

سعید:۔ ہاں سنا ہے یگانہ روزگار، ادیب، شاعر، مورخ اور انشاپرداز ہے!

تلید:۔ اور اموی بھی ہے!

سعید:۔ یہ نہیں معلوم تھا، خیر ہمیں اس سے کیا کہ وہ اموی ہے یا عباسی۔ ہم تو اس کے علم وسعت نظر اور مہارت کے قائل ہیں،

تلید:۔ ٹھیک ہے۔ یہی ہونا چاہیئے،

سعید:۔ لیکن اس وقت آپ نے اس کا ذکر کیوں چھیڑا؟

تلید:۔ عرصہ سے وہ ایک کتاب "اغانی" کے نام سے لکھ رہا تھا نہ جانے مکمل ہو گئی یا اب تک زیرِ تالیف ہے۔!

سعید:۔ خوب یاد دلایا آپ نے، میں آپ کو خوش خبری سناتا ہوں وہ کتاب مکمل ہو گئی اس نے اس بے نظیر کتاب کی تالیف میں عمرِ عزیز کے بہترین اوقات صرف کیے ہیں اور میرا خیال ہے اس فن میں (راگ کے فن میں) اس سے اچھی اور جامع اور مکمل کوئی کتاب ساری دنیا میں دستیاب نہیں ہو سکتی وہ کتاب نہیں دائرۂ علوم (انسائیکلوپیڈیا) ہے!

تلید:۔ لیکن کتاب ہے کہاں؟

سعید:۔ مصنف کے پاس!

تلمید:۔ شہزادہ حکم کو اس کی سُن گن مل چکی ہے اور وہ ہر قیمت پر اسے جلد از جلد خرید کر داخل کتب خانہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں!

سعید:۔ بہت خوب!

تلمید:۔ بہت خوب سے کام نہیں چلنے کا، یہ بتاؤ کتاب کب ہمارے ہاتھ میں ہوگی؟

سعید:۔ اس کے بارے میں کوئی تاریخ مقرر کرنا تو مشکل ہے ہاں ایک بات عرض کر سکتا ہوں، یہ کہ آج ہی اپنے آدمی کو عراق کی طرف روانہ کرتا ہوں جس قیمت پر بھی وہ دستیاب ہو سکی لے کر فوراً واپس آئے گا۔

تلمید:۔ تم سے یہی توقع تھی، آج تمہارا آدمی یہاں سے روانہ ہو جائے۔

سعید:۔ یقیناً روانہ ہو جائے گا، بالکل بے فکر رہیئے،

تلمید:۔ اور ایک بات کا بہت خیال رکھنا، یہ کہ نہ کتاب کا نام کسی کو معلوم ہو نہ یہ پتہ چلے کہ وہ منگوائی گئی ہے جب تک وہ یہاں آ کر ہمارے کتب خانہ میں درج فہرست نہ ہو جائے،

سعید:۔ حکم کی تعمیل ہوگی، لیکن آخر اتنی رازداری کی ایک کتاب کے لئے کیا ضرورت ہے۔

تلمید:۔ بات یہ ہے کہ شہزادہ حکم ہر کتاب کے لئے اولیت کا سہرا اپنے ہی سر باندھنا چاہتے ہیں۔

سعید:۔ (ہنستے ہوئے) اچھا اچھا سمجھا سمجھا!

تلمید:۔ وہ یکایک اس کتاب کا چرچا اہل علم کے سامنے کریں گے۔ وہ ناواقفیت کا اظہار کریں گے۔ اور شہزادے صاحب کتاب نکال کر ان کے سامنے پیش کر دیں گے بڑے مزے کی بات ہے ——— اچھا اب میں چلتا ہوں!

سعید:۔ ارے اتنی جلدی کیا ہے بیٹھئے، تشریف رکھیئے فقیہ ابن عبدالبر سے تو ملاقات کر لیجئے!

تلمید:۔ ابھی کہی، ان سے ملوں؟ تاکہ وہ سمجھ جائیں میں کیوں آیا تھا! نا بھائی میں چلا!

سعید:۔ لیکن بغیر آپ کے بنائے ہوئے وہ کیسے سمجھ جائیں گے کیا علم غیب آتا ہے انھیں؟

تلبید:۔ ہاں کتاب سے کے معاملہ میں وہ واقعی عالم الغیب (نعوذ باللہ) ہیں، اڑتی چڑیا پہچان لیتے ہیں، لاکھ چھپاؤ مگر ان کی نگاہ نکتہ رس دل کی گہرائی میں اتر جاتی ہے۔ اور گوہر مقصود حاصل کر کے واپس ہوتی ہے، تم انھیں جانتے بھی ہو؟

سعید:۔ (متبسم ہو کر) اب جان گیا!

تلبید:۔ بس تو مجھے چپ چاپ چلا جانے دو، اور میری آمد کا ان سے ہرگز ذکر نہ کرنا!

سعید تلبید کو پہنچانے کے لئے دروازہ تک آیا، جاتے وقت سعید سے تلبید نے کہا:۔

تلبید:۔ آج کل تمام صاحب ابھرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چاہتے ہیں یاسر سے بازی لے جائیں اسے پس پشت ڈالدیں اور تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیں بیچارہ یاسر بہت پریشان ہے آج کل اگر تمہارے پاس آئے تو اس کی دلدہی کرنا۔ اور اسے اطمینان دلانا کہ تم ہو اور تمام تمام تمہارا اس کا کیا جوڑ، وہ منہ کی کھلئے گا، تمہارے مقابلہ میں سرسبز اور کامیاب نہیں ہو سکتا!

تلبید تو یہ کہہ کر چلا گیا، اور سعید جب واپس آ کر اپنی مسند پر بیٹھا تو اسے یاسر کے اضمحلال اور افسردگی کا اصل راز معلوم ہو چکا تھا!

۵

عابدہ

عام طور پر سعید کا کتب خانہ مغرب کے وقت بند ہو جاتا تھا، لیکن آج چونکہ نہایت انہماک اور استغراق کے ساتھ علامہ عبد البر مطالعہ اور کتابوں کی ورق گردانی میں مصروف تھے۔ لہٰذا دوسرے لوگوں کے چلے جانے کے باوجود صرف علامہ کے خیال سے کتب خانہ کھلا رہا سعید کا ملازم جوہر ایک لیمپ لے جا کر علامہ کے کمرہ میں رکھ آیا، دن کی روشنی رخصت ہو چکی تھی، اور رات کی تاریکی چھائی چلی جا رہی تھی جوہر دوسرے کمرے میں کتابوں کی دیکھ بھال کر رہا تھا علامہ بدستور اپنے مطالعہ میں مشغول تھے، اور سعید اپنے کمرہ میں خاموشی کے ساتھ کچھ کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا۔ اتنے میں آہٹ سی ہوئی، اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ایک پری پیکر اور حور شمائل، نازنین چلی آ رہی ہے۔ اس کا حسن قیامت کا تھا، اس کے حسن و جمال کی جوت چاند کو شرما رہی تھی، گورا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، ستواں ناک، متناسب اعضا، آنکھوں میں بلا کی کشش ... اور جاذبیت، انداز و اطوار میں دلیری اور دلربائی، موتی کے سے سفید اور شفاف دانت اس کے ہونٹوں پر تبسم کھیل رہا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے رہ رہ کر بجلی کوند جاتی ہے وہ

فتنۂ قیامت ہو کر آئی، سعید اس کی پیشوائی کے لئے اٹھا، اس نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا،

سعید:۔ اس وقت؟ اتنی دیر میں کیوں آئیں تم؟

وہ نازنین بولی،

"کام میں مصروف تھی!"

سعید:۔ عابدہ کئی مرتبہ تمہیں سمجھا چکا ہوں کہ وقت بے وقت باہر نہ نکلا کرو!

عابدہ:۔ آخر کیوں؟ میں کسی سے ڈرتی نہیں، کسی کو خاطر میں نہیں لاتی، کوئی میرا کیا بگاڑ لےگا؟ کچھ کہئے تو؟

سعید:۔ اتنی خود اعتمادی بھی خطرناک ہوتی ہے،

عابدہ:۔ ہوتی ہوگی، لیکن میں تو کبھی بھی خطرہ کو خاطر میں نہیں لائی،

سعید:۔ (مسکرا کر) عجیب چیز ہو بھئی!

عابدہ:۔ جی ہاں عجیب نہ ہوتی تو یہاں نظر نہ آتی، اس شہر میں دکھائی نہ دیتی، اس دیس میں میرا وجود نظر نہ آتا، مجھے خود بھی اپنے عجیب ہونے کا اقرار و اعتراف ہے!

سعید:۔ ہوگا، یہ تو بتاؤ، اتنے نا وقت آنے کا سبب کیا ہے؟

عابدہ:۔ میں ایک کتاب نقل کر رہی ہوں، چاہتی ہوں اسے امیر عبداللہ منہ مانگے داموں خرید لیں۔ اگر تم کوشش کرو، تو یہ کام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔

سعید:۔ ضرور کوشش کروں گا، اتفاق سے امیر عبداللہ کے نفس ناطقہ، فقیہ ابن عبدالبر بھی یہیں رونق افروز ہیں، ان سے بھی تمہیں ملا دوں گا!

عابدہ:۔ بڑے شوق سے ملوں گی۔

سعید:۔ لیکن خدا کی بندی یہ تو بتاؤ، آخر تم نے کون سی کتاب نقل کرنی شروع کی ہے؟

عابدہ:۔ اس کا نام ہے عقد الفرید!

سعید:۔ (تعجب سے) ایں کیا کہا عقد الفرید؟

عابدہ:۔ ہاں، آپ کو تعجب کیوں ہو رہا ہے حضرت؟ کیا میں اسے نقل نہیں کر سکتی!

سعید:۔ تم سب کچھ کر سکتی ہو، لیکن اس کتاب کے بارے میں میں نے تو یہ سنا ہے کہ مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہے؟

عابدہ:۔ سچ سنا ہے تاریخ، روایات، سیر، مواعظ، اشعار، قصص اور سب سے بڑھ کر امیر المومنین علی علیہ السلام کے خطبات، کیا نہیں ہے اس کتاب میں؟

سعید:۔ تمہارا ذوق اتنا پختہ اور اتنا اونچا ہے، تمہیں ایک عرصہ سے جاننے کے باوجود مجھے اس کا اندازہ نہ تھا!

عابدہ:۔ (تبسم کے ساتھ) اب تو ہو گیا؟

سعید:۔ ہاں ہو گیا، خدا تمہیں نظر بد سے بچائے!

عابدہ:۔ اب بڑے بوڑھوں کی طرح دعائیں تو اپنی سمیٹ کر رکھئے، ہاں جو کچھ اور جتنا کچھ میں نے لکھا ہے وہ دیکھ لیجئے!

یہ کہہ کر عابدہ نے ایک بستہ کھولا اور اس میں سے علامہ عبد البر کی مایہ ناز کتاب "عقد الفرید" کا نقل کیا ہوا مسودہ سامنے رکھ دیا، سعید مسودہ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا اتنا صاف اور رواں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا صفحۂ قرطاس پر کسی نے موتی جڑ دیئے ہیں، اس زمانہ میں نہ مطبع تھا نہ پریس، نقل نویسوں کا ایک گروہ تھا، جو بڑے بڑے مصنفین کی کتابیں نقل کر کر کے اپنی روزی بھی کماتا تھا، اور علوم و فنون کی اشاعت بھی کرتا تھا، عابدہ نے بھی اپنا پیشہ قرار دے لیا تھا، چونکہ اس کا خط نہایت پاکیزہ تھا اس لئے واقعی منہ مانگے داموں اس کے لکھے ہوئے مسودے

فرد خفت ہوتے تھے، مسودہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد سعید نے کہا۔

سعید:۔ شان خط دیکھ کر میں تو حیران ہوا جاتا ہوں، کوئی نہیں کہہ سکتا یہ کسی عورت کا لکھا ہوا ہے۔

عابدہ:۔ (تیوری چڑھا کر) آخر آپ لوگ عورتوں کو اسقدر حقیر اور بے مایہ کیوں سمجھتے ہیں؟ جو کام مرد کر سکتے ہیں، وہ عورتیں بھی کر سکتی ہیں بلکہ مردوں سے زیادہ سلیقہ اور ہنر مندی کیساتھ،

سعید:۔ (مسکرا کر) یہ بڑا نازک موضوع بحث چھیڑ دیا تم نے، اب میرے لئے مناسب یہی ہے کہ خاموش ہو جاؤں!

عابدہ:۔ اگر لاجواب ہو کر آپ خاموشی اختیار کرنا چاہتے ہیں تو مجھے کوئی عذر نہیں، اگر میری خاطر سے آپ سکوت اختیار کیے گویا میری بیچارگی پر رحم کھا رہے ہیں تو میں احتجاج کرتی ہوں، اور آپ کو چیلنج دیتی ہوں کہ شوق سے بحث جاری رکھئے اور ایک کی دس دس سنیئے!

سعید کھلکھلا کر ہنس پڑا، اس نے کہا۔

سعید:۔ ذہانت، حاضر جوابی، بذلہ سنجی ختم ہے تم پر عابدہ!

عابدہ:۔ شکریہ اس قدر دانی اور حوصلہ افزائی کا!

سعید:۔ اچھا یہ باتیں تو بعد میں ہوتی رہیں گی، چلو تمہیں علامہ سے ملا دوں!

عابدہ:۔ چلئے، آپ ہی نے دیر کر دی، خواہ مخواہ کی باتیں چھیڑ کر۔

سعید عابدہ کو لے کر ابن عبدالبر کے کرہ پر پہنچا، وہ بدستور مطالعہ میں منہمک اور مستغرق تھے، عابدہ اور سعید دونوں ان کے قریب جا کر کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے کتاب کا ورق الٹا اور اپنے پاس کسی کو کھڑا دیکھ کر، نظر اٹھائی تو سعید اور عابدہ نظر آئے۔ سعید کا آنا تو بالکل خلاف توقع نہیں تھا۔ لیکن ایک الھڑ دوشیزہ کو یوں بے حجاب اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر وہ چکرا گئے، انھوں نے کتاب بند کی، اور سعید سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

ابن عبدالبر:۔ ارشاد!

سعید:۔ (عابدہ کی طرف اشارہ کر کے) انھیں آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا۔

ابن عبدالبر:۔ مجھ سے ملنے کا اشتیاق، تعجب ہے؟ خیر میں حاضر ہوں!

عابدہ مسکرانے لگی، سعید نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے عرض کیا۔

سعید:۔ یہ بہت بڑی خطاط اور نقل نویس ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ اس فن میں مردوں کے کان کترتی ہیں تو ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا!

عابدہ بیچ میں بول پڑی،

عابدہ:۔ اس سے بڑھ کر مبالغہ کیا ہوگا جو آپ کر رہے ہیں!؟

علامہ ابن عبدالبر نے متبسم ہو کر فرمایا:۔

"آپ دونوں نے تو جھگڑا شروع کر دیا، اور کام کی بات شروع ہی نہ ہو سکی، اپنے آنے کی غرض و غایت تو بتائیے!"

سعید:۔ وہی تو میں عرض کر رہا تھا، ——— پہلے یہ بتائیے شہزادہ عبداللہ کے کتب خانہ میں عقد الفرید کا بھی کوئی نسخہ ہے؟

ابن عبدالبر:۔ ہاں، ایک نہیں کئی ہیں، لیکن اس سوال سے مطلب؟

عابدہ:۔ (مایوسی کے ساتھ) پھر کچھ عرض کرنا بیکار ہے، آپ کا قیمتی وقت ضائع کرنا ہے۔

ابن عبدالبر:۔ نہیں نہیں کہئے تو، کیا بات ہے؟ ممکن ہے میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ بتا دینے میں کیا ہرج ہے؟

سعید:۔ انھوں نے عقد الفرید کا ایک نسخہ نقل کیا ہے؟

عابدہ:۔ میں چاہتی تھی وہ شہزادہ صاحب خرید لیں!

سعید:۔ لیکن جب ان کے کتب خانے میں کئی نسخے ہیں۔ تو بھلا اس نسخہ کی کھپت کیا ہو سکے گی؟

ابن عبدالبر:۔ آپ مجھے دکھایئے، اگر خط اچھا ہوا تو میں کوشش کروں گا!

سعید نے وہی مسودہ جو ابھی عابدہ نے اسے دیا تھا دے دیا۔ فقیہ ابن عبدالبر نے اسے پہلے تو بے پروائی کے ساتھ الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر یکایک ان کے چہرے پر تعجب، حیرت اور مسرت کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔ انھوں نے مسودہ کو ہاتھ میں لئے لئے عابدہ کی طرف دیکھا اور گویا ہوئے۔

ابن عبدالبر:۔ یہ آپ نے لکھا ہے؟

عابدہ:۔ جی، یہ میری جسارت ہے،

ابن عبدالبر:۔ اتنا پاکیزہ خط؟ واقعی خوب لکھا ہے، بہت اچھا لکھا ہے۔

سعید:۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں مایوس ہونے کی ضرورت نہیں؟

ابن عبدالبر:۔ قطعاً نہیں، یہ نسخہ ضرور شہزادہ عبداللہ کے کتب خانہ کی زینت بنے گا!

سعید:۔ لیکن ایک شرط ہے!

ابن عبدالبر:۔ یا تو مایوسی کا عالم طاری ہو رہا تھا، یا شرطیں پیش ہونے لگیں؟ خیر فرمایئے کیا شرط ہے؟

سعید:۔ یہ چاہتی ہیں اگر نسخہ خریدا جائے تو منہ مانگی قیمت شہزادہ صاحب عطا کریں!

ابن عبدالبر:۔ یعنی لاکھ دو لاکھ؟

عابدہ ہنسنے لگی، اس نے ایک ادائے دلفریب کے ساتھ کہا،

عابدہ:۔ جی نہیں مقصد صرف یہ ہے کہ اچھے دام مل جائیں، پردیس میں زندگی بڑی گراں ہو جاتی ہے

ابن عبدالبر:- پردیس میں؟ کیا آپ قرطبہ کی رہنے والی نہیں ہیں؟

عابدہ:- جی نہیں!

ابن عبدالبر:- خوب، تو پھر آپ کا وطن ہونے کا شرف کس سرزمین کو حاصل ہے؟

عابدہ: (مسکرا کر) بغداد کو!

ابن عبدالبر:- (ٹھنڈی سانس لے کر) بغداد، واقعی اس خطۂ ارض کا سب سے عجیب و غریب مقام ہے۔

سعید:- یہ کیوں؟ کیا خاص بات ہے بغداد میں؟

ابن عبدالبر:- ارے بھئی وہاں کیا نہیں ہے؟ ——— دولت و ثروت، علم و فضل، حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، ہر چیز کا ہجوم ہے وہاں!

سعید:- تو ہمارا قرطبہ کب کم ہے کسی دوسرے ملک یا شہر سے؟

ابن عبدالبر: ہاں ٹھیک کہتے ہو، مگر میرے بھائی بغداد بغداد ہی ہے، انہی کو دیکھ لو، کیا ایسی سراپا کمال و جمال خاتونیں یہاں مل سکتی ہیں؟

سعید:- کیوں نہیں مل سکتیں!

ابن عبدالبر:- بھئی ہم مسلمانوں میں تو ملنا مشکل ہے، ان کی طرح یہودی اور عیسائی عورتوں میں بے پردگی بھی ہے، بے حجابی بھی، اور آزادہ روی بھی، میں نے ہمیشہ انھیں بالکل بے جھجک پایا۔

سعید:- تو آپ انھیں عیسائی یا یہودی خاتون سمجھ رہے ہیں؟

ابن عبدالبر:- تو کیا [illegible] ں؟

سعید:- بالکل غلط [illegible] ہیں، خاندانی مسلمان ہیں اور اپنے اسلام پر انھیں اتنا ہی ناز ہے

جتنا ایک مسلمان کو ہو سکتا ہے!

ابن عبدالبر:۔ (متحیر ہو کر) خوب، بہت خوب، بڑی خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے کہ یہ مسلمان ہیں!

عابدہ:۔ الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور میرا نام عابدہ ہے۔

ابن عبدالبر:۔ نام بھی بہت اچھا ہے ——— تو بغداد کے کس خاندان سے تعلق ہے آپ کا؟

سعید:۔ یہ وہاں کے اس طبقہ سے تعلق رکھتی ہیں، جو باندیوں اور کنیزوں میں شمار ہوتا ہے!

ابن عبدالبر:۔ اچھا اچھا کوئی مضائقہ نہیں ——— بہرحال آپ مطمئن رہیے، یہ کتاب انشاءاللہ منہ مانگے داموں بک جائے گی۔

سعید:۔ شکریہ!

ابن عبدالبر:۔ اگر شکریہ ادا کرنے کی ضرورت تھی (عابدہ کی طرف اشارہ کر کے) تو انھیں نہ کہ آپ کو!

عابدہ:۔ یہ میرے وکیل ہیں،

ابن عبدالبر:۔ ٹھیک ہے ——— لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ تم مسلمان ہو تو پردہ کیوں نہیں کرتیں؟

عابدہ:۔ میں پردہ کی قائل نہیں ہوں، ضرورت نہیں سمجھتی!

ابن عبدالبر:۔ آخر کیوں؟

عابدہ:۔ پردہ کے بارے میں میرا مسلک وہی ہے، جو عائشہ بنت طلحہ کا تھا۔

ابن عبدالبر:۔ یعنی؟

عابدہ:۔ مردوں کی مجلس میں آزادانہ اور بے باکانہ بیٹھتی تھیں، بعض لوگ معترض ہوئے اس روش پر۔ تو انھوں نے بڑا اچھا جواب دیا، انھوں نے کہا، خدا نے مجھے

حسن و جمال کی نعمت عطا فرمائی ہے کیا وجہ ہے کہ مخلوق خدا کو اس نعمت سے محروم رکھوں؟ باقی رہا عفت و ناموس کا معاملہ تو کوئی بھی میرے بارے میں بُرا خیال نہیں قائم کر سکتا اور اگر کرے تو میں اس کا منہ توڑ جواب دے سکتی ہوں۔ ایسا جواب جو اسے زندگی بھر یاد رہے گا ——— یہی رائے میری اپنے بارے میں بھی ہے!

یہ کہہ کر عابدہ مسکرا دی۔ ابن عبدالبر کے ہونٹوں پر بھی تبسم آ گیا۔ انھوں نے فرمایا:

ابن عبدالبر:۔ بات تو معقول ہے، پھر بھی احتیاط اچھی چیز ہے، بہرحال یہ میرا مشورہ ہے ورنہ کسی کے نجی اور ذاتی معاملات میں دخل دینے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں۔

سعیدہ:۔ بجا ارشاد ہوا ——— تو اب اس کتاب کے بارے میں کب تک توقع رکھی جائے؟

ابن عبدالبر:۔ ابھی آٹھ دس دن تو بڑی مصروفیت کے ہیں، روم کے سفیر واپس چلے جائیں پھر انشاء اللہ میں اس معاملہ کو کرا دوں گا!

عابدہ:۔ یہ سفیر اتنے دن تک یہاں رہ کر کیا کریں گے؟

ابن عبدالبر:۔ ہمارے امیر المومنین کا اصول یہ ہے کہ غیر ممالک کے سفرا سے فوراً نہیں ملتے انھیں کافی دن منتظر رکھتے ہیں، پھر شرف باریابی عطا کرتے ہیں۔ بہرحال آٹھ دس دن کے اندر تمہارا معاملہ ضرور ہو جائے گا، مطمئن رہو!

۶

سعید اور عابدہ

فقیہ ابن عبدالبر کے چلے جانے کے بعد سعید اور عابدہ دونوں ایک کمرہ میں آکر بیٹھ گئے، عابدہ کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں، اور سعید محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا کبھی کبھی کن انکھیوں سے عابدہ سعید کی اس حرکت کو دیکھ لیتی تھی اور شرما کر پھر نظریں جھکا لیتی تھی سعید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن نہ جانے کیا سوچ کر رک جاتا تھا، بالکل یہی کیفیت عابدہ کی بھی تھی، اس کے دل میں بھی طوفان اٹھ رہا تھا لیکن وہ خاموش، شمع جل رہی تھی اور اس کی روشنی میں عابدہ کے حسن زاہد فریب کی جوت اور بڑھ گئی تھی، اور شمع پھیکی پھیکی نظر آنے لگی تھی۔

رات محفل میں ترے حسن کے شعلے کے حضور
شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا!

اور ٹھنی کا دامن عابدہ کے ہاتھ میں تھا اور وہ اسے انگلیوں سے مروڑ رہی تھی، یکایک اس تنہا کمرے میں سعید کی آواز گونجی!

سعید۔ عابدہ مجھے دیکھو، میری طرف دیکھو، مجھ سے باتیں کرو!

عابدہ:۔ دیکھ رہی ہوں، باتیں بھی کر رہی ہوں!

سعید:۔ خاموش ہو لیکن باتیں کر رہی ہو، نظریں نیچی ہیں لیکن دیکھ بھی تو رہی ہو کیسے مان لوں؟

عابدہ:۔ حقیقت اعتراف کی محتاج نہیں ہوتی، کوئی مانے یا نہ مانے، لیکن اس کا وجود بہر حال ناقابل تردید ہوتا ہے۔

سعید:۔ عجیب حقیقت ہے یہ بھی!

عابدہ:۔ آپ دل کی زبان نہیں سمجھ سکتے تو میں کیا کروں؟ آپ کی آنکھیں دل کی آنکھوں کو اکثر نہیں دیکھ پاتیں تو میرے پاس اس کا علاج کیا ہے؟

سعید:۔ (بیخودی کے عالم میں) عابدہ تم نے میرے سینہ کو پھر امنگوں سے، آرزوؤں سے بھر دیا۔

عابدہ:۔ یہ سینہ آرزوؤں اور امنگوں سے خالی کیوں ہو گیا تھا؟

سعید:۔ ہماری تمہاری محبت اٹل تھی، لیکن ایک بڑے مقصد کے لیے ہمیں بچھڑ جانا پڑا۔ ہم ایک دوسرے سے دور ہو گئے میں سمجھتا تھا اس دوری نے ہمارے دلوں کو بھی ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے، اس رفتار زمانہ نے ہماری محبت کی رفتار سست کر دی ہے نئے حالات، نئے ماحول، نئے دور نے ممکن ہے تمہیں مجھے فراموش کر دینے پر مجبور کر دیا ہو حالانکہ مجھ سے قسم لے لو اگر ایک لمحہ کے لیے بھی تمہیں فراموش کیا ہو؟

عابدہ:۔ قسم لینے کی ضرورت نہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ آپ اپنے بارے میں ہمیشہ حسن ظن سے کام لیتے ہیں اور دوسرے کے بارے میں غلط فہمی اور بدظنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔

سعید:۔ نہیں عابدہ یہ نہ کہو، میں تمہیں چاہتا ہوں، پوجتا ہوں، پرستش کرتا ہوں تمہاری

کیونکر ممکن ہے کہ تمہارے بارے میں غلط رائے قائم کروں؟

عابدہ:۔ تو اس وقت اور کیا ہو رہا تھا!

سعید:۔ یہ میرے لٹے ہوئے جذبات تھے، جو دل کے نہاں خانے سے باہر نکلنے کے لئے مچل رہے تھے۔

عابدہ:۔ لیکن اتنے غلط طور پر؟

سعید:۔ مجھ سے غلطی ہوئی، میں معافی چاہتا ہوں، معاف کر دیجئے!

عابدہ:۔ معاف کر دیا ——— اس لئے نہیں کہ آپ معافی کے مستحق ہیں، اس لئے کہ میں اپنی محبت سے مجبور ہوں، آپ کی کوئی بات رد نہیں کر سکتی!

سعید:۔ شکریہ، لیکن یہ تم نے کیا کہا کہ میں معافی کا مستحق نہیں تھا؟

عابدہ:۔ غلط تو نہیں کہا، ذرا غور کیجئے، آپ قرطبہ میں تشریف لائے۔ ٹھاٹھ سے ایک کتب فروش کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں، کوئی خطرہ نہیں، کوئی اندیشہ نہیں کوئی فکر نہیں، یکسوئی کے ساتھ اس کار اہم کو انجام دینے کے وسائل پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس کے لئے اتنی دور و دراز کا سفر اختیار کیا ہے ——— غلط تو نہیں کہہ رہی ہوں میں؟

سعید:۔ بالکل پر ... ایک ایک حرف ...

عابدہ:۔ اب ذرا میرے حال زار پر غور ... جوان ہوں، خوبصورت ہوں، لیکن ہر خطرہ سے بے پروا ... کر جان ہتھیلی پر ... شہر، کوچہ کوچہ، کس کے لئے پھر رہی ہوں؟ مجھے کسی سے دشمنی نہیں، لیکن جو تمہارا دشمن ہو، اس کا خون پی لوں، مجھے قتل و غارت کے نظارہ سے وحشت ہوتی ہے ... شخص تمہارے لئے، تمہاری خاطر خون کرنے کو

جان لینے کو تیار ہوں ـــــــ بتاؤ اور کون سا مقصد ہے جس کے
حصول کے لیے میں یہاں آئی ہوں؟

سعید:۔ (تاثر کے عالم) مانتا ہوں۔ سچ کہتی ہو!

عابدہ:۔ (مسکرا کر) پھر بھی آپ اپنے آپ کو معافی کا مستحق سمجھتے ہیں؟

سعید:۔ نہیں سزا دے لو، میں ہر سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں!

عابدہ:۔ لیکن آپ جانتے ہیں میں کسی طرح بھی آپ کو سزا نہیں دے سکتی!

سعید:۔ نہیں تمہیں یہ کام کرنا پڑے گا!

عابدہ:۔ بہت اچھا، میری طرف سے آپ کو جو سزا دی جا سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ آپ مجھ
سے ملنے کی کبھی کوشش نہ کیجیے گا۔

سعید:۔ (بیقرار ہو کر) نہیں یہ سزا میرے لیے ناقابل قبول ہے!

عابدہ:۔ تو کیا سزائیں مجرموں اور ملزموں سے پوچھ کر دی جاتی ہیں؟ بڑی زبردستی کرتے
ہیں آپ تو،

سعید:۔ عابدہ مجھے سچے دل سے معاف کر دو!

عابدہ:۔ کر تو دیا، آپ ہی نے خواہ مخواہ سزا کا سوال اٹھایا۔ اور جب میں سزا دینے پر آمادہ ہوئی
تو بھاگ کھڑے ہوئے آپ ـــــــ ہونہہ بھگتیں گے سزا،

سعید:۔ کیا تمہیں میری محبت کا، میری الفت کا یقین نہیں ہے؟

عابدہ:۔ نہ ہوتا، تو پھر پوچھتی کیوں؟ آخر مجھے اس دور دراز شہر میں سب سے بچھڑ کر، سب کو
چھوڑ کر، زندگی کی آسائشوں کو تج کر، کون آنے پر مجبور کر سکتا تھا؟

عابدہ:۔ اور یہ بھی سوچو، یہاں آنے کا مقصد تسکین قلب نہیں ہے، یہ ہے کہ تمہارے ساتھ مل کر تمہاری رفیق بن کر، بلکہ تمہاری آلہ کار بن کر، وہ خطرناک کام انجام دوں، جسے انجام دیتے ہوئے بڑے بڑے سرمردوں کا بھی پتہ پانی ہوتا ہے۔

سعید:۔ سچ کہتی ہو، میری روح، میری زندگی، ایک ایک حرف سچ ہے!

عابدہ:۔ یہ آپ میری خاطر سے کہہ رہے ہیں، ورنہ شاید آپ کا دل ابھی تک میرے اور میرے عزائم کے بارے میں مطمئن نہیں ہے، میں کہتی ہوں، آخر آپ سوچ کیا رہے ہیں امتحان لے لیجئے، جب چاہیئے، اگر پیچھے ہٹ جاؤں تو خطا کار!

سعید:۔ (سنجیدگی کے ساتھ) سچ کہتی ہو؟

عابدہ:۔ جی ہاں، بالکل سچ!

سعید:۔ جو کہوں گا کرو گی؟

عابدہ:۔ ضرور کروں گی!

سعید:۔ خواہ وہ کیسا ہی کام ہو؟

عابدہ:۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، آپ کے لئے آپ کی خوشی کے لئے آپ کی کامیابی کے لئے میں سب کچھ کر سکتی ہوں، پہاڑ سے ٹکرا سکتی ہوں، سمندر میں کود سکتی ہوں آگ سے کھیل سکتی ہوں، اپنی زندگی بڑی خوشی سے بڑی مسرت سے، بڑے اطمینان سے آپ کے اشارہ پر قربان کردوں اس کے لئے جو دل کا، روح کا مالک ہے!

یہ کہتے کہتے عابدہ کے چہرے پر شرم کی سرخی چھا گئی، اب تک وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کر رہی تھی، اب اس نے نظریں نیچی کرلیں اور پھر اپنی اوڑھنی کے دامن سے کھیلنے لگی۔

سعید نے دیکھا تو عابدہ کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، وہ بیتاب ہوگیا

اس نے عابدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت بھرے لہجہ میں کچھ رکتے رکتے کہا،

سعید :- تم خفا ہو گئیں، حالانکہ میرا مطلب یہ نہ تھا، مجھے تم پر تمہاری محبت پر ناز ہے۔

عابدہ :- اسی لئے تو یوں آپ پریشان کرتے رہتے ہیں مجھے، آپ کو میرے دل کا خیال نہیں

پھر آپ کو مجھ پر ناز ہے، کیونکر مان لوں؟ کیسے یقین کر لوں اس بات کا؟

سعید :- تمہیں یقین کرنا پڑے گا، آنکھیں اٹھاؤ میری جانب دیکھو!

عابدہ :- ناز کے ساتھ میں نہیں دیکھتی، ہٹئے، پھر لیا آپ سے!

سعید :- دیکھنا پڑے گا۔ دیکھو ان آنکھوں میں محبت کا سمندر لہریں مار رہا ہے!

عابدہ :- باتیں نہ بنائیے!

سعید :- خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو، مجھے غلط نہ سمجھو، ورنہ میں خودکشی کر لوں گا!

یہ سنکر عابدہ تڑپ گئی، اس نے اپنا نازک سا ہاتھ سعید کے منہ پر رکھ دیا۔ اور

بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

عابدہ :- وعدہ کیجئے، اب یہ لفظ زبان پر نہیں لائیں گے، ورنہ آپ تو کہتے ہی رہیں گے

اور میں واقعی ایک دن جان دے دوں گی!

سعید :- اچھا وعدہ کرتا ہوں، لیکن اس شرط پر کہ تم بھی اب میرے بارے میں کبھی غلط فہمی

کا شکار نہیں ہو گی۔

عابدہ :- (مسکرا کر) اچھا وعدہ کرتی ہوں!

سعید نے عابدہ کا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں سے لگایا۔ پھر اسے چوم لیا۔

سعید :- اس سے بڑھ کر بھی کوئی بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ ہم تم ایک شہر میں رہتے ہیں، لیکن

ایک دوسرے سے دور رہنے پر مجبور ہیں!

عابدہ :۔ اس مصیبت کو کوئی میرے دل سے پوچھے، لیکن کیا کروں مجبور ہوں، صرف اس لئے یہ سب کچھ سہ رہی ہوں کہ آپ کی مرضی یہی ہے۔ آپ کا فائدہ اسی میں ہے، آپ کے مفاد کا تقاضہ یہی ہے!

سعید :۔ ہاں میں جانتا ہوں، لیکن اب وہ وقت آ رہا ہے کہ جدائی کی گھڑیاں ختم ہو جائیں گی اور ہم ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے، موت کے سوا ہمیں کوئی جدا نہ کر سکے گا لیکن عابدہ یہ تو بتاؤ، واقعی جو کچھ میں کہوں گا، وہ تم کر گزرو گی؟

عابدہ :۔ آخر آپ کب تک اقرار کراتے رہیں گے، اور وعدے لیتے رہیں گے؟ کہہ بھی تو چکئے، کسی طرح ——— واقعی میں ہر کام کے لئے تیار ہوں!

سعید :۔ تو کہہ ڈالوں پھر؟

عابدہ :۔ بسر وچشم!

سعید :۔ اچھا یہ بتاؤ میں کیا کہوں گا؟

عابدہ :۔ (ہنس کر) واہ یہ معلوم ہوتا تو اب تک کر نہ چکی ہوتی، آپ سے بار بار پوچھتی کیوں؟ بتائیے!

سعید :۔ کام معمولی بھی ہے اور اہم بھی، میرا مطلب ہے کہ اس کے لئے ضرورت سے زیادہ ہمت اور جرأت کی ضرورت ہے۔

عابدہ :۔ انشاءاللہ آپ مجھ میں ضرورت سے زیادہ ہمت و جرأت پائیں گے، لیکن اب میں انتظار نہیں کر سکتی، کہہ ڈالیے جو کچھ کہنا ہے!

سعید :۔ کہنا کیا ہے، صرف اتنی بات ہے کہ تمہیں کسی کے خون میں ہاتھ رنگنا پڑیں گے!

عابدہ :۔ یعنی قتل کرنا پڑے گا کسی کو؟

سعید :۔ ہاں ——— اور مجھے یقین ہے تمہیں اس میں تامل نہ ہوگا!

یہ سنکر عابدہ لرز گئی، وہ بہرحال ایک عورت تھی، لاکھ باہمت اور باحوصلہ سہی لیکن کسی کے خون میں ہاتھ رنگنا کسی کی جان لینا، کسی کو قتل کرنا اس کے لئے آسان نتھا، لیکن اس نے اپنے حواس مجتمع کئے اور کہا۔

عابدہ :۔ مجھے یقین ہے میرے بارے میں آپ کی کوئی توقع کبھی ناکام نہ ہوگی؟

سعید :۔ ٹھیک ہے، اس وقت میں ایک جلسے میں جا رہا ہوں، چلتی ہو؟

عابدہ :۔ جلسہ؟ کس طرح کا جلسہ ہے؟

سعید :۔ کام کا، بات یہ ہے کہ قبائلی اور نسلی تعصب اندر ہی اندر کام کر رہا ہے، یہ آگ ابھی سلگ رہی ہے لیکن بہت جلد بھڑکنے لگے گی۔ ہم اس سے کیوں نہ فائدہ ا[ٹھائیں] کیوں نہ اپنا کام کر گذریں؟

عابدہ :۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے لیکن جلسہ پہلی بار ہو رہا ہے۔ یا اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے؟

سعید :۔ کئی دفعہ ہو چکا ہے!

عابدہ :۔ اس میں شریک ہونے والے سب لوگ بھروسہ کے ہیں؟

سعید :۔ بہت زیادہ، اتنے ہی جتنی تم قابل اعتماد ہو، جتنا میں بھروسے کے قابل ہوں

عابدہ :۔ اب میں مطمئن ہوگئی، اب شوق سے چلئے۔

سعید :۔ ایک بات اور بھی سُن لو، عبدالرحمٰن ناصر کے خلاف جتنے عناصر ہیں، وہ سب ہمارے ساتھ ہیں ان میں بربر بھی ہیں، قبائل کے لوگ بھی ہیں، اور بیکار اور پریشان حال اور غیر مطمئن لوگ بھی ہیں یہ سب ایک مقصد پر متفق ہیں کہ کام کا وقت بھی ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہم اس حسن اتفاق سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ مو

اگر ہم نے ضائع کر دیا تو پھر اس کی تلافی کبھی بھی نہیں ہو سکے گی!

عابدہ :۔ آپ کی رائے صائب ہے پھر بھی بڑی احتیاط اور دور اندیشی کی ضرورت ہے۔

سعید :۔ مانتا ہوں اور جتنی احتیاط ممکن ہو سکتی ہے کرتا بھی ہوں، لیکن میں اب اس کیفیت منتظرہ سے تنگ آ گیا ہوں، میں چاہتا ہوں یہ تعطل ختم ہو جائے ہمیں جو کچھ کرنا ہے وہ کر ڈالیں اور اگر نہیں کر سکتے تو پھر خواہ زندگی ہی کیوں نہ کام آ جائے مگر کم از کم یہ تو ثابت کر دیں کہ اپنے مقصد اور اصول پر ہم زندگی قربان کر دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں کیوں میں غلط تو نہیں کہتا؟

عابدہ بڑے غور اور توجہ سے سعید کی باتیں سن رہی تھی، اس پر اس وقت کچھ عجیب سی کیفیت طاری تھی، کبھی وہ قرطبہ کے بام و در کی سیر کرنے لگتی، کبھی بغداد کی گلیاں اسے یاد آ جاتیں، کبھی سعید سے پہلی ملاقات، اور اس کے اثرات و نتائج اس کے دل پہ دستک دینے لگتے، کبھی وہ اپنے ماضی کے بارے میں سوچنے لگتی، کبھی حال پر غور کرنے لگتی۔ کبھی مستقبل کے دھندلکے میں کھو جاتی، وہ سعید سے متاثر تھی، اس سے محبت کرتی تھی، اسے چاہتی تھی، اسے چاہتی تھی، اسے حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتی تھی، اس کی بن جانے کے لئے بڑے سے بڑے خطرہ کا مقابلہ کرنے میں بھی اسے کوئی تامل نہ تھا، لیکن یہ بھی سوچتی تھی، جس کے لئے میں یہ سب کچھ کر رہی ہوں کیا وہ مجھ سے بے وفائی تو نہیں کرے گا؟ جس کی محبت میں اپنی زندگی میں نے داؤں پر لگا دی ہے، وہ کہیں مجھے بیچ راستہ پر چھوڑ کر کہیں ایسا تو نہ ہو گا کہ خود کسی اور راستے پر چل پڑے، میرے اندر جو بے تابی ہے، جو اضطراب ہے جو خلش ہے، کیا وہ اس مرد کے دل میں بھی ہے؟ ضرور ہو گی، اس کی ایک بات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ پر جان دیتا ہے، دنیا میں مجھ سے بڑھ کر کوئی

اسے محبوب نہیں، لیکن کیا بات ہے کہ یہ سوچتے وقت دل دھڑکنے لگتا ہے، طرح
کے اندیشے آنے لگتے ہیں۔ جن باتوں کو میں ناقابل یقین سمجھتی ہوں وہ ایک واقعہ بن کر
کے سامنے گردش کرنے لگتی ہیں۔ میں نے کتنی مضبوطی سے سعید کا دامن پکڑ رکھا ہے
مجھے یقین ہے وہ اسے کبھی نہیں چھڑائے گا، لیکن دل خانہ خراب، وہم و وسوسہ پیدا کرتا ہے۔
وہ کہتا ہے جسے تو دامن سمجھ رہی ہے یہ کچا دھاگا ہے ایک ذرا سے جھٹکے میں ٹوٹ جائے گا۔
اگر یقین نہیں ہے تو کبھی اڑ کر، کبھی اکڑ کر، کبھی بگڑ کر، دیکھ تو سہی، لیکن اسے کیا کروں کہ اس امتحان
کی ہمت نہیں پڑتی، ڈرتی ہوں، اگر وہ امتحان میں فیل ہو گیا، تو ممکن ہے اس کا کچھ نہ بگڑے، لیکن
میں کہیں کی نہ رہوں گی۔ لیکن آخر میرے دل میں یہ وسوسے آتے کیوں ہیں؟ اتنے اچھے
اسے پاکباز اور اتنے مخلص آدمی کے بارے میں غلط اور ناقابل یقین باتیں سوچ کر میں اس کی
توہین کر رہی ہوں۔ میں اپنی کمینگی کا ثبوت بہم پہنچا رہی ہوں!

سعید نے عابدہ کو یک بیک یوں جو کسی خیال میں محو اور مستغرق دیکھا، تو وہ سوچنے لگا
یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا ہو گیا ہے اسے؟ کیوں یہ باتیں کرتے کرتے کھو سی کیوں گئی؟ وہ کون
ذہنی کشمکش ہے، جو اس کے چہرے سے نمایاں ہو رہی ہے؟ کچھ دیر تک تو وہ خاموشی
سے اس کی یہ کیفیت دیکھتا رہا، پھر اس نے اسے جھنجھوڑا۔

سعید:۔ آخر کیا سوچ رہی ہو عابدہ؟ تم اس وقت کہاں ہو؟

وہ چونک پڑی اور اپنی بے موقع محویت پر شرمندہ سی ہوئی۔ سعید نے اپنے سوال
کا جواب نہ پا کر پھر پوچھا:۔

سعید:۔ آخر تم کہاں چلی گئی تھیں؟

عابدہ:۔ واہ جاتی کہاں، آپ کے پاس تو بیٹھی ہوں،

سعید:۔ ہاں، بظاہر، لیکن حقیقتاً تم کہیں اور سیر کر رہی تھیں، تمہیں بتانا پڑے گا، کون سا خیال پریشان کر رہا تھا تمہیں؟

عابدہ:۔ کوئی نہیں، کوئی خاص بات نہیں، یونہی بعض وقت خیالات ستانے لگتے ہیں۔

سعید:۔ لیکن مجھے نہ بتاؤ گی؟

عابدہ:۔ کوئی بات ہو تو بتاؤں بھی!

سعید:۔ پھر بھی آخر کیا سوچ رہی تھیں؟

عابدہ:۔ سوچ رہی تھی آپ کتنے اچھے آدمی ہیں اور میں کتنی خراب بلکہ ذلیل ہوں!

سعید:۔ لاحول ولاقوۃ، ایسی باتیں نہ سوچا کرو، آؤ چلیں جلسے میں، وہاں ہمارا انتظار ہو رہا ہوگا۔ "

شہزادۂ حبش

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی کا وہ ناول جو پہلی بار چھپ کر تیار ہوا ہے۔ اس ناول میں شرر لکھنوی کی ناول نویسی کی تمام خوبیاں پوری طرح نمایاں ہیں۔ حسن و محبت کی نازک تشریحات، ملک حبش کی دلچسپ داستان، دبدہ زیب طباعت و کتابت خوبصورت ٹائیٹل۔ قیمت تین روپے ۳/

ملنے کا پتہ:۔ جہانگیر بک ڈپو۔ کھاری باؤلی۔ دہلی

رات کی تاریکی میں!

عابدہ سعید کے ساتھ چل کھڑی ہوئی، رات بہت زیادہ تاریک ہو چکی تھی یہ دونوں کتب خانہ سے نکلے اور اندھیرے میں ایک ویران اور سنسان راستے پر ہو لئے، ٹیلوں والدیاں سڑکوں، گلیوں اور کوچوں کو طے کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں پانی کے زور سے گرنے کی آواز آرہی تھی، عابدہ کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں ہے۔ اس نے یہ آواز سنکر پریشانی کے لہجہ میں سعید کا ہاتھ زور سے پکڑ کر کہا۔

عابدہ:۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے!

سعید:۔ بس ساری ہمت کافور ہو گئی، تمہیں تو بڑا دعویٰ تھا، اپنی جواں مردی پر! یہ کہہ کر وہ ہنسنے لگا،

عابدہ:۔ یہ باتیں چھوڑو، یہ بتاؤ ہم اس وقت کہاں ہیں؟

سعید:۔ بس یوں سمجھو منزل مقصود پر پہنچ گئے، بس اب چند قدم چلنے کے بعد وہیں ہوں گے!

سامنے نظر دوڑاتے ہوئے عابدہ نے ایک ادائے جاں نواز کے ساتھ کہا۔

عابدہ:۔ میں سمجھ گئی ہم کہاں ہیں۔ یہ دریائے وادی الکبیر (دریائے قرطبہ) کی نہر نہیں ہے؟

سعید:۔ ہاں یہ وہی نہر ہے اور وہ دیکھو، سامنے ایک کھنڈر سا نظر آرہا ہے۔ اسی کا ایک مضبوط و مستحکم کمرہ ہماری سازشوں کارروائیوں اور تحریکوں کا مرکز ہے!

عابدہ:۔ لیکن اب لوگ مجتمع بھی ہوگئے ہوں گے؟

سعید:۔ ہماری جماعت میں اتنا اتحاد ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ پارٹی ڈسپلن کے خلاف کوئی بات کر سکے، جو وقت مقرر ہے اس سے ایک منٹ پہلے تو پہنچنا ممکن ہے لیکن ایک منٹ کی تاخیر ہو جائے، یہ ناممکن!

عابدہ:۔ لیکن یہ تو ارشاد فرمایئے آپ وقت سے پہلے پہنچ رہے ہیں یا بعد؟

سعید:۔ بھئی مجھے تو تاخیر ہو گئی، لیکن پارٹی کا لیڈر جو شخص ہوتا ہے اس کے ساتھ رعایت کی جاتی ہے۔ اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ قیادت کا تاج خواہ مخواہ لوگوں نے میرے سر پر رکھ دیا ہے۔

عابدہ:۔ لیکن تمہارے سوا اس منصب کا اہل اور تھا بھی کون؟

سعید:۔ (ہنس کر) ہاں خیال تو میرا بھی یہی ہے!

اتنے میں یہ لوگ اس کھنڈر کے پاس پہنچ گئے۔ اندر داخل ہوئے تو سناٹا اور زیادہ بھیانک ہو گیا تھا، عابدہ سعید سے چمٹ گئی۔ سعید نے اس کے شانے پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اور تیز تیز چلنے لگا۔ اب وہ کمرہ آیا جس کا ذکر ابھی سعید نے کیا تھا۔ کمرہ کے دروازہ پر پہنچ کر ایک خاص انداز میں سعید نے دستک دی، دفعتہً دروازہ

کھلا اور ایک شخص نمودار ہوا۔ اس نے ادب سے گردن جھکا کر سعید کو خوش آمدید کہا اور دروازہ کھول دیا۔ سعید عابدہ کے ساتھ اندر داخل ہوا، کمرہ حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، ایک ہلکی سی موم بتی جل رہی تھی جس سے یہ تو اندازہ ہو جاتا تھا کہ آدمی کافی ہیں لیکن ان کی شکل و صورت کا پہچاننا ناممکن تھا، سعید کے ساتھ ایک خاتون کو دیکھ کر یہ لوگ متحیر ہوئے، اس نے اس کی کیفیت کا اندازہ کر لیا اور کہا۔

"دوستو!

یہ خاتون جو میرے ساتھ اس جلسہ میں تشریف لائی ہیں، ان کا نام عابدہ ہے۔ میں نے اپنی عمر میں ایسی شیر دل خاتون نہیں دیکھی یہ ہمارے مقاصد سے پورے طور پر متفق ہیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کو تیار ہیں۔ انھوں نے ایک خاتون ہونے کے باوجود جس طرح ہماری پارٹی میں شرکت کی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے مقاصد کس طرح اور کہاں کہاں رسائی حاصل کر رہے ہیں ——— اچھا اب جلسہ کی کارروائی شروع ہونی چاہیئے"

سب سے پہلے ایک تنومند شخص اٹھا اور اس نے تقریر شروع کی۔

"ہم بڑے نازک دور سے گذر رہے ہیں، اگر اب بھی بیدار نہ ہوئے تو ہماری یہ غفلت موت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی، خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اس منصب جلیل کا مستحق نہیں ہے۔ اس نے قوم اور ملک کو تباہی کے دروازے پر لاکھڑا کر دیا، ہر قیمت پر اس شخص کو راستہ سے ہٹانا چاہیئے، یہی شخص ہے جس نے اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کر رکھا ہے

ہم نے یہ طے کر لیا ہے کہ اپنے سردار سعید کے ایک اشارہ چشم پر بڑے سے بڑا اور خطرناک سے خطرناک کام کر گزریں گے۔ مجھے امید ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، وہ اپنی طرف سے بھی کہہ رہا ہوں اور آپ کی طرف سے بھی، الفاظ میرے ہیں لیکن آواز آپ سب کی ہے، میں غلط تو نہیں کہتا؟

یہ حاضرین نے پُرجوش اور پُرخروش طریقہ اس کی تائید شروع کی، جب شور و غوغا رکا تو سعید نے عابدہ سے استدعا کی کہ آپ تشریف لایئے اور اپنے خیالات کا اظہار کیجئے۔ عابدہ کے لئے مردوں کے مجمع میں تقریر کرنے کا یہ پہلا موقع تھا لیکن بغیر جھجک کے وہ سامنے آ کھڑی ہوئی اور تقریر شروع کر دی۔

"میں ایک ضعیف البنیان، ضعیف العقل اور ضعیف الفکر عورت ہوں مجھے کوئی حق نہیں کہ آپ کو ابھاروں اور اکساؤں، لیکن ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ اتنا نازک اور خطرناک ہے کہ اگر خوابِ غفلت سے نہ چونکے اور حالات کا مقابلہ نہ کیا تو اس طرح تباہ ہوں گے کہ دنیا کے لئے عبرت بن جائیں گے ہمارا خلیفہ، ناصر، ایک فضول خرچ اور ناکارہ اور سفلہ پرور شخص ہے، یہ وہ شخص ہے جس کی نظر میں غلاموں کی وقعت ہے، لونڈیوں کی عزت ہے، شرابیوں اور مخنثوں کی کوئی وقعت نہیں، کوئی قدر نہیں، خلیفہ ناصر نے اپنی داد و دہش، سخاوت اور دریا دلی سے لوگوں پر سکہ بٹھا لیا ہے، شاندار اور فلک بوس شکوہ عمارتیں بنا کر لوگوں کو مرعوب کر دیا ہے، لیکن ان فضول خرچیوں سے قوم کو اور ملک کو کیا فائدہ پہنچ رہا ہے؟ ابھی حال میں اس نے اپنی ایک لونڈی زہرا کے لئے ایک محل بنایا ہے، جس کی لاگت لاکھوں، کروڑوں اشرفیوں تک

پہنچتی ہے، اس محل میں روز جتنی فضول خرچیاں ہوتی رہتی ہیں، ان کا اندازہ اس سے لگایئے کہ صرف محل کی مچھلیوں کے لئے ہر روز بارہ ہزار روغنی روٹیاں تیار کی جاتی ہیں، اور چودہ من چینا روز صرف کیا جاتا ہے۔ محل میں خواجہ سراؤں کی تعداد ۱۳ ہزار کے قریب ہے اس حرم کی لونڈیوں کا حساب لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سات ہزار کے لگ بھگ ہیں۔ اس کے علاوہ ہاتھی گھوڑے اونٹ، خچر وغیرہ ہزارہا ہزار کی تعداد میں ہیں۔ ان سب کی راتب پر ہر روز بے دریغ جو روپیہ صرف ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں،

پھر ایک بات اور بھی یاد رکھئے، ہم عرب جب تک سربلند رہے دنیا کو فائدہ پہنچاتے رہے، لیکن اب عربوں کو حقیر و ذلیل کیا جا رہا ہے۔ انھیں کوئی اہمیت نہیں دی جاتی، ذمہ دار عہدے غلاموں اور خواجہ سراؤں کو تفویض کر دیئے جاتے ہیں اور عرب منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں، میں پوچھتی ہوں کیا یہ صورت حالات قابل برداشت ہے؟ کیا عربوں کی یہ مسلسل توہین گوارا کی جا سکتی ہے؟ (سب لوگ چیخ پڑے۔ ہرگز نہیں) پھر جب بات یہ ہے تو ہم کیوں خاموش بیٹھیں، جو کچھ کر سکتے ہیں وہ کیوں نہ کر گذریں، ہمارا اول و آخر مقصد صرف یہ ہے کہ خلیفہ ناصر اور اس کے ولی عہد کو موت کے گھاٹ اتار دیں، اس مقصد میں کامیاب ہونے کے بعد، پھر ہم سوچیں گے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے اور نظام حکومت میں کس کس قسم کی تبدیلیاں عمل میں لانا ضروری اور ناگزیر ہیں۔

میں پھر کہتی ہوں کہ اگرچہ عورت ہوں، کمزور و ناتواں ہوں ناکارہ اور نااہل ہوں لیکن اپنی زندگی پر مجھے اختیار ہے اور وہ میں آپ کو سونپتی ہوں میں جان

دیں گی لیکن اس مقصد سے پیچھے نہیں ہٹوں گی، یہ میرا عہد ہے"

عابدہ کی اس تقریر نے نوجوانوں میں ایک ہلچل سی پیدا کر دی، یہ معلوم ہوتا تھا کہ [illegible] اگر [illegible] لگا دو سب ہوا [illegible] ہم مرنے مارنے اور کٹ مرنے کو تیار ہیں، اسی جوش و خروش کے [illegible] عالم میں ایک نوجوان اٹھا اور اس نے سعید کے پاس آ کر کہا،

"میں عہد کرتا ہوں کہ اصلاح حکومت کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دینے سے دریغ نہ کروں گا!"

پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا، ایک اٹھا ایک بیٹھا، ایک آیا، ایک گیا جب بہت سی تقریریں ہو لیں تو خود سعید اٹھا اس وقت اس پر ایک عجیب سرگشتگی کی کیفیت طاری تھی اس نے کہا:-

"میرے دوستو! میرے ساتھیو! میرے بھائیو! میرے عزیزو!

واقعی یہ بڑی شرم کی بات ہوتی اگر ایک عورت اپنے جوش اور جذبہ میں آگے بڑھ جاتی اور تم پیچھے رہ جاتے، اس سے بڑھ کر شرم اور توہین کا مقام کوئی نہیں ہو سکتا کہ مردوں کی رہنمائی عورتیں کریں لیکن تمہارے جوش و خروش اور عزم و استقامت نے یہ بات مجھ پر واضح کر دی ہے کہ تم بھی جوش و جذبے کے اعتبار سے کسی سے کم نہیں ہو، کسی سے پیچھے نہیں ہو، تمہارے اندر عزم ہے، ہمت ہے، حوصلہ ہے، جذبہ، دلیری اور شجاعت ہے تم وہ سب کچھ کر سکتے ہو، جو ہمارے پیش نظر ہے، لیکن دوستو ابھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہم باہر نکل کر کام کریں، اچھے سے اچھا مقصد بھی برباد ہو جاتا ہے، اگر اس کے حصول کا طریقہ غلط ہو، ابھی جلد بازی سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے میں نے اندازہ کر لیا-

تم پیٹھ نہیں پھیرو گے ہمت نہیں ہارو گے، اور اب میں مطمئن ہوں اب مجھے یقین ہوگیا ہے کہ تم ضرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے۔ اب قدم بڑھایا جائے، عمل کا آغاز کیا جائے۔ تم اسے میرے اوپر چھوڑ دو، میں حالات کا جائزہ لے رہا ہوں، جیسے ہی دیکھوں گا کہ مناسب وقت آگیا ہے تمہیں صدائے عمل دوں گا۔ میں تمہیں ایک بات اور بھی بتا دوں!

خلیفہ کی بے عنوانیوں اور غلط کاریوں سے صرف ہم ہی نالاں نہیں ہیں بلکہ تمام لوگ عاجز، اور پریشان ہیں، جن کے حقوق اس ظالمانہ حکومت میں تباہ ہو رہے ہیں، اور ستم کشوں میں خود خاندان خلافت کے افراد بھی ہیں، بات یہ ہے کہ غلاموں اور خواجہ سراؤں کو اتنا بڑھا دیا گیا ہے؛ اتنا سر چڑھا لیا گیا ہے اس طرح حکومت کے تمام بڑے اور اعلیٰ مناصب انھیں سونپ دیئے گئے ہیں کہ اب ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ حکومت شریفوں اور نجیبوں کی نہیں غلاموں اور خواجہ سراؤں کی ہے، یہ بڑی بری بات ہے لیکن ہمارے لئے فال نیک بھی ہے، اس چیز سے بھی ہم فائدہ اٹھائیں گے اور جب وقت آئے گا تو تم محسوس کرو گے کہ تعاون اور اشتراک ان حلقوں سے اور ان اشخاص کی طرف سے ہو رہا ہے جن کی بظاہر کوئی توقع نہیں کی جا سکتی تھی، یہ خدا کا فضل ہے اور ہم اس فضل بے نہایت کے شکر گذار ہیں۔

یہ عمارتیں جو بن رہی ہیں، یہ محلات جو آئے دن تعمیر ہوتے رہتے ہیں یہ قصور شاہی جن کی بنیاد پر قوم کی گاڑھے پسینہ کی کمائی بے دریغ صرف ہو رہی ہے بے شک ان سے خلیفۂ ناصر کی شہرت میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن یہ کھوکھلی

شہرت ہے، حقیقی اور اصلی نہیں، اس کا بار ان لوگوں پر پڑتا ہے، جو روز بروز مفلس سے مفلس تر اور غریب سے غریب تر ہوتے جا رہے ہیں ؛

سعید کی اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے مسکن کی طرف روانہ ہو گئے، سعید اور عابدہ پھر ساتھ ساتھ چلے اور راستہ میں سعید نے کہا،

سعید:۔ عابدہ میں تمہیں عرصہ سے جانتا ہوں، لیکن تمہاری اس خوبی کا تو مجھے آج اور صرف آج علم ہوا کہاں رہ گیا تھی!

عابدہ:۔ وہ کون سی خوبی ہے جس کا آپ ذکر فرما رہے ہیں؟

سعید:۔ خطابت ——— بخدا تم بڑی اچھی اور بہت بڑی خطیب ہو، تم بڑے بڑے مجموعوں سے جو کام چاہو لے سکتی ہو!

عابدہ:۔ (مسکرا کر) شکریہ، اب زیادہ تعریف نہ کیجئے ورنہ میں مغرور ہو جاؤں گی!

سعید:۔ تمہیں اپنے وجود پر، اپنی شخصیت پر، اپنے اثر اور کشش پر غرور کرنے کا جائز حق ہے، تم کیا کچھ ہو اس کا اندازہ مجھے اب ہوا!

عابدہ:۔ اب آپ تو گلی کی طرف اشارہ کرتے، ادھر مڑ جائیں گے۔ میں آگے جاتی ہوں اپنی قیام گاہ کی طرف ——— خدا حافظ

سعید گلی میں مڑ گیا، لیکن اندھیرے میں بھی عابدہ اس وقت تک اسے دیکھتی رہی جب تک اس کا سایہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا؛

۸

دل سے باتیں

عابدہ کو رخصت کرکے سعید اپنی قیام گاہ میں آیا اس وقت وہ کچھ متفکر اور پریشان سا نظر آ رہا تھا۔ تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں، چہرے پر انقباض کے آثار ظاہر تھے۔ وہ کمرہ میں آیا شمع جل رہی تھی، اسے اٹھا کر کونے میں رکھا، بستر پر لیٹ گیا، روز کا معمول یہ تھا کہ باہر سے آنے کے بعد شب خوابی کا لباس پہنتا تھا پھر کسی کتاب کا مطالعہ کرتا تھا پھر سو جاتا تھا۔ آج یہ سارے معمولات دھرے کے دھرے رہ گئے۔ شب خوابی کے لباس کی طرف توجہ بھی نہ کی، کتاب کا مطالعہ بھی نہیں کیا، باہر جانے کا لباس پہنے پہنے لیٹ گیا۔ کچھ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا لیکن حال یہ تھا کسی پہلو قرار نہیں تھا کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا کبھی ٹہلنے لگتا تھا۔ آخر وہ بستر سے اٹھا اور اپنی مسند پر بیٹھ کر کاغذات کے ایک انبار کو الٹنے پلٹنے لگا، اس میں سے ایک تصویر نکالی، یہ تصویر کسی دوشیزہ کی تھی، ہرن کی سی بڑی بڑی آنکھیں، ناگن کی سی بل کھائی ہوئی زلفیں، ستواں ناک، بلند پیشانی، ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم، شرم و حیا اور ناز و ادا اور رعنائی و زیبائی کا ایسا دلنواز پیکر، جسے دیکھ کر آنکھیں آسودگی محسوس کرتی تھیں۔ سعید نے اس تصویر کو

ست لگایا، پھر آنکھوں پر رکھا، پھر تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اس نے
آپ سے دل ہی دل میں گفتگو شروع کر دی۔
لوگ کہتے ہیں بے وفائی محبت کی قاتل ہے کم از کم میری حد تک تو یہ قول بالکل غلط
میں تجھے اب بھی چاہتا ہوں، میں تیرے لئے اب بھی اپنی زندگی داؤں پر لگا سکتا ہوں بلکہ
ہا ہوں، مجھے لے بے وفا، اب بھی تجھ سے اتنا ہی والہانہ عشق ہے جتنا پہلے تھا میرے
ں صرف تیری جگہ ہے کسی اور کی نہیں، ہاں عابدہ مجھ سے محبت کرتی ہے مجھ پر جان
ہے، لیکن اپنے دل کو کیا کروں؟ میں اس سے محبت نہیں کرتا میں اس سے الفت کرنے
رت نہیں رکھتا مانتا ہوں، وہ خوبصورت ہے حسین و جمیل ہے، بانکپن اور طرح داری اس
ہے بلا کی ذہین ہے، تعلیم یافتہ ہے، علوم و فنون پر وسیع نظر ہے، خط اس کا بڑی اچھی ہے اتنا اچھا
ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے صفحہ قرطاس پر موتی جڑ دیئے ہیں لیکن ان خوبیوں کے باوجود میں اس سے محبت
کرتا، کر ہی نہیں سکتا، بیشک اس پر یہ ظاہر کرتا ہوں، فریفتہ ہوں مر رہا ہوں اس پر، لیکن
ٹ ہے میں بالکل اسے نہیں چاہتا، وہ میری آلۂ کار ہے مجھے اس سے کام لینا ہے، اگر اس
ت ٹھکرا دوں، اگر اسے منہ نہ لگاؤں، اگر اس کی آس توڑ دوں، تو اس وفاداری سے میری
ی خدمت نہ کرے گی، میرے اشاروں پر کیوں چلے گی؟ وہ اگر مجھ سے خفا ہو جائے تو
ری اسکیموں کا کیا ہوگا؟ میری تدبیریں کس طرح کامیاب ہوں گی؟ اور میں تجھے کس
حاصل کروں گا۔ تجھے حاصل کرنے کے لئے میں اپنے آپ کو تباہ کر ڈالوں گا، عابدہ کو قربان
ں گا، فرطبہ کی حکومت کا تختہ الٹ دوں گا، ساری دنیا میں تہلکہ مچا دوں گا، کیونکہ
ں کروں گا۔ تو میری زندگی ہے اگر تو نہ ملی تو خدا کی خدائی کو تاراج کر دوں گا، ... دنیا...
کا حق چھین لوں گا اسے ہرگز زندہ نہ رہنے دوں گا۔

مجھے عابدہ پر ترس آتا ہے، وہ دیوانہ وار مجھ سے محبت کرتی ہے، کاش میں بھی اس سے محبت کر سکتا، کاش میں اس کی محبت کی قدر کر سکتا، لیکن نہیں میں ایسا نہیں کر سکتا، اسے دیکھ کر مجھے ترس آجاتا ہے مجھے اس سے ہمدردی ہے لیکن محبت؟ نہیں بالکل نہیں محبت تو میں کسی اور سے کرتا ہوں اس سے جس نے مجھے ٹھکرا دیا، جس نے مجھے فراموش کر دیا، جس نے مجھے کہیں کا نہ رکھا۔

میں سوچتا ہوں اگر کہیں عابدہ نے بھی محسوس کر لیا کہ میں اسے دھوکا دے رہا ہوں، میں اسے بے وقوف بنا رہا ہوں میں اس سے ذرا بھی محبت نہیں کرتا، لیکن اب تک اسے تاریکی میں رکھے ہوئے تھا تو وہ میرے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی؟ اس کی نظر میں میری کیا وقعت رہ جائے گی؟ وہ مجھے کتنا حقیر اور ذلیل سمجھنے لگے گی؟ سمجھے، سمجھا کرے میں مجبور ہوں میں اس سے محبت نہیں کرتا، کر ہی نہیں سکتا! میرا دل میرے قبضہ میں نہیں، میرے پاس نہیں، میرا نہیں، پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟

ساری رات سعید نے انہی تخیلات میں گذار دی، ساری رات وہ یہی باتیں سوچتا رہا کاغذات کے انبار سے جو تصویر نکلی تھی، بس اسی کو دیکھتا رہا، اسی سے باتیں کرتا رہا اسی کو چومتا اور پیار کرتا رہا ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ دوشیزہ کی یہ تصویر ہے اس سے والہانہ محبت کرتا ہے یہ تصویر دیکھ دیکھ کر اس کی حالت غیر ہوئی جا رہی تھی یہ ایک ایسا مشغلہ تھا جس سے اسے سیری نہیں ہوتی تھی!

یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ صبح کی روشنی دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ جلدی جلدی اٹھا، غسل کیا کپڑے بدلے، ناشتہ کیا اور اپنے کتب خانہ میں پہنچ گیا، ابھی دن کا آغاز ہوا تھا۔ کتب خانہ میں سعید نے پہنچتے ہی جو ہر سے دریافت کیا: "کوئی آیا تو نہیں تھا؟"

وہ بولا "میرے آقا بھلا اتنے سویرے کون آئے گا؟ ذرا دن چڑھ لینے دیجئے۔ پھر تو تانتا لگ جائے گا لوگوں کا۔"

سعید نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کتابوں کی الماریوں کا جائزہ لینے لگا۔ یہ کتاب،

نکالی، کچھ ورق اُلٹے اور رکھ دی۔ وہ کتاب اٹھائی، کچھ دیکھا بھالا، اور سیر ہو کر اسے پھر وہیں رکھ دیا جہاں سے اٹھایا تھا، یک بیک اس کی نظر ایک کتاب پر پڑی اور اسے وہ غور سے دیکھنے لگا۔ یہ کتاب علم نجوم سے متعلق تھی، سعید کو اس فن سے دلچسپی تھی، اس کے اصول اور مبادیات سے وہ واقف تھا، بلکہ ایک زمانہ میں تو وہ اس کے تجربے بھی کیا کرتا تھا، آخر اس نے کتاب اٹھائی اور اپنی جگہ آکر بیٹھ گیا اور باقاعدہ مطالعہ کرنے لگا، اتنے میں عابدہ آگئی، عابدہ سے وہ اس خوش اخلاقی اور تپاک سے ملا، گویا واقعی، وہ اس کا عاشق صادق اور محب جانباز ہے اس کے کسی انداز کسی بات کسی طریقہ سے عابدہ یہ نہ محسوس کر سکی کہ اس کی محبت بناوٹ ہے، تصنع ہے، یہ رات کو کسی اور سے صرف ایک تصویر سے چاہت کا اظہار کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا میں عابدہ کو نہیں چاہتا ہیں اس سے محبت کر ہی نہیں سکتا میرا دل میرا نہیں ہے وہ کسی اور کا ہو چکا ہے۔ میں اپنے دل کو مجبور نہیں کر سکتا کہ اسے چاہے، اور اسے نہ چاہے وہ جسے چاہے گا میں بھی بیتابانہ اس سے محبت کرنے لگوں گا!

عابدہ سے کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد سعید پھر کتاب کے مطالعہ میں منہمک ہو گیا کچھ دیر تک تو وہ یہ کیفیت دیکھتی رہی، پھر اس نے کہا۔

عابدہ:۔ کیا پڑھ رہے ہیں آپ؟

سعید:۔ ایک کتاب ہے۔

عابدہ:۔ اتنا تو میں بھی سمجھ سکتی ہوں لیکن یہ کیسی کتاب ہے جس نے آپ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر رکھا ہے؟

سعید:۔ بڑی دلچسپ ——— یہ فن نجوم کے متعلق ہے۔ تمہارا زائچہ اگر میرے سامنے ہوتا تو اس کی مدد سے ساری گذشتہ اور آیندہ باتیں بتا دیتا۔

عابدہ:۔ شکریہ، لیکن نہ مجھے اس فن سے کوئی دلچسپی ہے، نہ ماضی اور مستقبل سے میں تو

ال کی قائل ہوں اور اسی سے دلچسپی لیتی ہوں!

ر :- اس لئے کہ اس فن سے ناواقف ہو۔ اگر ذرا بھی واقف ہوتیں تو سارے کام چھوڑ
کر لیں اسی ایک کام میں مشغول ہو جاتیں،

ہ :- تو اس کا مطلب یہ ہوا مجھے چلا جانا چاہیئے!

ر :- واہ کیوں؟

ہ :- اس لئے کہ آپ اس فن سے دلچسپی رکھتے ہیں اور ضرور یہ چاہتے ہوں گے کہ
سارے کام چھوڑ کر بس اسی ایک کام میں مشغول ہو جائیں۔

ر :- (ہنس کر) ضرورت سے زیادہ ذہانت اچھی نہیں ہوتی بیٹھو، کہو رات کیسی گذری؟

ہ :- بہت اچھی ——— لیکن آپ بھی تو اپنی خیریت سے مطلع کیجیئے۔

ر :- خدا کا شکر ہے، اچھا ہوں، تندرست ہوں۔ یہ سوال کیوں آیا تمہارے ذہن میں؟

ہ :- آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں، چہرہ اترا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ساری رات
جاگ کر گذاری ہے آپ نے؟

ر :- (جھینپ کر) ہاں پہچانا تو تم نے خوب واقعی رات بھر نہ سو سکا۔

ہ :- کیوں؟ کیا بات ہوئی؟

ر :- کچھ نہیں کھٹملوں نے پریشان کر رکھا تھا۔

ہ :- صرف کل؟ روز تو آپ اچھی طرح سوتے تھے؟

ر :- تم نے تو جرح شروع کر دی، بھئی آدمی ہوں، کبھی کبھی انسان زیادہ زود حس ہو جاتا ہے!

ہ :- اچھا یہ بتایئے، اب دوسرا جلسہ کب ہوگا؟

ر :- فکر نہ کرو، جلد ہوگا، اس مرتبہ تم بھی چلوگی؟

ابدہ:۔ شوق سے،

عید:۔ بس تو لے چلیں گے تمہیں!

اتنے میں سعید کی نظر فقیہہ ابن عبدالبر پر پڑی، وہ اس طرف آرہے تھے، سعید مقدم کے لئے سروقد کھڑا ہو گیا، عابدہ نے کچھ شرماتے ہوئے ادب و تعظیم کے ساتھ لام کیا، فقیہہ ابن عبدالبر نے سعید کے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر کہا۔

ن عبدالبر:۔ یہ کون سی کتاب ہے آپ کے ہاتھ میں؟

عید:۔ یہ علم نجوم کے متعلق ایک بڑی کارآمد اور مفید کتاب ہے ——— ملاحظہ کیجئے

علامہ ابن عبدالبر نے کتاب پر ایک سرسری نظر ڈالی اور سعید کو واپس کرتے ہوئے کہا۔

ن عبدالبر:۔ ہاں میں اس کتاب کا مطالعہ کر چکا ہوں، پرانی کتاب ہے اور اپنے فن پر بڑی اچھی کتاب ہے! ——— یہ آج معلوم ہوا، آپ کو بھی سحر اور نیرنجات کے فنون سے دلچسپی ہے خوب،

عید:۔ جی ہاں ہے تو، آپ کے مقابلہ میں تو خیر بالکل نوآزمودہ ہوں ورنہ اس فن سے مجھے خاصی دلچسپی ہے ——— کہئے آپ نے اپنا خطبہ تیار کر لیا جو سفرا کے سامنے آپ کو دینا ہے۔

ن عبدالبر:۔ خوب یاد رکھا بھئی، ہاں اسے تیار کر لایا ہوں!

عید:۔ معرکہ کی چیز ہو گا!

ن عبدالبر:۔ ہاں، کچھ نہ کچھ تو ہے، بڑی محنت کی ہے میں نے اس پر!

بدہ:۔ ہمارے ایسے نصیب کہاں کہ اسے سن سکیں؟

ن عبدالبر:۔ اگر آپ سننا چاہیں، تو میں سنا دوں؟

عابدہ:۔ نیکی اور پوچھ پوچھ نہیے قسمت، ضرور سنائیے!

فقیہ ابن عبد البر نے جیب سے ایک کاغذ نکالا اور سنانا شروع کردیا، واقعی خطبہ
ز امعرکہ آرا تھا، فصاحت و بلاغت اسلوب و انداز، سلاست اور روانی ہر اعتبار
سے بے مثل تھا، یہ خطبہ سننے کے بعد سعید نے کہا۔

سعید:۔ میں پیشن گوئی کرتا ہوں کہ اب قاضی القضاۃ کا منصب بلند آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملے گا

ابن عبد البر:۔ تقدیری امور پر پیشن گوئی کرنا حماقت ہے، جو خدا چاہے گا، وہ ہوگا، لیکن ذرا اپنے فنِ نجوم سے مشورہ کیجیے۔

سعید:۔ سیاروں کی رفتار موقع کیا ہوگی، یہ ابھی نہیں بتایا جا سکتا۔ البتہ اگر جلسہ کی تاریخ معلوم ہوجائے تو بتایا بھی جا سکتا ہے!

ابن عبد البر:۔ وہ تو معلوم ہے، ۱۱ ربیع الاوّل،

یہ سنکر سعید نے کتاب کے ورق الٹے پلٹے، پھر چونک کر کہا۔

"آپ سچ کہتے ہیں؟"

ابن عبد البر:۔ ہاں مجھے تو یہی معلوم ہے کہ استقبالیہ جلسہ ۱۱ ربیع الاول کو ہوگا؟ کیوں کیا اس دن ستاروں کی رفتار ٹھیک نہیں ہوگی؟

سعید:۔ اس دن ستاروں کی رفتار صرف آپ کے موافق ہوگی، اب تک تو میں مذاق کر رہا تھا، اب سنجیدگی کے ساتھ دعویٰ کرتا ہوں کہ قاضی القضاۃ صرف آپ ہوں گے اور کوئی نہیں ہوسکتا ـــــ لیکن اس دن اس خاکسار کو فراموش نہ کر دیجیے گا!

ابن عبد البر:۔ بھلا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہیں؟ آپ کو بھولنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ میں اپنے آپ کو بھول جاؤں!

یدہ:- استقبالیہ جلسہ میں شریک ہو سکنے کی بھی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟

ن عبدالبر:- کیوں نہیں ہو سکتی ہم سے چلیں گے،

میدہ:- تو میں کہاں تلاش کروں اس روز آپ کو؟

ن عبدالبر:- دریائے وادی الکبیر کے کنارے باب الجنان کے پاس جو مسجد ہے وہ دیکھی ہے؟

میدہ:- جی ہاں کئی مرتبہ وہاں نماز پڑھ چکا ہوں!

ن عبدالبر:- بس تو میں وہیں ملوں گا، وہی قصر زہرا میں جانے کا قریب ترین راستہ ہے!

بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ یاسر آگیا، خلیفہ عبدالرحمن الناصر کا خواجہ سرا، سعید اور ن عبدالبر دونوں اس سے تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ ملے، یاسر نے عابدہ کو پہلی مرتبہ دیکھا وہ اس کے حسن وجمال اور رعنائی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا، ابن عبدالبر نے عابدہ کا ارف کراتے ہوئے کہا۔

" یہ بڑی قابلِ قدر خاتون ہیں، علوم وفنون میں ماہر، فن خطاطی میں تو اپنا جواب نہیں تیں، زبان دانی میں اپنی مثال آپ، حسن وجمال میں بے نظیر رعنائی وزیبائی بدرِ منیر ہمہ فت موصوف،

عابدہ نے شرما کر سر جھکا لیا، یاسر ان باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے عابدہ کے بارے میں پوچھا۔

اسر:- کیا یہ شعر وشاعری سے بھی کچھ دلچسپی رکھتی ہیں؟

سعید بول پڑا:" دلچسپی؟ اجی جناب اس فن میں تو یہ یکتا ہیں!

اسر:- واقعی تعجب کی بات ہے!

ت عبدالبر: ہاں اس لئے کہ قرطبہ میں ایسی عورتیں کم ہیں!

یاسر :- حرم سرا میں ایک زہرا کو چھوڑ کر کوئی عورت ایسی نہیں ہے، جسے ایک شعر بھی ڈھنگ کا یاد ہو،

سعید :- انھیں تو بلا مبالغہ ہزاروں شعر یاد ہوں گے!

یاسر :- بڑی خوشی ہوئی یہ سنکر، ہمارے امیر المومنین کو شعر و شاعری سے بڑی دلچسپی ہے سچ پوچھو تو زہرہ سے اتنی والہانہ محبت کا راز صرف یہ ہے کہ وہ ان کی ہم مذاق ہے ایسے ایسے اشعار سناتی ہے کہ کچھ نہ پوچھو، امیر المومنین عبدالرحمٰن الناصر تو اس کے ایک ایک شعر پر پھڑک جاتے ہیں۔ اور نقد جاں نثار کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔

سعید :- اگر یہ بات ہے تو آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ زہرہ ہماری عابدہ کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے۔

یاسر :- یہ تو ماننا ہی پڑتا ہے، کہاں یہ کہاں زہرہ!

اپنی تعریف کی باتیں سنکر عابدہ اتنی شرمائی کہ اس کے لئے یہاں بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ چنانچہ وہ دوسرے کمرہ میں چلی گئی، اس کے جانے کے بعد زیادہ آزادی کے ساتھ اس کے بارے میں بات چیت ہونے لگی۔

یاسر نے کہا :-

یاسر :- میں تو ایسا محسوس کر رہا ہوں کہ زہرہ کو اگر کوئی شکست دے سکتا ہے، تو وہ صرف عابدہ ہے۔

سعید :- یہ تو مشکل نظر آتا ہے، وہ وہی ہے!

یاسر :- نہیں بھائی میں نے خلیفہ کی محبوبہ زہرہ کو دیکھا ہے، روز دیکھتا ہوں۔ یقین کرو حسن و جمال کے اعتبار سے بھی عابدہ زہرہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔

سعید:۔ تمہاری باتوں سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ تم اسے حرم سرائے سلطانی میں پیش کرنا چاہتے ہو؟

یاسر:۔ تم غلط نہیں سمجھتے!

سعید:۔ لیکن ارادہ کہاں کا ہے؟

یاسر:۔ اس سوال کا مطلب میں نہیں سمجھا!

سعید:۔ پوچھنے کا مقصد یہ ہے کہ اسے ناصر کے حضور میں پیش کرنا چاہتے ہو، یا امیر عبداللہ کی بارگاہ میں؟

یاسر نے آنکھ کے اشارہ سے سعید کو منع کیا کہ فقیہ عبدالبر کے سامنے وہ ایسی باتیں نہ کرے، چنانچہ وہ خاموش ہوگیا۔ اور اِدھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں، تھوڑی دیر کے بعد فقیہ ابن عبدالبر بھی اپنے مطالعہ کے کمرے میں تشریف لے گئے، ان کے جانے کے بعد بڑی دیر تک یاسر سعید سے سرگوشی کرتا رہا، کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے لیکن سعید کے چہرے کی بشاشت بتا رہی تھی کہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ سعید کے لئے خوش آیند اور مسرت بخش ضرور ہے۔ کیونکہ اس کی باچھیں کھلی جا رہی تھیں! *

۹

قرطبہ کی آرائش!

آج کیا بات ہے کہ قرطبہ دولہن کی طرح آراستہ پیراستہ نظر آرہا ہے ہر طرف
ہل نظر آرہی ہے، رونق اور گہما گہمی کی یہ کیفیت ہے کہ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے
زہرا کی آرائش و زیبائش کا تو کوئی ٹھکانا نہیں، خوش منظر قندیلیں جابجا لٹک رہی
ھاڑ اور فانوس اپنی ضیا گستری سے آنکھوں کو چکاچوند کر رہے ہیں۔ اس محل کے سبک
ن قطع مکانات اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ چمن بندی نے ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی
ل مہک رہے ہیں کلیاں کھل رہی ہیں، گل بوٹوں کی کثرت نظر کو حیران کئے ہوئے ہے درختوں
کی کیفیت طاری ہے نہروں میں صاف شفاف پانی اس طرح لہریں مار رہا ہے جیسے سانپ!

اس محل کے کئی پھاٹک تھے، اور ہر پھاٹک کا الگ الگ نام تھا، ان کے سامنے
بالا، مضبوط اور مستحکم چبوترے تھے جن پر خوش گذران لوگ آکر بیٹھا کرتے تھے سامنے
ے وادی الکبیر کا پل تھا۔ انسانی صنعت اور ہنر مندی کا یہ بہترین نمونہ تھا۔ اس کا
ھ سو گز اور عرض دو سو گز تھا۔ اس پل پر انیس برج بنے ہوئے تھے جن کی خوشنمائی اور

نظر فریب نے منظر کے حسن میں چار لگا دیئے تھے،

سعید کی قیام گاہ قرطبہ کے جنوبی حصہ میں واقع تھی محل میں داخل ہونے کے لئے اس طرف کے آنے والوں کو پل بہر حال عبور کرنا پڑتا تھا چنانچہ یوم موعود، اور وقت مقررہ پر عالمانہ سج دھج میں سعید اپنے خچر پر سوار ہوا۔ اور قصر شاہی کی طرف چل پڑا، اندلس میں خچر کی سواری دولت مندوں اور مالداروں کے لیئے مخصوص تھی، سعید جب پل پر پہنچا تو اس نے دیکھا۔ ایک خلقت ہے کہ سفرائے قسطنطنیہ کے استقبالی جلسہ میں شرکت کے لئے امڈی آرہی ہے بڑی مشکل سے پل کو عبور کرکے اس چبوترہ پر پہنچا۔ یہاں لوگوں کے انبوہ در انبوہ جمع تھے جتنا جتنا سفیروں کی آمد کا وقت قریب آتا جاتا تھا، اتنا اتنا ہجوم بڑھتا جاتا تھا۔ جیسے جیسے سعید اس ہجوم سے گذر کر سیڑھیوں پہنچا۔ وہاں اس نے خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا مگر فقیہ عبدالبر نظر نہ آئے، عین اس وقت جب وہ مایوسی کے عالم میں واپس جا رہا تھا ایک چوبدار افتاں و خیزاں اس کی تلاش میں سرگرداں نظر آیا جیسے ہی وہ سعید کے قریب پہنچا اس نے کہا

"میرے آقا ابن عبدالبر نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔!"

سعید کی جان میں جان آئی اس نے کہا "لیکن وہ خود کہاں ہیں؟"

وہ بولا "بڑی دیر تک انھوں نے یہاں آپ کا انتظار کیا۔ جب آپ کسی طرح نہ آئے تو پھر وہ اپنی دولت سرا تشریف لے گئے اور وہیں آپ کے منتظر ہیں!"

سعید جھنجلا گیا "لیکن ہمیں تو آج کا جلسہ دیکھنا تھا فقیہ کے گھر پر دعوت کھانے تو ہم نہیں آئے ہیں!"

چوبدار نے مسکراتے ہوئے کہا "میرے آقا آپ تشریف لے چلیں آپ دیکھیں گے ــــــ کہ وہاں سے جلسہ کا منظر بہت اچھی طرح نظر آئے گا"

ابن سعید نے بحث و گفتگو غیر ضروری سمجھی اور چوبدار کے ساتھ ہولیا، واقعی فقیہ ابن
کے انتظار میں ٹہل رہے تھے، اسے دیکھتے ہی لپکے اور پر تپاک طور پر استقبال
کرتے ہوئے شکایت آمیز لہجہ میں کہا۔
بر:۔ بہت انتظار کرایا آج آپ نے۔
لیکن غور تو کیجئے، آج سارا قرطبہ امنڈ پڑا ہے، کیا کروں؟ راستہ چلنا دشوار
ہو رہا تھا۔
بر:۔ خیر تو کوئی مضائقہ نہیں، آپ کی یہ زحمت رائگاں نہ جائے گی، آج کا جلسہ
واقعی قابل دید ہے آپ بہت محفوظ ہوں گے اور یہاں سے خوب جی بھر کے دیکھ سکیں گے
سعید کو لے کر فقیہ ابن عبدالبر اپنی اقامت گاہ کے ایک ایسے حصہ میں لے گئے
کل کی ساری چہل پہل نظر آرہی تھی، سپاہیوں کا ادھر سے ادھر دوڑنا۔ غلاموں
حبشیوں اور ترکوں کی صف بندی،
فقیہ ابن عبدالبر نے پوچھا، "کہئے دیکھ رہے ہیں آپ اچھی طرح سے ـــ؟
سعید نے کہا:۔
ہاں دیکھ رہا ہوں، لیکن میں تو اس جلسہ میں باقاعدہ شرکت چاہتا ہوں!
ابن عبدالبر نے مسکرا کر کہا۔
آئیے میں آپ کو اچھی طرح سیر کراتا ہوں۔!

۱۰

شاندار منظر!

فقیہ ابن عبدالبر نے سعید سے راستہ چلتے چلتے کہا۔

"ذرا شمال کی طرف تو ایک نظر ڈالو!"

سعید نے گردن موڑ کر دیکھا تو عجیب دل افروز اور روح پرور منظر اسے دکھائی دیا، چھوٹے چھوٹے نازک اور سبک محل ایک قطار میں ایسے دلکش نظر آرہے تھے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر ان میں باغیچوں کی کثرت نے اور زیادہ زیبائی اور دلکشی پیدا کر دی تھی، نہروں میں صاف شفاف پانی جھل مل جھل مل کر رہا تھا، نقرئی اور طلائی حوضوں کی جگمگاہٹ عجیب سماں پیدا کر رہی تھی، ان حوضوں میں شیر اور دوسری قسم کے مجسمے موجود تھے، جن کے منہ سے فوارے ابل رہے تھے یہ منظر دیکھ کر سعید نقش حیرت بن گیا۔

ابن عبدالبر۔ میرے دوست کیا بات ہے تم تو ایسا معلوم ہوتا ہے، کھو گئے!

سعید۔ (چونک کر) آپ نے صحیح فرمایا، یہ منظر ہر شخص کو تصویر حیرت بنا دینے کے لئے کافی ہے۔

عبدالبر:۔ (مسکرا کر) یہ جنت کا ٹکڑا ہے، قصر زہرا نہیں،

بدر:۔ بے شک یہی معلوم ہوتا ہے، ہم جنت میں ہیں، جنت اس سے بڑھ کر کیا ہو گی۔
جو ہم دیکھ رہے ہیں۔

عبدالبر:۔ یہی خیال میرا ہے، ؎

اگر فردوس بر روئے زمین است!
ہمین است وہمیں است وہمیں است!

خدا امیر المومنین کی عمر دراز کرے، انھوں نے اپنے دور حکومت میں ایسی شاندار اور
عظیم المرتبت عمارتیں بنا کر دنیا کو ششدر کر دیا ہے۔

بدر:۔ واقعی باہر سے جو لوگ یہاں آتے ہیں وہ مرعوب ہو کر جاتے ہوں گے۔

عبدالبر:۔ تم نے سفیروں کو ابھی تک نہیں دیکھا، میں دیکھ چکا ہوں، اتنے مرعوب نظر
آتے ہیں کہ کچھ نہ پوچھو!

بدر:۔ یہ تو بتائیے، ان نہروں میں، حوض میں فواروں میں پانی کہاں سے آتا ہے؟
میرا خیال ہے دریا سے آتا ہو گا؟

عبدالبر:۔ آج معلوم ہوا تم اتنے تعلیم یافتہ اور واقفِ اسرار و رموز ہونے کے باوجود
ضرورت سے زیادہ سادہ لوح اور بھولے ہو!

بدر:۔ یہ کیوں جناب؟

عبدالبر:۔ ارے بھائی، ذرا سوچو تو دریا کا پانی اتنی بلند جگہ پر کیونکر پہنچ سکتا ہے؟
کیا سیڑھیاں لگا کر؟

بدر:۔ تو پھر یہ کیا راز ہے؟ پانی کہاں سے آرہا ہے؟

ابن عبدالبر:- یہ پانی پہاڑوں سے آرہا ہے، یہ دیوپیکر اور سر بفلک پہاڑ جو تمہیں نظر آرہے ہیں نا؟ یہیں سے!

سعید:- لیکن کیونکر؟ میری سمجھ میں تو یہ بات اب تک نہیں آئی!

ابن عبدالبر:- یہ پانی سیسہ کی نالیوں کے ذریعہ آرہا ہے۔

سعید:- اچھا یہ بات ہے؟ اب میں سمجھا لیکن اس طرح تو بے دریغ روپیہ صرف ہوگیا ہوگا؟

ابن عبدالبر:- اس میں کیا شک ہے خود ہی غور کرلو۔ چٹانوں کو توڑنے، کھودنے، سیسہ کی نالیوں کو منگوانے اور نصب کرنے میں کتنا روپیہ خرچ ہوگیا ہوگا۔ لگا سکتے ہو حساب؟

سعید:- جی نہیں، اتنی بڑی رقم کا حساب کون لگا سکتا ہے!

ابن عبدالبر:- پھر ان تصویروں کو دیکھو کیسی نادر ہیں، ان مجسموں پر نظر ڈالو، کیسے عجیب وغریب ہیں، ان مورتوں کو دیکھو کیسی دلفریب ہیں!

سعید:- جی ہاں دیکھ رہا ہوں، اور خدا کی قدرت یاد کر رہا ہوں۔ لیکن اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال کروں؟

ابن عبدالبر:- شوق سے، بے تکلف پوچھو!

سعید:- ان تصویروں اور مجسموں کو امیر المومنین نے کیسے جائز سمجھ لیا، ضرور آپ سے فتویٰ لے کر یہ سب کچھ کیا ہوگا!

ابن عبدالبر:- بے وقوف ہو تم تو، ایسی باتوں میں دین کا فتویٰ لیا جاتا ہے۔ عالم دین سے فتویٰ نہیں لیتے۔

اتنے میں پل کی طرف سے شوروغوغا کی آواز شدت کے ساتھ بلند ہونا شروع ہوگئیں، دونوں نے مڑکر اس طرف دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ سفیروں کا جلوس آرہا ہے۔ ادھر

خلقت بے تابی کے ساتھ انہیں دیکھنے کے لئے ٹوٹی پڑ رہی ہے۔ ہر ایک اس فکر میں ہے کہ وہ سب سے آگے پہنچ جائے اور بچشم خود جلد از جلد سفیروں کا نظارہ کرے، ساتھ ساتھ زرق برق پوشاکوں میں ملبوس فوج کے نوجوان شاندار گھوڑوں پر سوار گشت کر رہے تھے، کچھ شہر کی آرائش، کچھ اسلامی فوج کا باوقار انداز، کچھ شاہی محلات کی شوکت، کچھ قصر زہرا کا قابل شان نظارہ، ان سب چیزوں نے واقعی سفیروں کو مرعوب کر رکھا تھا، ان کے چہرے سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس جاہ و جلال کے منظر سے بہت زیادہ مرعوب و متاثر ہو رہے ہیں اور شاید عبدالرحمٰن الناصر کا مقصد بھی یہی تھا!

فقیہہ ابن عبدالبر نے سعید سے کہا۔

ابن عبدالبر:- کیوں جناب آپ کچھ سمجھے بھی کہ اس شان و شکوہ سے مقصد کیا ہے امیرالمومنین کا؟

سعید:- بتائیے، میری سمجھ میں کوئی خاص بات نہیں آئی،

ابن عبدالبر:- آپ دیکھ رہے ہیں، سڑک پر دو رویہ سواروں کی صفیں ایستادہ ہیں، حبشی اور ترکی غلام فوق البھڑک اور شاندار لباس میں ملبوس ہر ہر قدم پر کھڑے ہیں، طرح طرح کی چیزیں ان کے ہاتھ میں ہیں ان سب باتوں کا مقصد یہ ہے کہ ان سفرا پر ہمارا رعب بیٹھے۔

سعید:- میرے خیال میں ان بے چاروں پر ضرورت سے زیادہ رعب بیٹھ چکا ہے، مجھے تو ترس آنے لگا ہے ان کی قابل رحم حالت دیکھ کر!

ابن عبدالبر:- (ہنس کر) بات تو یہی ہے ـــــ دیکھتے ہو پل پر غلامان مشکیں کمند کی صفیں کس شان سے کھڑی ہیں۔ باب اعنان پر دیکھو کیسے شاندار پھریرے لہرا رہے ہیں، اور فوج کے سوار جو اپنے قد و قامت کے لحاظ سے مرعوب کن ہیں کس شان اور تجمل سے کھڑے ہوئے ہیں، وہ دیکھنا دوسرے دروازے پر تیر اندازوں کا پرا کھڑا ہے جو کمان

اور ترکش کاندھے پر لٹکائے تصویر جلال بنے کھڑے ہیں۔

سعید:۔ ہاں عجیب نظارہ ہے!

ابن عبدالبر:۔ جب ہم لوگ جو اپنے ہیں مرعوب اور دہشت زدہ ہوئے جا رہے ہیں، تو دوسروں کا جو یہاں کے رہنے والے نہیں کیا حال ہوگا!

سعید:۔ وہ تو دیکھ رہے ہیں،

ابن عبدالبر:۔ آؤ چلیں!

سعید:۔ ہاں چلئے اب ہمیں جلسہ خیر مقدم میں پہنچنا چاہیئے، اگر دیر ہو گئی تو پھر ٹھیک جگہ نہیں ملے گی، اور سارا مزا کرکرا ہو جائے گا،

ابن عبدالبر:۔ بڑے جلد باز ہو بھئی جلسہ کی فکر تم سے زیادہ مجھے ہونی چاہیئے، میری تو تقریر ہے!

سعید:۔ تو پھر چلئے،

ابن عبدالبر: پھر وہی اصرار،

سعید:۔ مجھے ڈر ہے جلسہ نہ شروع ہو جائے،

ابن عبدالبر:۔ بغیر میرے پہنچے ہوئے جلسہ کیسے شروع ہو سکتا ہے۔

سعید:۔ لیکن سفرا تو وہاں پہنچ چکے ہیں!

ابن عبدالبر:۔ پہنچ جانے دو، ہم تمہیں ایسے راستے سے لے چلیں گے کہ سب سے پہلے وہاں پہنچیں گے،

پھر تقیہ ابن عبدالبر نے سعید کو کچھ دیر تک سیر کرائی، اور اس کے بعد ایک خچر کو چھوڑ کر آگے روانہ ہوئے، سعید پر محل کے مناظر سے حیرت طاری تھی۔ ابن عبدالبر نے کہا:

"تم ان معمولی محلات کو دیکھ کر اتنے بد حواس باختہ ہو رہے ہو: جب قصر زہرا کو دیکھو گے

توشاید بے ہوش ہو جاؤ!

سعید:۔ قصر زہرا، کیا ان محلات سے اچھا ہے ؟

ابن عبدالبر:۔ ارے میاں، قصر زہرا کے سامنے تو جنت بھی، ہیچ[1] ہے، تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، ایک معمولی بات وہاں کی یہ ہے کہ متعدد عمارتیں سونے اور چاندی کی ہیں۔

سعید:۔ (نفرت سے) کیا امیر المومنین کے لئے یہ جائز ہے کہ سونے چاندی کے محلات میں رہیں ؟

ابن عبدالبر:۔ یہ بحث پھر کریں گے، آؤ، واقعی کافی دیر ہو گئی ہے!

---

[1] نعوذ باللہ

کلیاتِ اقبال

اقبال کا کلام آج بھی ہمارے لئے زندگی کا وہ انوکھا پیغام ہے جس کو پڑھ کر عزت و احتشام کی طرف قدم خود بخود بڑھنے لگتے ہیں۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا تمام کلام ایک جگہ جمع کر کے انتہائی دل نشین اور دیدہ زیب طریقہ سے چھپوا کر شائع کیا گیا ہے۔ کاغذ بہترین، کتابت طباعت نفیس۔ قیمت مجلد پانچ روپے ۵/-

ملنے کا پتہ:۔ جہاں گیر بک ڈپو کھاری۔ باؤلی۔ دہلی

۱۱

قصر زہرا

آخر مختلف محلوں، باغیچوں اور دل آرا سبزہ زاروں کی سیر کرتے ہوئے سعید اور نفیسہ ابن عبدالبر، خاص قصر زہرا میں داخل ہوئے، یہ محل واقعی ہر اعتبار سے یکتا اور بے نظیر تھا۔ اس کی دیواروں پر اس خوبی سے میناکاری کی گئی تھی، اور چھتوں پر اس ہنر مندی سے نقش و نگار بنائے گئے تھے کہ دیکھ کر آدمی عش عش کر اٹھتا تھا قدم قدم پر ہر طرح کے مجسمے نظر آتے تھے، ان کا آرٹ اتنا مکمل تھا، کہ معلوم ہوتا تھا بس اب بولا ہی چاہتے ہیں، یہ سارا منظر ایسا حسین منظر مرغوب اور دلربا تھا کہ قدم آگے بڑھنے کے بجائے ٹھٹھک کر رہ جاتے تھے، جی چاہتا تھا یہیں ٹھہرے رہو اور انسان کی ہنر مندی اور صنعت اور گری کا اوج و کمال دیکھتے رہو،

محل کے ہر چہار طرف ان گنت خادم اور دربان اور چوبدار طرح طرح کی خوش نما اور قیمتی وردیوں میں ملبوس بڑی مستعدی اور چوکسی سے اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے تھے کمر میں سنہرا پٹکا، پٹکے میں جڑاؤ خنجر، ٹوپیوں پر طرے کی طرح کلغی لگی ہوئی جو ہوا میں لہراتی ہوئی بڑی اچھی معلوم ہوتی تھی، یہ منظر دیکھ کر سعید دہشت زدہ سا ہو گیا۔ اس کی ہستی گم ہو گئی، وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ جب

قصرزہرا کی دلکشی اور زیبائی کا باہر سے یہ عالم ہے تو اندر سے تو نہ جانے یہ کیا چیز ہوگا جہاں
وقت قسطنطنیہ کے سفیر اور دوسرے ممالک کے نمائندے رونق افروز ہوں گے وہ یہ سوچ
رہا تھا کہ ایک خادم دوڑتا ہوا فقیہ ابن عبدالبر کے پاس آیا۔ وہ جانتا تھا فقیہ صاحب شہزادہ عبد
کی ناک کے بال ہیں امیرالمومنین بھی ان کے علم و فن کے قائل تھے، شہر میں بھی ان کی بڑی مان
ہے۔ اس نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ کہا۔

"آیئے اندر تشریف لے چلئے!"

فقیہ عبدالبر نے سعید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میرے ساتھ یہ میرے ایک دوست بھی ہیں"

اس نے عرض کیا "تو کیا ہوا؟ آپ کے ساتھ جو بھی آئے، وہ آسکتا ہے کس میں ہمت ہے کہ آپ
باز پرس کرسکے، یا اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ کرنے کی جرأت کرے؟ آیئے تشریف لایئے!"

یہ سنکر فقیہ صاحب تبسم کناں آگے بڑھے، سعید بھی کان دبائے ان کے پیچھے پیچھے
ہو لیا، سنگ مرمر کی سیڑھیاں طے کر کے یہ لوگ ایک ایوان میں پہنچے، یہ ایوان اپنی سجاوٹ
اور آرائش کے اعتبار سے خاص طور پر قابل دید تھا فرش زمین پر نہایت اعلیٰ درجہ کے قالین
غالیچے بچھے ہوئے تھے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے نشست گاہیں نصب تھیں کمرہ کے وسط
میں تخت شاہی بچھا ہوا تھا، اس پر موتی ہیرے جواہرات اور سونے چاندی کا کام کیا ہوا
تخت پر ایک چتر تھا، یہ بھی ہیروں اور موتیوں کی آب و تاب سے جگ مگ جگ مگ کر رہا
نظر کا ٹھہرنا محال تھا، سونے اور چاندی کی انگیٹھیوں میں عود اور عنبر سلگ رہے تھے اب
تک امیرالمومنین خلیفۃ المسلمین عبدالرحمٰن الناصر تشریف فرما نہیں ہوئے تھے، انہی کا
انتظار کیا جا رہا تھا۔ اور اس وجہ سے لوگ اب تک اپنی اپنی نشستوں پر نہیں بیٹھے تھے

نظر یاسر پر پڑی، سعید نے اشارہ سے اُسے بلایا، قریب آیا تو کہا۔

سعید:- یہاں تک تو فقیہہ کے ساتھ میں پہنچ گیا۔ اب تم دستگیری کرو تو کام بنے!

یاسر:- میں ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔

سعید:- تو بس کسی طرح، اندر قصر شاہی کے پاس بٹھا دو۔

یاسر:- معاف فرمایئے گا، یہ نہیں ہو سکتا، جب تک امیر المومنین تشریف فرما نہ ہو جائیں، کوئی بھی ادھر نہیں جا سکتا، ورنہ مجھے کوئی عذر نہ تھا۔

سعید:- تو مجھے یہیں کھڑا رہنا چاہیئے!

یاسر:- میں کیا عرض کر سکتا ہوں ——— ہاں ایک بات ہو سکتی ہے۔

سعید:- وہ کون سی بات؟ کہو شاید مطلب برآری کی کوئی صورت نکل سکے؟

یاسر:- میرے خیال میں بہتر یہ ہوگا کہ آپ وہ سامنے جو دروازہ نظر آرہا ہے، وہاں چلیئے، وہاں سے سب کچھ آسانی کے ساتھ نظر آئے گا، پھر جب امیر المومنین تشریف لے آئیں تب آپ بھی سب کے ساتھ اندر آ کر فقہا اور علما کی صف میں آرام سے بیٹھ جایئے گا۔

سعید:- فقہا اور علما کی صف میں مجھے کس طرح جگہ مل سکے گی؟

یاسر:- بڑی آسانی سے، آخر آپ تنہا تو ہیں نہیں، فقیہہ ابن عبدالبر آپ کے ساتھ ہیں!

سعید نے یاسر کی اس ترکیب پر عمل کیا اور دروازہ پر پہنچ گیا۔ واقعی وہاں سے سارا منظر دکھائی دے رہا تھا، اور رہر آیند درونہ کا نظارہ ہو رہا تھا۔ اتنے میں مجمع کے اندر ایک ہلچل سی پیدا ہوئی، خواجہ سرا اور غلام مستعد ہو کر، اپنی اپنی جگہ پر ایستادہ ہو گئے۔ سعید نے نظر اٹھا کر دیکھا، تو فقیہہ ابن عبدالبر بھی گھبرائے ہوئے نظر آنے لگے، اس نے پوچھا۔

سعید: کیا بات ہے آپ کچھ پریشان سے نظر آرہے ہیں؟

ابن عبدالبر: ہاں امیر المومنین تشریف لارہے ہیں،

سعید: تو آپ مضطرب کیوں ہیں؟

ابن عبدالبر: نہیں کوئی خاص بات نہیں، اب جلسہ کی کارروائی بہت جلد شروع ہونے والی ہے!

سعید سمجھ گیا، یہ اضطراب اس خطبہ کے سلسلہ میں ہے جو فقیہ ابن عبدالبر آج کے اجتماع میں دینے والے ہیں۔ اتنے میں واقعی امیر المومنین کی سواری آگئی، خلیفہ عبدالرحمن ناصر کا رنگ گورا تھا، رخساروں پر خون کی سرخی جھلک رہی تھی، آنکھیں نیلگوں تھیں لیکن ان میں ذہانت اور فراست کی چمک تھی، چہرہ سے داب شاہی اور جلالِ شہریاری ہویدا تھا، ماتھا چوڑا، آواز باوقار، اس کا لباس مرصع اور سج دھج بالکل وہی تھی جو کسی زمانہ میں خلفائے بنوامیہ کی ہوا کرتی تھی، اس کے ہاتھ میں عصا تھا، جسے ٹیکتا ہوا خراماں خراماں حاضرین کے سلام کا جواب دیتا، اور مسکراتا آگے بڑھ رہا تھا، اگرچہ وہ بوڑھا ہو چکا تھا لیکن ذہانت اور شگفتہ مزاجی اس کی ایک ایک حرکت سے نمایاں تھی،

سعید ہکا بکا خلیفہ کی صورت دیکھ رہا تھا، اس نے ذہن میں خلیفہ کی بہت سی تصویریں بنا رکھی تھیں، لیکن یہ تصویر کسی سے بھی مشابہ نہیں، اس صورت میں اور ذہن کی بنائی ہوئی تصویروں میں زمین آسمان کا فرق تھا، اس میں رعب تھا، جلال تھا، جاذبیت تھی، کشش تھی، وہ خلیفہ کے بارے میں بہت بری رائے رکھتا تھا اس کی جان لینے کا تہیہ کر چکا تھا، اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کی خفیہ جد وجہد کر رہا تھا، لیکن آج جب اس نے خلیفہ کو دیکھا تو وہ مرعوب ہو گیا اس کے عزائم اب بھی قائم تھے، اس کے ارادوں میں کسی طرح کا تزلزل نہیں تھا، اس کا پروگرام وہی تھا، جو وہ طے کر چکا تھا، لیکن یہ سب چیزیں اپنی جگہ پر تھیں، اور خلیفہ کی وجاہت اپنی جگہ

جب ابن عبدالبر نے اس کی یہ محویت دیکھ کر کہا۔
"دیکھا تم نے خلیفہ کو؟"
وہ بولا!
"ہاں دیکھ لیا!"
نقیہ نے پوچھا۔
"کیسا پایا؟"
وہ کہنے لگا۔
"جیسا ایک شاندار فرماں روا کو ہونا چاہیئے، واقعی خلیفہ کے چہرے پر وہ رعب اور وقار ہے، جو صرف ایک اولوالعزم فرماں روا کا حصہ ہوتا ہے!

اپنا وقت ضائع نہ کیجیے

اگر پڑھنے کی فرصت ہے تو صرف مستند اسلامی ناول پڑھیئے جن کو پڑھ کر آپ اپنے اس مقام کو آسانی سے سمجھ جائیں گے جو قدرت نے آپ کے لیئے مخصوص فرما دیا ہے ایسی کتابیں ملنے کا واحد ذریعہ:۔

جہاں گیر بک ڈپو۔ کھاری باؤلی۔ دہلی۔

۱۲

قسطنطنیہ کے سفیروں کی آمد

دربار میں خلیفہ کے پہنچتے ہی رنگ ہی دوسرا ہو گیا، سب کی گردنیں جھک گئیں اور ایک سناٹا سا چھا گیا۔ خلیفہ اطمینان سے تخت شاہی پر متمکن ہوا، اتنے میں دروازہ پر اس کی نظر ڑی اور تبسم اس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگا، سعید کو اس تبسم پر حیرت تھی لیکن جب اس نے روازہ کی طرف دیکھا تو حیرت جاتی رہی، خلیفہ کا ولی عہد سلطنت امیر حکم آ رہا تھا، خلیفہ اس ے بےحد محبت کرتا تھا، جب وہ قریب آ گیا تو خلیفہ نے اُسے اپنے پہلو میں داہنی طرف گہ دی، حکم بھی بڑا جامہ زیب خوب رو، خوش اندام وجیہہ اور بارعب شخصیت کا مالک تھا، خلیفہ و اگر اس سے اتنی غیر معمولی محبت تھی تو بے وجہ نہ تھی، حکم اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز ھا، اس میں سعادت تھی، محبت تھی، خدمت تھی، اطاعت تھی، ایک باپ کے لئے اس سے ڑھ کر خوشی اور مسرت کی کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ اس کا بیٹا صالح اور سعید ہو، اور حکم میں یہ صوصیت بدرجۂ اتم پائی جاتی تھی، لہٰذا جب وہ اسے دیکھتا تھا، اس کا غنچہ دل کھل اٹھتا تھا اور وہ [illegible]

ہی دیر ہوئی ہو گی کہ شہزادہ عبداللہ آتا ہوا نظر آیا، یہ حکم کا چھوٹا بھائی تھا۔ خلیفہ نے اس کی بھی محبت اور توجہ کے ساتھ پذیرائی کی، اور اپنے پہلو میں بائیں طرف بٹھا لیا، نفیمہ کا تعلق شہزادہ عبداللہ سے تھا۔ اس نے سعید سے پوچھا۔

"کہو شہزادہ عبداللہ کو تم نے دیکھ لیا؟"

سعید:۔ جی ہاں بہت اچھی طرح؟

ابن عبدالبر:۔ ان کے بارے میں کیا رائے قائم کی تم نے؟

سعید:۔ اگر میری صحیح رائے دریافت کرنا چاہتے ہیں، تو مجھے یہ عرض کرنے میں تامل نہیں، کہ میں نے شہزادہ عبداللہ کو سب سے بہتر پایا۔

ابن عبدالبر:۔ (خوش ہو کر) آخر اس کی وجہ بھی تو ہو گی؟

سعید:۔ وضع دیکھیے کتنی سادہ ہے، لباس میں بھی شاہانہ زیبائش اور آرائش کا نام نہیں اور یہ حقیقت تو سب کے علم میں ہے کہ شہزادہ کو علم سے کتابوں سے، مطالعہ سے عشق ہے، مجھے تو ایسے ہی آدمی سے لگاؤ ہو تا ہے!

ابن عبدالبر:۔ (اور زیادہ خوش ہو کر) واقعی تم نے سچ کہا۔

سعید:۔ اور میرا خیال تو یہ ہے کہ خود شہزادہ کو یہ زندگی دل سے پسند نہ ہو گی!

ابن عبدالبر:۔ کیا مطلب؟

سعید:۔ اپنے مزاج اور طبیعت کے اعتبار سے شہزادہ شہزادہ نہیں عالم ہے، ادیب ہے، شاعر ہے، فقیہہ ہے، اسے ٹھاٹھ کی زندگی سے کیا سروکار ہو سکتا ہے؟

ابن عبدالبر:۔ بہت خوب، بہت خوب، تمہاری رائے بالکل درست ہے بلکہ مجھے تو تمہاری فراست اور روشن ضمیری کا پر حیرت ہے!

سعید:۔ یہ کیوں جناب ؟
ابن عبدالبر:۔ تم نے جتنی باتیں کہیں سب سچ ہیں، واقعی شہزادے کی طبیعت اس ٹھاٹھ کی زندگی کو پسند نہیں کرتی۔ زہد و تقویٰ کا مادہ ان میں بہت زیادہ ہے، کسی خواجہ سرا کی مجال نہیں کہ ان کے محل کی دہلیز پر قدم رکھ سکے، نماز اور روزہ، مطالعہ، بس یہی مشاغل ہیں شہزادے کے، اس کے برعکس باپ اور بڑے بھائی یعنی ولی عہد میں دنیاداری کی پوری شان موجود ہے!
سعید:۔ کاش یہ ولی عہد ہوتے، ایسے شخص کے ہاتھ میں اگر خلافت کی باگ آجاتے، تو بخدا کایا پلٹ جائے، حالات سدھر جائیں اور اصلاح ملی کا کام خود بخود انجام پا جائے، یہ جتنی خرابیاں نظر آتی ہیں سب دور ہوجائیں، حکام و عمال میں جتنے نقائص ہیں پھر ان کا پتہ بھی نہ لگے گا،
ابن عبدالبر:۔ یا تو یہ نقائص نہ رہیں گے ورنہ پھر یہ حکام اور عمال برسر اقتدار نہ رہیں گے،
سعید:۔ (ہنس کر) بجا ارشاد فرمایا آپ نے — میری تو دلی دعا ہے کہ خلافت اس جوان صالح کے ہاتھ میں آئے!
ابن عبدالبر:۔ (آہستہ سے) ایسی باتیں یہاں نہ کرو، دیوار ہم گوش دارد، اگر کسی کے کان میں بھنک بھی پڑ گئی تو نہ تمہاری خیر ہے، نہ میری،
ابن عبدالبر کی اس تنبیہہ سے سعید خاموش ہو گیا اور پھر جلسہ گاہ کا نظارہ کرنے لگا، تھوڑی دیر کے بعد دوسرے شہزادے عبدالعزیز، اصبغ اور مروان بھی آ گئے، خلیفہ نے خواجہ سرا یاسر سے کہا کہ قبیلہ مروان کے تمام لوگوں کو اندر بلا لیا جائے، چنانچہ اس کے سرگروہ منذر، عبدالجبار اور سلیمان آ گئے، اور تخت کے پاس اپنی اپنی نشست پر متمکن ہو گئے

علما اور فقہا کا گروہ آیا، یہ بھی علی قدرِ مراتب اپنی اپنی نشست پر جلوس فرما ہو گئے، اس کے بعد فوج کے لوگ آئے، یہ مختلف دستے تھے، ہر دستہ اپنی شان اور ٹھاٹھ دکھاتا ہوا آیا اور اس کے آتے ہی دربار پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی، کیفیت اور اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ وقت کے بڑے بادشاہوں اور سلطانوں کے دربار میں بھی اس رعب اس تزک و احتشام اس دبدبہ اور طنطنہ اس داب شہر یاری اور وقار کج کلاہی کا ایک کرشمہ بھی نظر نہیں آتا تھا، جو یہاں اس وقت دکھائی دے رہا تھا۔ اتنے میں یاسر، افتاں و خیزاں حاضر ہوا، خلیفہ کے سامنے دونوں ہاتھ سینہ پر باندھ کر اور سر جھکا کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے فرمایا:۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وہ گردن جھکائے ادب سے بولا۔

"قسطنطنیہ کے سفیر، دربار ہال کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ اگر حکم عالی ہو تو ان کی پیشوائی کر کے دربار میں لے آیا جائے؟"

خلیفہ نے لطف و عنایت کے لہجہ میں جواب دیا۔

"ہاں، جاؤ، اور انہیں پورے اعزاز و احترام کے ساتھ لے آؤ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں!"

سفرا کی آمد آمد سے حاضرین دربار بھی سراپا اشتیاق و انتظار بن گئے، کیونکہ بڑی دیر سے وہ اسی لئے بیٹھے تھے کہ سفیر آئیں اور جلسہ کی کارروائی شروع ہو تھوڑی دیر میں یاسر خلیفہ کے حسب الحکم ان سفیروں کے ساتھ نمودار ہوا، ان کی تعداد زیادہ نہ تھی صرف چند آدمی تھے۔ لیکن ان کی اہمیت بہت زیادہ تھی، یہ ایک بہت بڑی مملکت کے نمائندے تھے، وجاہت اور شان ان کے چہروں سے برس رہی تھی، اس جماعت کا جو سردار تھا، وہ

سب سے پہلے اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے اس کے دوسرے ساتھی پہنچے، تخت شاہی کے سامنے پہنچ کر سفیروں کے سربراہ نے ادب اور احترام کا اظہار اس طرح کیا کہ اپنے سر سے ٹوپی اتار لی اور دوسرے ہمراہیوں نے بھی یہی کیا، پھر جب یہ لوگ تخت خلافت کے بالکل قریب پہنچ گئے، تو ان پر خلیفہ کا رعب اس درجہ طاری ہوا کہ کھڑے نہ رہ سکے، سجدہ میں گر پڑے پھر اٹھے اور چند قدم چلنے کے بعد پھر سجدہ ریز ہو گئے، جب بالکل پاس آ گئے تو خلیفہ نے سامنے کی مسندوں پر انھیں بیٹھنے کی اجازت دی، یہ مسندیں تخت شاہی سے کوئی دس گز کے فاصلہ پر ہوں گی، ان لوگوں کے ساتھ ایک آدمی اور تھا، اس کے ہاتھ میں ایک تحفہ تھا اس کا لباس بھی سفراء سے الگ اور ممتاز تھا، اس نے سجدہ تو نہیں کیا، لیکن ہر مرتبہ جب اس کے سفیر ساتھی سجدہ ریز ہونے تھے تو اپنا سر رکوع کی حد تک جھکا دیتا تھا، اس کے تمام ساتھی مسند پر بیٹھ گئے، لیکن یہ بدستور تحفہ ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑا رہا، خلیفہ نے بھی اس طرف کچھ توجہ نہ کی، اور دربار کی کارروائی شروع ہو گئی ——— ؟

ام آبان

صادق حسین سردھنوی کا وہ دل نشیں ناول جس کو پڑھ کر آپ بھولے نہ سمائیں گے، جس میں ایک مسلمان عورت کے وہ کارنامے درج ہیں، جن کو پڑھ کر آپ حیرت زدہ ہو جائیں گے۔ قیمت تین روپے 3/-/-

ملنے کا پتہ:۔ جہاں گیر بک ڈپو۔ کھاری باؤلی۔ دہلی

۱۴

شاہِ قسطنطین کا تحفہ!

خلیفہ ناصر، سفرا کی طرف متوجہ ہوا، تو سب سے پہلے ان سفیروں کے سربراہ نے ادب سے کھڑے ہو کر خلیفہ کو دوزانو ہو کر سلام کیا، پھر اس شخص نے جس کے ہاتھ میں تحفہ تھا، ایک سونے کا صندوقچہ پیش کیا، اُسے کھولا گیا، تو اس میں سے سنہرے حرفوں میں لکھا ہوا، ایک مکتوب برآمد ہوا مکتوب کے ایک حصہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصویر تھی، اور دوسرے حصہ پر شاہ قسطنطین اور اس کے ولیعہد کی تصویر تھی، خلیفہ نے الٹ پلٹ کر خط دیکھا، پھر ترجمان کی طرف بڑھا دیا کہ وہ اس کا ترجمہ سنائے، ترجمان نے خط سناتے ہوئے کہا، شاہ قسطنطین اس امر پر فخر اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ انھیں آپ سے شرفِ مکاتبت حاصل ہوا، ان کے دل میں آپ کی بے پایاں عزت اور عظمت ہے ان کے لیے اس سے بڑھ کر مسرت بخش بات کوئی نہیں ہو سکتی، اور اس امر سے بڑھ کر مایۂ فخر کوئی اور کام نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے آپ کو امیر المومنین کے نیازمندوں اور دوستوں میں شمار کریں، شاہِ قسطنطین دل سے آپ کی درازیٔ عمر اور ترقیٔ اقبال کے لئے خدائے قدوس کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں!

خط سنایا جا رہا تھا اور خلیفہ کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑتی جا رہی تھی معلوم ہو رہا تھا خلیفہ شاہ قسطنطین کے اس اظہار فروتنی سے بہت خوش ہوئے خط سننے کے بعد انھوں نے سربراہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا،

ہم کسی سے دشمنی نہیں رکھتے، ہمارا مذہب ہمیں تعصب اور تنگ دلی سے دور رہنے کی ہدایت کرتا ہے، اس کی تعلیم ہے کہ جو تم سے دوستی اور خلوص کا اظہار کرے تمہیں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے شاہ قسطنطین کو ہمارا یہ پیام پہنچا دیا جائے کہ اس کے اظہار نیاز و مودت سے ہم خوش ہوئے اور اسے اپنا دوست کہنے میں ہم مسرت محسوس کرتے ہیں!

پھر سربراہ نے کہا۔

"اگر تاج دار ذی وقار اجازت دیں تو وہ فہرست تحائف بھی خدمتِ عالی میں پیش کر دوں جو میرے شہنشاہ نے مجھے مرحمت فرمائی ہے!"

خلیفہ نے جواب دیا "ہاں تمہیں اس کی اجازت ہے!"

چنانچہ اس نے فہرست پیش خدمت کی، خلیفہ نے اسے بھی الٹ پلٹ کر دیکھا، پھر ترجمان کی طرف بڑھا دیا، ترجمان نے وہ فہرست خلیفہ کو سنا دی، اس میں تین کتابوں کا ذکر بھی تھا، ایک یونانی میں عہد قدیم کی لکھی ہوئی نباتات پر کتاب تھی، اس میں جن نباتات کا ذکر تھا، ان کی تصویریں بھی تھیں، دوسری کتاب لاطینی زبان میں تھی، یہ بھی بہت قدیم تھی اس کا موضوع طب اور حفظانِ صحت تھا، ایک تیسری کتاب اور تھی، یہ بھی قدیم ترین کتابوں میں تھی لیکن قسطنطین کے علمائے دربار اس کے بارے میں یہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھے کہ کس زبان میں ہے، اور اس کا موضوع کیا ہے؟

خلیفہ کا چہرہ اب پہلے سے زیادہ بشاش ہو گیا۔ ان نادر کتابوں کو بطور تحفہ قبول کرنے

سے اسے واقعی بڑی خوشی ہوئی تھی، اس نے سفیروں کے سربراہ کو پہلے سے زیادہ لطف و عنایت کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے کہا،

شاہ قسطنطین کے اس تحفہ کو ہم دلی شکریہ کے ساتھ قبول کرتے ہیں، یہ نادر کتابیں بھیج کر انھوں نے ہمیں ممنون کر لیا ہے ہمارے یہ الفاظ ان تک پہنچا دیجیے کہ ہم ان کے ممنون ہیں، یہ انمول اور بے بہا تحفہ ہم فخر کے ساتھ قبول کرتے ہیں، شاہ قسطنطین نے شاید یہ بات کسی طرح معلوم کر لی ہے کہ ہم کتابوں سے کتنا غیر معمولی شغف رکھتے ہیں، اسی لئے انھوں یہ گراں مایہ تحفے ہمیں بھیجے ہیں۔ ہم ان کی اس فراست کی قدر کرتے ہیں،

ان رسمیات کے بعد ولی عہد سلطنت شہزادہ حکم نے فقیہ ابن عبدالبر سے استدعا کی کہ وہ تشریف لائیں اور خطبہ دیں، فقیہ وقار او متانت سے اسٹیج پر آئے، انھوں نے فصیح و بلیغ عربی میں ایک برمحل اور پاکیزہ خطبہ دیا، لیکن چونکہ وہ اتنے بڑے اور ایسے ہیبت افزا جلسوں میں خطبہ دینے کے عادی نہیں تھے، اس لئے گھبرا گئے، خطبہ بہت اچھا تھا لیکن اس اچھائی کو طرز ادا میں نہ نبا سکے فقیہ ابن عبدالبر کے بعد اسمٰعیل نے ایک اچھی تقریر کی، بعد ازاں فقیہ منذر ابن سعید نے ایک نہایت عمدہ خطبہ دیا۔ طرز ادا کے اعتبار سے یہ خطبہ خلیفہ کو اتنا پسند آیا کہ وہ بعد میں قاضی القضاۃ بنا دیئے گئے،

حکم کا طرز عمل فقیہ ابن عبدالبر کو کھٹکا کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ ولی عہد سلطنت جس چاؤ محبت اور اپنائیت کے ساتھ منذر سے پیش آیا ان سے نہیں آیا لیکن انھوں نے اس بات کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں دی، لیکن سعید تاک میں تھا کہ کسی طرح فقیہ ابن عبدالبر کو حکم سے برگشتہ کردے، اس لئے کہ اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا تھا، چنانچہ اس نے جلسہ ختم ہونے کے بعد ایسی باتیں شروع کر دیں جن کا نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ حکم اور فقیہ ابن عبدالبر میں ایسی خلیج پیدا ہو جائے جو کبھی پٹ سکے، چنانچہ اس نے کہا۔

سعید۔ آج کا جلسہ یوں تو بہت کامیاب رہا لیکن ایک بات سے مجھے بہت دکھ پہنچا۔

ابن عبدالبر۔ وہ کون سی بات ہے میرے عزیز؟

سعید: شہزادہ حکم کا برتاؤ آپ کے ساتھ کچھ اچھا نہیں تھا۔

ابن عبدالبر۔ (اس موضوع کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہوئے) نہیں یہ بات تو نہیں، نہ جانے تم نے یہ رائے کیسے قائم کر لی، مجھے تو ولی عہد سے کوئی شکایت نہیں ہے میری نظر میں وہ مرد معقول ہیں۔

سعید: میں انھیں بالکل نامعقول سمجھتا ہوں۔

ابن عبدالبر۔ (مسکرا کر) کیوں بھئی کیوں؟

سعید: وہ بدتمیز ہے، شوخ چشم ہے، علم کا دشمن ہے!

ابن عبدالبر: الزامات کی فہرست کب تک سناتے رہو گے، کوئی بات بھی تو کہو۔

سعید: اس کا برتاؤ منذر کے ساتھ عقیدت مندانہ تھا اور آپ کے ساتھ حاکمانہ؟

ابن عبدالبر۔ (کچھ سوچتے ہوئے) یہ تم نے کس طرح جانا؟

سعید: آپ کو حکم نے جب خطبہ دینے کے لئے بلایا تو صرف فقیہ کے لفظ سے یاد کیا آپ جب اسٹیج پر پہنچے تو وہ آپ کے استقبال کے لئے کھڑا نہیں ہوا، آپ سے کوئی گفتگو نہیں کی، آپ کا تعارف حاضرین سے نہیں کرایا آپ کے خطبے پر کوئی کلمۂ خیر نہیں کہا۔

ابن عبدالبر۔ ہاں تو؟

سعید: اور منذر کو جب اس نے بلایا تو بہت سے تعظیمی الفاظ استعمال کئے، سرو قد کھڑا ہو کر اس کا استقبال کیا، اس کے تعارف میں ایک تقریر جھاڑ ڈالی، اس سے معانقہ کیا اور تقریر کے دوران میں بار بار "مرحبا" اور "جزاک اللہ" "شاباش اور آفرین" کے الفاظ

توسط اور انی کے سے استعمال کر رہا! ——— کیا یہ آپ کی کھلی
توہین نہیں ہے؟ تعجب ہے ایسا شخص ولی عہد سلطنت بنایا جارہا ہے!

ابن عبدالبر:- (ٹھنڈی سانس لے کر) ہاں بھئی اپنی اپنی رائے ہے، ولی عہد صاحب متند رسے زیادہ متاثر نہیں، میری ان کی نظر میں کوئی خاص وقعت نہیں،

سعید:- لیکن میرے دل میں تو ہے، ہمارے دل میں تو ہے، قرطبہ کے ایک ایک باشندے کے دل میں ہے۔ یہ توہین فقیہہ ابن عبدالبر کی نہیں، علم کی ہے، انسانیت کی ہے۔ شرافت کی ہے، میں اس حقیقت کا گواہ ہوں کہ عوام کے دلوں میں آپ کی کتنی بے پایاں عزت اور وقعت ہے بلکہ میں تو یہ دیکھ رہا تھا کہ حکم کے اس طرز عمل کو حاضرین نے پسند نہیں کیا۔

ابن عبدالبر:- اچھا ——— !

سعید:- جی؟ آپ تو صرف ایک عالم ہیں لوگوں کی طرف نہ آپ متوجہ ہوتے ہیں نہ ان کی پرواہ کرتے ہیں۔ آپ سر جھکائے بیٹھے تھے اور میں دیکھ رہا تھا کہ لوگ کتنی حقارت اور ناپسندیدگی کی نظروں سے حکم کو دیکھ رہے تھے!

ابن عبدالبر:- ہاں ہوگا۔ میں نے تو اس کی طرف توجہ نہیں کی!

سعید:- بخدا، یہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ ولی عہد بنایا جائے!

ابن عبدالبر:- لیکن یہ چیز ہمارے تمہارے اختیار سے باہر ہے خلیفہ کے معاملات میں کون مداخلت کرسکتا ہے؟ وہ جسے چاہے اپنا ولی عہد نامزد کردے!

سعید:- میں نہایت ادب کے ساتھ آپ کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں!

ابن عبدالبر:- یہ کیوں بھئی؟

سعید:- اس لئے کہ جسے آج ولی عہد نامزد کیا جارہا ہے، وہ کل خلیفہ ہوگا۔ ہم پہ حکمرانی کریگا۔

اس کے اشارہ چشم و ابرو پر ہم سب کو چلنا پڑے گا، اس کی اطاعت اور فرمانبرداری ہم پر واجب ہوگی۔

ابن عبدالبر:- ہاں یہ سب کو کرنا ہی پڑے گا!

سعید:- تو ہم ایسے شخص کے ہاتھ میں اپنی قسمت کی باگ کیسے دے دیں۔ جو جاہل ہے جو علم کی قدر نہیں کر سکتا، جو عالموں اور فقیہوں اور خطیبوں سے بے ادبی کرتا ہے جو ان کی منزلت اور مقام سے ناواقف ہے۔

ابن عبدالبر:- ٹھیک ہے، لیکن یہ تو سوچو ہو کیا سکتا ہے؟

سعید:- بہت کچھ ہو سکتا ہے!

ابن عبدالبر:- تو بتاؤ!

سعید:- شہزادہ عبداللہ کو کیوں نہ ولی عہد بنایا جائے؟

ابن عبدالبر:- ناممکن!

سعید:- آخر کیوں؟

ابن عبدالبر:- خلیفہ ہرگز اسے یہ منصب نہ دیں گے!

سعید:- وہی تو دریافت کر رہا ہوں!

ابن عبدالبر:- خلیفہ کی مرضی —— ولی عہد وہی ہو گا جسے وہ چاہیں!

سعید:- اچھا میرے ایک سوال کا جواب دیجئے،

ابن عبدالبر:- پوچھو،

سعید:- عبداللہ اور حکم میں کیا نسبت ہے؟

ابن عبدالبر:- سوال واضح نہیں ہے، میں نہیں سمجھا تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟

سعید۔ حکم زیادہ قابل ہے یا عبداللہ؟

ابن عبدالبر۔ عبداللہ کی قابلیت اظہر من الشمس ہے، دشمن بھی اس کے علم و فضل، وسعت نظر اور ذوق مطالعہ کے مداح و معترف ہیں، ان کا علمی پایہ کسی بڑے عالم سے کم نہیں ہے کیا سمجھتے ہو اسے؟

سعید۔ کردار اور سیرت کے اعتبار سے آپ ان دونوں میں کسے ترجیح دیتے ہیں؟

ابن عبدالبر۔ بھائی میری رائے کا جہاں تک تعلق ہے، مجھے تو عبداللہ حکم سے کہیں زیادہ جلیل القدر نظر آتا ہے، وہ کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں؟ اور سچ کہتا ہوں، برائی ڈھونڈے سے بھی نظر نہیں آتی اس میں!

سعید۔ مانتا ہوں، اچھا ایک سوال کا جواب اور دیجیے، تدبر، معاملہ فہمی، دوراندیشی اور اصابت رائے کے اعتبار سے حکم کا پلہ بھاری ہے، یا عبداللہ کا!

ابن عبدالبر۔ اس معیار سے بھی عبداللہ اپنے بڑے بھائی حکم سے بہت آگے ہے بہت آگے،

سعید۔ پھر ہم اسے ولی عہد کیوں نہ بنائیں؟ بتائیے؟

ابن عبدالبر۔ میرے عزیز میں کہہ چکا ولی عہد مقرر کرنا خلیفہ کا کام ہے، میرا یا تمہارا نہیں!

سعید۔ کیا نہیں، ہم خلیفہ کو مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اسے ولی عہد بنائے جسے ہم چاہتے ہوں!

ابن عبدالبر۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ سن لو کان کھول کے،

سعید۔ وجہ بتائیے!

ابن عبدالبر۔ عبدالرحمٰن الناصر جس شخص کا نام ہے وہ جھکنا نہیں جانتا۔ اسے جھکایا نہیں جا سکتا، وہ اپنی رائے بدلنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

سعید۔ بہت خوب اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایک ملحد اور زندیق بلکہ فاسق و فاجر کو اپنا

امام: اپنا سردار، اپنا سرگروہ مان لیں؟ یہ نہیں ہو سکتا،

ابن عبدالبر: یہ الفاظ کس کے لئے کہہ رہے ہو؟ کون ملحد ہے؟ زندقہ کا الزام کس پر ہے؟

فاسق و فاجر کسے بنا رہے ہو، میرے بھائی؟

سعید: آپ کے ممدوح اور اپنے معتوب، شہزادہ حکم کو،

ابن عبدالبر: یہ بالکل نئی بات میں نے آج سنی ہے ——— تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ

وہ تو اچھا خاصا مرد مسلمان ہے۔

سعید: جی، مرد مسلمان ہے۔ فلسفہ زدہ ———!

ابن عبدالبر: فلسفہ زدہ اور شہزادہ حکم؟

سعید: جی ہاں ——— وہی ہے، جو فلسفہ سے ذوق رکھتا ہے، جو فلسفہ کی کتابیں پڑھتا

ہے، جو فلسفہ کی دی ہوئی عقل سے مذہب کو جانچتا ہے، جس پر فلسفہ اس درجہ

حاوی ہو گیا ہے کہ وہ مذہب کی ملکیت سے باہر نکل چکا ہے اب اس کی نظر میں

کتب فلسفہ کی جو وقعت ہے وہ مذہبی کتابوں کی نہیں!

ابن عبدالبر: لاحول ولا قوۃ ——— یہ تم نے کیسے جانا؟

سعید: یہ نہ پوچھئے، مگر یہ حقیقت ہے، میں حلف شرعی اٹھا سکتا ہوں اس دعوے پر!

ابن عبدالبر: پھر تو یہ بڑی افسوسناک بات ہے،

سعید: صرف افسوسناک؟ شرمناک نہیں؟ ناقابل برداشت نہیں؟

ابن عبدالبر: ہاں، شرمناک بھی اور ناقابل برداشت بھی!

سعید: پھر بھی آپ اس کی ولی عہدی کی تائید کریں گے؟

ابن عبدالبر: میں کب تائید کرتا ہوں؟ میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ اس معاملے میں ہم بے بس ہیں!

سعید:۔ جی نہیں، جس بات کا عزم کر لیا جائے، اس کا حصول دشوار نہیں ہوتا، اگر ہم عزم کر لیں کہ اس ملحد اور زندیق شہزادے کو ولی عہد نہیں بننے دیں گے، تو خلیفہ ناصر کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی اسے ولی عہد نہیں بنا سکتی!

ابن عبدالبر:۔ (مسکرا کر) اچھا ہم نے عہد کر لیا کہ ہم اسے ولی عہد نہ بننے دیں گے، اب کیا ہوگا؟

سعید:۔ وہی جو آپ نے کہا ہے؟

ابن عبدالبر:۔ میں تمہاری ان باتوں کو بالکل طفلانہ سمجھ رہا ہوں،

سعید:۔ لیکن ایک وقت آئے گا کہ آپ دیکھ لیں گے!

ابن عبدالبر:۔ میری سمجھ میں نہیں آتا جب خود میں اپنی توہین پر زیادہ متاثر نہیں ہوں، تو تم اس درجہ برہم کیوں ہو رہے ہو؟ جانے دو، ہٹاؤ اس قصہ کو، خدا پر چھوڑ دو یہ معاملہ

سعید:۔ خدا کا نام لے کر، آپ نے مجھے تو مشتعل کر دیا!

ابن عبدالبر:۔ یہ کس لئے؟

سعید:۔ میں تو آپ کے سامنے طفلِ مکتب اور جاہل مطلق ہوں، لیکن بتلائیے، جب خدا پوچھے گا کہ تم نے ایک فاسق و فاجر اور ملحد و زندیق شخص کو کیوں اپنا امام، اور سردار مان لیا تو آپ کیا جواب دیں گے؟ ہوگا آپ کے پاس کوئی جواب؟ اور میں تو صاف کہہ دوں گا کہ جب فقیہ ابن عبدالبر جیسے شخص نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی، تو میں نے بھی کر لی، کیا کرتا، میں کوئی ان سے بڑا عالم اور فقیہ تو تھا نہیں!

ابن عبدالبر:۔ میں ہرگز ایسے بد اطوار شخص کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتا، مجھے خدا کو منہ دکھانا ہے۔

سعید:۔ جزاک اللہ ——— یہی میں بھی چاہتا تھا، یہ جواب ہے آپ کے رتبۂ علم و فضل،

کے شایانِ شان، الحمدللہ، جو توقع آپ کی ذاتِ گرامی سے تھی، وہ پوری ہوئی،

ابن عبدالبر:- لیکن میرے بھائی، سوال بدستور اپنی جگہ پر قائم ہے میں بیعت نہیں کروں گا.. ضرورت ہوئی تو یہاں سے ہجرت کر جاؤں گا۔ مانتا ہوں، تم بھی یہی کرو گے۔ لیکن دوسرے لوگ کیا کریں گے؟ انھیں بیعت سے کس طرح روکا جائے گا؟

سعید:- ہم روکیں گے انھیں،

ابن عبدالبر:- (حیرت سے) تم؟

سعید:- جی میں ـــــ اگرچہ میری حیثیت ایک مشتِ خاک سے زیادہ نہیں، لیکن الحمد میرا سینہ مذہبی جذبہ سے معمور ہے، میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا، مگر یہ کام کبھی ہونے دوں گا، کبھی نہیں، کسی حالت میں اور کسی قیمت پر نہیں!

ابن عبدالبر:- اچھا اب خاموش ہو جاؤ، برسرِ عام اس طرح کی باتیں مناسب نہیں، پھر کسی وقت اطمینان سے بیٹھ کر ان مسائل پر غور کریں گے!

بغداد کی حسینہ

عبدالحلیم شرر کا یہ ناول مسلمانانِ عالم کے لئے وہ عظیم الشان اعلان جس کو پڑھ کر آج ہم ذلت کی زندگی کو خیرباد کہہ کر آبرو اور عزت کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے 3/8/.

ملنے کا پتہ:- جہانگیر بک ڈپو۔ کھاری باؤلی۔ دہلی۔

۱۳

جادو چل گیا!

سعید سے رخصت ہوتے وقت ابن عبدالبر نے کہہ دیا تھا کہ وہ کتاب عقد الفرید لے کر شام کو شہزادہ عبداللہ کے دردولت پر حاضر ہو، سعید نے آنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ عابدہ میرے ساتھ ہوگی، اس رخصت ہو کر وہ گھر پہنچے بہت تھک گئے تھے، کھانا کھایا اور آرام کرنے لیٹ گئے، لیکن نیند نہ آئی، شہزادہ حکم کے بارے میں سعید نے اتنا اکسادیا تھا کہ وہ بار بار آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرتے تھے، لیکن حکم کا خیال کانٹے کی طرح ان کی آنکھوں میں چبھنے لگتا تھا، اور نیند کوسوں دور بھاگ جاتی تھی۔ اس کا الحاد، اس کا زندقہ، اس کا فسق و فجور، وہ ایک ایک بات پر غور کرتے تھے اور ان کی نفرت کا پارہ لمحہ بہ لمحہ اونچا ہوتا جاتا تھا، سعید نے کچھ اس معصومیت سادگی اور غلو بھی کے ساتھ انھیں حکم کے خلاف بھڑکایا تھا کہ انھوں نے اس کی ضرورت ہی نہ سمجھی کہ غور کریں اس میں صداقت اور واقعیت کہاں تک ہے؟ حکم بے چارے پر یہ اتہام اور الزام تو نہیں؟ وہ بے سوچے سمجھے اس سے برہم اور متنفر ہو چکے تھے اور اب حالت یہ تھی کہ نہ اس کے بارے میں

کوئی کلمۂ خیر سن سکتے تھے، نہ کہہ سکتے تھے،

بڑی دیر تک وہ اسی کشمکش میں بستر پر پڑے کروٹیں بدلتے رہے، یہاں تک کہ دن ڈھل گیا اور نیند سے مایوس ہو گئے، اتنے میں ان کا خادم دیرینہ داخل ہوا۔ اسے اس طرح ناوقت اور بے موقع آتا دیکھ کر وہ چونک پڑے،

"کیا بات ہے، ہمارے آرام میں خلل ڈالنے تو کیوں آ گیا؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا، "شہزادہ عبداللہ کا خادم آیا ہے!"

فقیہ نے پوچھا "کیا پیام لایا ہے؟"

وہ عرض گذار ہوا، "شہزادے صاحب نے آپ کو ابھی اسی وقت یاد فرمایا ہے!"

یہ سن کر فقیہ صاحب بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور خادم سے کہا "ہمارا خچر تیار کرو!"

جلدی جلدی کپڑے بدلے اور خوب اچھی طرح ٹھیک ٹھاک ہو کر باہر تشریف لائے خچر تیار کھڑا تھا اس پر بیٹھے اور شہزادہ عبداللہ کے در دولت پہ پہنچ گئے، محل میں فقیہ کو بغیر اذن و اطلاع جانے کی اجازت تھی، پھر بھی احتیاطاً خواجہ سرا سے پوچھ لیا کرتے تھے اس وقت بھی انھوں نے یہی کیا اور عبداللہ کے خادم خاص سائر سے دریافت کیا۔

"شہزادہ صاحب کہاں تشریف رکھتے ہیں؟"

اس نے جواب دیا "وہ کتب خانہ میں بیٹھے کتابوں کا مطالعہ کر رہے ہیں —— کیا آپ کی اطلاع کر دوں جا کر؟"

فقیہ نے استغنا سے کہا "نہیں اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں، میں خود ہی لائبریری چلا جاتا ہوں، وہاں مل لوں گا"

کتب خانہ کے دروازے پر شہزادہ عبداللہ کھڑا تھا، اس کے دل میں فقیہ کی بڑی

عزت تھی، وہ فقیہ کی پیشوائی کے لئے لپکا، مصافحہ کیا اور بڑے اخلاق سے کہا

"آیئے تشریف لایئے، میں آپ سے ملنے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا!"

ابن عبدالبر:۔ کیوں خیر تو ہے؟

عبدالبر:۔ یونہی کئی دن ہو گئے، آپ سے کسی علمی مسئلہ پر گفتگو نہیں ہوئی اب سرکاری مصروفیتیں آپ کی بھی ختم ہو گئیں میری بھی، تو میں نے کہا آپ کو زحمت دوں، لیکن میری اس طلبی سے آپ کے معمولات میں کوئی خلل تو نہیں پڑا؟

ابن عبدالبر:۔ بالکل نہیں مجھے خود آپ کے پاس آ کر آپ کے پاس بیٹھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے یہ کوئی نئی کتاب ہے؟

عبداللہ:۔ جی ہاں آپ کا خیال درست ہے، بالکل نئی کتاب ہے ــــ ایک زندہ مصنف کی اور خوش قسمتی سے وہ مصنف یہیں قرطبہ میں موجود ہے!

ابن عبدالبر:۔ کون ہو سکتا ہے وہ مصنف؟

عبداللہ:۔ اسمٰعیل بن قاسم!

ابن عبدالبر:۔ اوہ میں سمجھ گیا ــــ اپنے آپ کو بہت بڑا فلسفی سمجھتا ہے!

عبداللہ:۔ اور ہے بھی!

ابن عبدالبر:۔ یہ کتاب خود اس نے آپ کے حضور میں نذر گزرانی ہے؟

عبداللہ:۔ جی نہیں یہ کتاب مصنف نے ولی عہد سلطنت کی خدمت میں پیش کی تھی، انھوں نے مطالعہ کے لئے مجھے مرحمت فرمائی ہے اگر پسند آئی تو نقل کرا کے کتب خانہ میں رکھ لوں گا!

ابن عبدالبر:۔ تو یہ ٹھاٹھ ہیں حضرت کے!

عبداللہ:۔ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں آپ؟

ابن عبدالبر:۔ اسمٰعیل بن قاسم کے بارے میں، اس کا فرض تھا کہ وہ کتاب آپ ہی کی خدمت میں

پیش کرتا، وہ جانتا ہے خاندان خلافت میں شہزادہ عبداللہ سے بڑھ کر علم کا شائق، عالموں کا سرپرست اور فنون و صناعات کا کوئی مربی نہیں ہے، پھر بھی اس نے تغافل برتا۔

عبداللہ:۔ جی ہاں ، اس نے شاید بھائی صاحب کی خدمت میں اس لئے پیش کر دیا کہ وہ ولی عہد مملکت ہیں ممکن ہے کچھ انعام بھی دیں اور قیمت الگ!

ابن عبدالبر:۔ تو انعام دینے میں آپ کب بخیل ہیں!

عبداللہ:۔ (مسکرا کر) ہوگا، یہ کوئی ایسی بات نہیں جسے اہمیت دی جائے، میں نے تو اس پر غور بھی نہیں کیا،

ابن عبدالبر:۔ جی نہیں، یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی دور رس نتائج کی حامل ہوتی ہیں!

عبداللہ:۔ تو کیا نتیجہ نکالا آپ نے؟

ابن عبدالبر:۔ شائد میرے نتیجہ سے آپ اختلاف کریں۔ شاید میرے نکالے ہوئے نتیجہ سے آپ برہم ہوں!

عبداللہ:۔ نہیں ایسا نہیں ہوگا، بے تکلف فرمایئے، میں آپ کی دقعت کرتا ہوں، آپ کے خیالات کی میرے دل میں عزت اور منزلت ہے!

ابن عبدالبر:۔ بات یہ ہے کہ اسمٰعیل صاحب بھی فلسفی ہیں اور ولی عہد صاحب کو بھی فلسفہ سے لگاؤ ہے، ان دونوں کا یہ ارتباط ہے تو خطرناک نظر آتا ہے!

عبداللہ:۔ میں نہیں سمجھتا اس میں خطرہ کی کیا بات ہو سکتی ہے!

ابن عبدالبر:۔ دیکھئے جناب ہم مسلمان ہیں ہمیں اپنے دین پر، مذہب پر، شریعت پر ناز ہے،

عبداللہ:۔ بے شک ہر مسلمان کو ناز ہونا چاہئے، کسے نہیں ہے؟

ابن عبدالبر:۔ حضرات فلاسفہ کو ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو فلسفی کہتے ہیں، جو اپنی عقل کو امام

اور رہبر مانتے ہیں جو دین اور مذہب کا مذاق اڑاتے ہیں، جن کی نظر میں مذہبی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں،

عبداللہ۔ یہ آپ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ کیا بھائی صاحب کے بارے میں؟

ابن عبدالبر۔ بے شک!

عبداللہ:۔ لیکن میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ ایسے نہیں ہیں!

ابن عبدالبر:۔ یہ آپ نہیں کہہ رہے ہیں حق نہیں بول رہا ہے، صداقت کی یہ آواز نہیں ہے، یہ بھائی بول رہا ہے، یہ خون کی آواز ہے، لیکن میں آپ سے کہوں گا، تھوڑی دیر کے لئے رشتہ سے قطع نظر کیجئے، اور حقائق پر غور کیجئے!

عبداللہ:۔ بالکل عجیب بات سن رہا ہوں، اور وہ بھی پہلی مرتبہ! اب اس سے پہلے آپ نے یہ سب کچھ کیوں نہیں فرمایا۔؟

ابن عبدالبر:۔ اس لئے کہ اصلاح کی امید تھی، حالات کے ساز گار ہو جانے کی توقع تھی، اور اب وہ امید منقطع ہو چکی ہے، وہ توقع ناکام ہو چکی ہے!

عبداللہ:۔ کیوں؟ یہ بھی تو بتائیے!

ابن عبدالبر:۔ میں آپ سے زیادہ حکم کو جانتا ہوں، میں نے یہ بات سمجھ لی ہے کہ وہ اب راہ راست پر نہیں آ سکتا، لہذا وہ ولی عہدی کا بھی مستحق نہیں ہے، ہرگز نہیں!

عبداللہ:۔ (بے انتہا حیرت زدہ ہو کر) یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

ابن عبدالبر:۔ میں درست کہہ رہا ہوں، مجھے اپنی رائے پر اصرار ہے اپنے خیال کی صداقت پر یقین ہے،

عبداللہ:۔ (تلخی کے ساتھ) لیکن میں ان باتوں پر اعتماد نہیں کرتا!

ابن عبدالبر:۔ آج نہیں کرتے تو کل کرنا پڑے گا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امیر المومنین نے آپ جیسے لائق، فائق اور عالم فاضل بیٹے کی موجودگی میں، حکم کو ولی عہد بنا کیسے دیا؟

عبداللہ۔ وہ مجھ سے بڑے ہیں!

ابن عبدالبر۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے؟

عبداللہ:۔ انہی کا حق تھا!

ابن عبدالبر:۔ یہ بھی غلط ـــــ حق عمر کی بنا پر نہیں ہوتا، استحقاق کی بنا پر ہوتا ہے اور حکم کو اس منصب کا کسی طرح بھی استحقاق نہیں، کیا گذشتہ خلافتوں میں ایسی مثالیں نہیں ملتیں، کہ بڑی اولاد کی موجودگی میں چھوٹا لڑکا ولی عہد بنادیا گیا ہو؟

عبداللہ:۔ ضرور ملتی ہیں، لیکن ایسی مثالیں تلاش کرنے سے حاصل کیا ہوگا؟

ابن عبدالبر:۔ یہی کہ ان اچھی مثالوں کی پیروی کی جائے!

عبداللہ۔ یعنی حکم کی ولی عہدی منسوخ کردی جائے؟

ابن عبدالبر:۔ جی ہاں صاف الفاظ میں کہتا ہوں میرا یہی مطلب ہے!

عبداللہ۔ (ناگواری کیساتھ) خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے آپ میرے استاد ہیں بزرگ ہیں محترم ہیں، میری نظر میں، اس لیے یہ باتیں میں نے سن لیں، ورنہ ایسی باتیں میں نہیں برداشت کرسکتا، مجھے اپنے باپ سے عقیدت ہے اور اس کے فیصلہ سے میں کامل طور پر متفق ہوں، مجھے اپنے بڑے بھائی سے محبت ہے اور میں اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اس کی ولی عہدی منسوخ کردی جائے اور یہ منصب مجھے سونپ دیا جائے، باتیں کرنے کے لئے اور بھی بہت سے موضوع ہیں کسی اور موضوع پر بات چیت کیجئے، لیکن اسے چھوڑ دیجئے!

ابن عبدالبر۔ آپ کی خاطر سے میں خاموش ہو جاؤں گا چپ سادھ لوں گا لیکن دوسروں کا کیا کیجئے گا؟

عبداللہ:۔ دوسرے کون؟

ابن عبدالبر:۔ ساری مخلوق، قرطبہ کا ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ولی عہد حکم کے بجائے عبداللہ ہو ۔

کس کس کو آپ منع کریں گے، کس کس کی آپ زبان پکڑیں گے؟ کس کس پر آپ قدغن لگائیں گے، یہ تو سارے قرطبہ کی آواز ہے، ایک اکیلے ابن عبدالبر کی نہیں!

عبداللہ: کچھ بھی ہو، مجھے یہ باتیں پسند نہیں، میں ایسی باتیں بالکل نہیں سننا چاہتا۔

ابن عبدالبر: اگر آپ نے یہ باتیں سننے سے انکار کر دیا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟

عبداللہ: کچھ نہیں ہوگا!

ابن عبدالبر: جی نہیں بڑی خوفناک صورت رونما ہو جائے گی۔

عبداللہ: یعنی کیا ہوگا؟ کیا غدر ہوگا؟ بغاوت ہو جائے گی؟ شورش برپا ہو جائے گی؟

ابن عبدالبر: ہاں یہی ہوگا، آپ نے یہ باتیں طنزاً پوچھی ہیں، اور میں آپ سے عرض کر رہا ہوں بلکہ آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مواد پک چکا ہے، ذرا سی ٹھیس پر وہ باہر نکل آئے گا!

عبداللہ: آج آپ نہ جانے کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں، آپ کو بھائی صاحب سے یہی شکایت ہے نا کہ ان پر فلسفہ کا زیادہ غلبہ ہے؟

ابن عبدالبر: جی ہاں، صرف مجھی کو نہیں سب کو شکایت ہے۔

عبداللہ: تو میں اس کا تدارک کر دوں گا، مطمئن رہیئے!

ابن عبدالبر: تدارک؟ ——— آپ تدارک کس طرح کر دیں گے!

عبداللہ: میں بھائی صاحب کو سمجھا دوں گا وہ آیندہ ایسی باتیں نہیں کیا کریں گے، آپ حضرات کو اب کسی شکایت کا موقع نہیں دیں گے، بس؟

ابن عبدالبر: (مسکرا کر) بہت خوب، یہ آپ کی خام خیالی ہے۔ پڑھے لکھے ہوئے جن کسی کے سکھائے نہیں سیکھتے!

۱۴

چنگاری آگ بن رہی ہے!

فقیہ ابن عبدالبر اور شہزادہ عبداللہ میں باتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ شہزادہ خادم خاص سائرؔ حاضر ہوا، شہزادے نے پوچھا، "کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

وہ بولا، "دروازے پر ایک کتب فروش کھڑا ہے، جو شہزادہ والا مرتبت سے ملنا چاہتا ہے، میں نے نام پوچھا تو سعید بتایا، اگر اجازت ہو تو حاضر خدمت کروں؟

عبداللہ۔ (فقیہ کی طرف متوجہ ہو کر) کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں؟

ابن عبدالبر۔ خوب جانتا ہوں، آپ سے اس کا ذکر بھی آچکا ہے، ... ... ، یہ وہی شخص ہے جس کے پاس عقد الفرید ہے۔

عبداللہ۔ اوہ میں سمجھ گیا (سائر سے مخاطب ہو کر) فوراً بلاؤ ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں سعید حاضر ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریشمی جزدان تھا، جس میں کتاب تہ کی ہوئی تھی، شہزادہ عبداللہ نے سعید پر ایک نظر ڈالی اور فرشِ ندیں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لطف و عنایت کے لہجہ میں فرمایا، "آؤ بیٹھو!"

سعید بڑے ادب کے ساتھ دو زانو ہو کر سلام گذار ہوا، پھر مسند بیٹھ گیا،

عبداللہ:- کیا تم وہ کتاب لائے ؟"

سعید:- جی ہاں لایا ہوں !"

یہ کہہ کر اس نے کتاب شہزادہ عبداللہ کی خدمت میں پیش کر دی شہزادے نے جزدان سے کتاب نکالی اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا، پھر اس نے کتاب بند کرتے ہوئے کہا:-

عبداللہ:- نہایت پاکیزہ خط ہے، کس نے لکھی ہے یہ کتاب ؟

فقیہہ:- شاید آپ کو یاد نہیں رہا، پہلی بار جب میں نے آپ سے سعید کا ذکر کیا تھا، تو عرض کر دیا تھا، یہ ایک خاتون کی تحریر ہے اور کتنی دلکش ؟

عبداللہ:- واقعی بہترین خط ہے،

سعید:- جناب والا وہ بہترین خطاط ہی نہیں عالمہ اور فاضلہ بھی ہے، وہ شعر بھی کہتی ہے علوم و فنون پر بھی اس کی نظر ہے جناب، محترم فقیہہ صاحب تو اس سے مل چکے ہیں !

فقیہہ:- تم نے غلطی کی، تمہیں چاہیئے تھا اسے بھی ساتھ لاتے تاکہ شہزادے سے اس کی ملاقات ہو جاتی !

سعید:- وہ میرے ساتھ حاضر ہوئی ہیں اگر اذن باریابی ہے تو ابھی حاضر ہو جائیں گی، انہیں خود شہزادہ والا مرتبت سے ملنے کا اشتیاق ہے"

عبداللہ:- ہاں میں اس خاتون سے ملوں گا، لیکن ذرا دیر کے بعد، پہلے یہ بتایئے آپ کے پاس کوئی اور کتاب بھی ہے !

سعید:- بہت سی کتابیں اس خادم کے پاس ہیں !

عبداللہ:- میرا مطلب ہے کوئی نئی کتاب ؟

عبداللہ:۔ (اپنے ہاتھ کی کتاب سعید کی طرف بڑھاتے ہوئے) آپ اس کتاب الامالی کا ذکر تو نہیں کر رہے ہیں، جو اسمٰعیل بن قاسم نے لکھی ہے؟

سعید:۔ (کتاب ہاتھ میں لے کر ورق گردانی کرنے کے بعد) جی نہیں اس کتاب کے بارے میں تو میں عرصہ سے جانتا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ ولی عہد بہادر کے لئے یہ کتاب تالیف ہو رہی ہے، چنانچہ ان کی اس پر مُہر بھی ہے، واقعہ یہ ہے کہ کتابوں پر وہ بے دریغ روپیہ صرف کرتے ہیں، مصنفوں اور مولفوں کی جتنی قدر دانی اور حوصلہ افزائی وہ فرماتے ہیں، اس زمانہ میں کوئی نہیں کرتا،

عبداللہ:۔ تو پھر آپ کے پاس کون سی کتاب ہے؟

سعید:۔ جی ہاں ایک دوسری کتاب ہے!

عبداللہ:۔ لیکن اس کا نام کیا ہے مرد خدا؟

سعید:۔ میں صرف یہ عرض کر سکتا ہوں کہ وہ اس کتاب سے قدر و قیمت میں کہیں زیادہ ہے!

عبداللہ:۔ مصنف یا مؤلف کا نام کیا ہے؟

سعید:۔ جی ——————————،

عبداللہ:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے آپ اس کا ذکر کرنا نہیں چاہتے، لیکن میں نہیں سمجھتا اس میں اخفا کی کیا ضرورت ہے؟ کم از کم نام تو بتا دیجئے،

سعید:۔ بات یہ ہے کہ غلام امانت میں خیانت نہیں کرنا چاہتا، میرا اپنے اوپر نفرین کرنے کو جی چاہ رہا ہے کہ میں نے آپ کے سامنے اس کا ذکر ہی کیوں کیا؟

عبداللہ:۔ عجیب بات ہے!

فقیہ :- کیا اس کا نام ظاہر کرنے میں کسی کا خوف مانع ہے؟

سعید :- جی یہی بات ہے!

فقیہ :- کیا اس ملک میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جس کا خوف ہمارے شہزادہ سے زیادہ کیا جائے؟

سعید :- امیرالمومنین خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر کے بعد اگر کسی سے ڈرا جاسکتا ہے تو وہی ہے -

عبداللہ :- شاید آپ کی مراد میرے برادر بزرگ شہزادہ حکم سے ہے؟

سعید :- شہزادہ کا خیال بالکل صحیح ہے۔

عبداللہ :- لیکن یہاں کی دہاں نہیں پہنچ سکتی، آپ بغیر کسی اندیشہ کے کہیئے!

فقیہ :- اب تمہیں ذرا بھی تامل نہ کرنا چاہیئے۔ شہزادہ کی حکم عدولی بڑا جرم ہے!

سعید :- لیکن مجھے اپنی جان کا خطرہ جو ہے!

فقیہ :- تم بے وقوف ہو، بھلا شہزادہ عبداللہ کی اماں اور پناہ میں آنے کے بعد کسی
کی جان کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے؟

عبداللہ :- کوئی اندیشہ نہ کرو، صاف صاف کہدو وہ کون سی کتاب ہے؟

سعید :- میں جانتا ہوں، شہزادہ حکم کے ذوق میں اور آپ کے ذوق میں زمین و آسمان کا فرق
ہے وہ ایک ادبی کتاب ہے اور صرف آپ ہی کے لئے موزوں ہوسکتی ہے،

فقیہ :- یعنی وہ فلسفہ کے موضوع پر نہیں ہے جس سے ولی عہد صاحب کو غایت درجہ کی دلچسپی ہے؟

سعید :- نہیں یہ بات تو نہیں۔ اگر انھیں ادب سے دلچسپی نہ ہوتی تو ایسی لاجواب کتاب
عالم وجود میں آتی؟

عبداللہ :- اس بحث کو چھوڑ دو، کتاب کا نام بتاؤ؟

سعید :- اس کتاب کا نام اغانی ہے یہ فن موسیقی پر سب سے بڑی اور عجیب و غریب کتاب ہے وہ

اس میں راگوں کی تاریخ ہے مجلسی واقعات ہیں بادشاہوں اور کجکلاہوں کی داستانیں ہیں مغنیوں اور مطربوں کی کہانیاں ہیں، تہذیب اور تمدن کے واقعات ہیں، ماضی کی ایسی تصویر کشی کی گئی ہے کہ بایدو شاید، سچ تو یہ ہے کہ اپنے موضوع پر نایاب اور بہترین کتاب ہے، محاورات عرب، اور ادبیات عرب میں اپنی مثال آپ ہے۔

عبداللہ۔ لیکن اس کا مصنف کون ہے؟ کیا موصلی؟

سعید۔ جی نہیں اس کا مصنف ابوالفرج اصبہانی ہے شعر و ادب میں یکتا، تاریخ، رجال میں بے مثل، راگ اور موسیقی کا امام، محاضرات اور تاریخ اور انساب کا پیشوا،

عبداللہ: میں سمجھ گیا، واقعی ابوالفرج کی قابلیت اور حاضر دماغی کا جواب نہیں، لیکن تمہیں یہ گراں مایہ کتاب کب اور کس طرح ملی؟

سعید:۔ یہ نہ پوچھئے، میں بغداد گیا تھا، وہاں اس کے چند ورق ایک جگہ میری نظر سے گذرے پڑھتے ہی میں لوٹ پوٹ ہو گیا، یہاں آیا تو معلوم ہوا ولی عہد کو اس کی خبر پہنچ چکی ہے اور وہ اس کے حصول کی کوشش کر رہے ہیں، بس پھر میں خاموش ہو گیا۔

نعیمہ:۔ یعنی ولی عہد ہی اس کتاب سے مستفید ہو سکتے ہیں، کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا، یہ کیا بات ہوئی؟

سعید:۔ میں کیا عرض کر سکتا ہوں؟

نعیمہ:۔ بہر حال وہ کتاب شہزادہ عبداللہ کے کتب خانہ میں آئے گی، بہت جلد آئے گی، اور یہ کام سعید تم ہی کو انجام دینا پڑے گا۔

سعید:۔ میں حاضر ہوں، لیکن ایسا نہ ہو معتوب ہو جاؤں۔

نعیمہ:۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا، بھلا یہ ممکن ہے کہ تم شہزادہ کے لئے ایک کام کرو اور

کوئی تمہیں گزند پہنچانے کی جرأت کرے ؟

عبداللہ۔ تعجب ہے بھائی صاحب، اب علم و ادب کے ہر میدان میں جولانیاں دکھا رہے ہیں!

فقیہہ۔ جی ۔ اور یہ تو ابھی ابتدا ہے ـــــــــ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا ؟

ـــــــــ بہر حال وہ کتاب آئے گی اور ضرور آئے گی!

عبداللہ۔ (عقد الفرید دیکھتے ہوئے) واقعی اس کتاب کا خط بہت پاکیزہ ہے۔ دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی،

سعید۔ جناب مشہور عالم اور یگانہ خطاط ابن مقلہ سے واقف ہوں گے؟ ملاحظہ فرمائیے، شان خط بالکل وہی ہے یا نہیں؟

عبداللہ۔ ہاں واقعی بالکل وہی ہے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک عورت نے لکھا ہے ـــ؟

سعید۔ یہ نوعمر خاتون جس نے یہ کتاب لکھی ہے ابن مقلہ ہی کی شاگرد ہے! یہ کہہ کر سعید نے کتاب کا ایک خاص حصہ جو امیر معاویہؓ کے تزک و احتشام اور حضرت عمرؓ کی سادگی پر مشتمل تھا عبداللہ کے سامنے پیش کر دیا۔ عبداللہ نے پڑھنا شروع کیا تو اس میں لکھا تھا:۔

"جب حضرت عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف شام کے سفر پر روانہ ہوئے تو قبل اس کے شہر میں داخل ہوں، امیر معاویہ نے شہر سے باہر آکر بڑی دھوم دھام سے دونوں بزرگوں کا استقبال کیا، حضرت عمرؓ اس وقت پاپیادہ چل رہے تھے، انھیں پیادہ دیکھ کر امیر معاویہ کو بھی پیدل چلنا پڑا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے جب تھکن کے آثار معاویہ کے چہرے پر دیکھے تو حضرت عمر سے کہا امیر المومنین آپ نے آج معاویہ کو تھکا دیا،

"حضرت عمر نے عبدالرحمٰن کو کوئی جواب نہیں دیا، اور معاویہ سے مخاطب

ہوکر کہا۔

"میں نے سنا ہے تمہارے دروازے پر حاجتمندوں کا ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ کیا یہ واقعہ ہے؟"

معاویہ نے کہا:۔

امیر المومنین بالکل بجا ارشاد فرماتے ہیں، واقعی یہی صورت ہے۔

حضرت عمر نے کہا،

"لیکن ایسا کیوں ہوتا ہے؟"

معاویہ نے جواب دیا

"ہم ایک ایسے ملک میں مقیم ہیں جہاں ان لوگوں کی اکثریت ہے جو ہمارے دین ہمارے مذہب، ہماری تہذیب اور ہمارے چلن سے ناواقف ہیں انھوں نے ایرانیوں اور رومیوں کا جاہ و جلال دیکھا ہے اگر یہ ہماری سادگی دیکھیں گے تو اس سے متاثر اور مرعوب نہ ہوں گے، انھیں متاثر اور مرعوب کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس شان و شوکت سے رہیں جس کے نظارے یہ عادی رہ چکے ہیں۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو کامیاب نہ ہوں گے ناکام ہو جائیں گے، لیکن میں بہر حال تابع فرمان ہوں جیسا حکم ہوگا وہی کرونگا۔"

حضرت عمر نے معاویہ کی باتیں سنکر فرمایا:۔

"اگر تم سچ کہتے ہو تو ٹھیک کہتے ہو اور اگر جھوٹ بولتے ہو تو مجھے دھوکا دیتے ہو!"

عبداللہ نے اس واقعہ کو غور سے پڑھا اور دل ہی دل میں کہا، میرے والد معاویہ

کے طرز عمل کو رہنا بنا رہے ہیں۔ عمر کے طرز عمل کی پیروی نہیں کرتے، فقیہ صاحب سچ ہی تو کہہ رہے تھے۔ یہ لوگ امامت اور خلافت کے مستحق نہیں یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خلافت کو ذاتی جاگیر بنالیا ہے!

پھر عبداللہ نے کتاب فقیہ ابن عبدالبر کی طرف بڑھاتے ہوئے انہی اوراق کے بارے میں کہا "ذرا یہ ملاحظہ فرمایئے!"

جب فقیہ صاحب نے امیر معاویہ اور حضرت عمر کا واقعہ پڑھ کر کتاب شہزادہ کو دیدی تو وہ گویا ہوا۔

عبداللہ:۔ ملاحظہ فرمایا آپ نے؟"

فقیہ:۔ (ٹھنڈی سانس لے کر) ہاں دیکھ لیا،

عبداللہ:۔ کتنا بڑا فرق ہو گیا ہے جب میں اور اب میں؟

فقیہ:۔ بے شک زمین و آسمان کا فرق خلافت راشدہ کا دور ہماری روحانی، اور اخلاقی معراج کا دور تھا، وہ لوگ ہمہ صفت موصوف تھے، خدا سے ڈرتے تھے خدا کے بندوں کا خیال رکھتے تھے، بیت المال کو قوم کی امانت سمجھتے تھے لاکھوں کروڑوں روپیہ ان کے پاس آتا تھا، لیکن سب قوم پر خرچ کر دیتے تھے۔ اپنے اوپر کچھ صرف نہیں کرتے تھے، فاقے کرتے تھے، پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے، پیوند لگاتے تھے۔ اپنا جوتا آپ گانٹھ لیتے تھے، انہی کے دم سے اسلام کا نام روشن تھا۔ انہی کی ذات تھی جس سے مسلمانوں کا بھرم قائم تھا، دشمن ان سے کانپتے تھے، دوست ان کا ادب کرتے تھے، اپنے ان پر فخر کرتے تھے۔ انھوں نے مغرب و مشرق میں شمال و جنوب میں، دنیا کے چپہ چپہ اور گوشہ گوشہ میں اسلام کا نام بلند کیا

ان کا کردار اتنا پاک ان کی سیرت اتنی بے داغ اور ان کا اخلاق اتنا روشن تھا، کہ جو انھیں دیکھ لیتا تھا۔ والا و شیدا بن جاتا تھا۔ اسلام کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا اور پھر ان کے بعد امیر معاویہ کے وقت سے شخصی سلطنت کا دور شروع ہوا۔ دو ایک مثالوں کو چھوڑ کر دیکھ لیجئے جتنے خلفا گذرے ہیں یہ سب خلافت سے ذاتی منفعت اٹھاتے تھے، قوم، ملت، ملک اور مذہب سے انھیں کوئی سروکار نہ تھا، آہ کاش وہ مبارک زمانہ پھر واپس آجاتا، کاش مسلمانوں کی حالت سدھر جاتی، کاش مسلمانوں پر وہ لوگ حکمراں ہوتے جو اپنے آپ کو خدا کا بندہ سمجھتے!

عبداللہ۔ کاش ایسا ہوتا!

سعید۔ سب کچھ ہو سکتا ہے، اگر ہم چاہیں دل پر رکھ لینے کے بعد کوئی کام مشکل نہیں رہتا۔

عبداللہ:۔ تمہارے خیال میں حالات کی اصلاح ہو سکتی ہے؟

سعید:۔ ضرور ہو سکتی ہے اور بہت اچھی طرح ہو سکتی ہے!

عبداللہ۔ کیوں کر؟

سعید:۔ نظام حکومت بدلنے سے!

عبداللہ۔ وہ کیسے بدل سکتا ہے؟

سعید:۔ ولی عہدی کا استلزام ترک کر لینے سے!

عبداللہ: یعنی؟

سعید:۔ جی ہاں، امیر المومنین ناصر نے حکومت کرلی اور رعایا نے اس حکومت کو برداشت کر لیا، امیر المومنین کے عہد میں بھی اسلامی نقطۂ نظر سے خامیاں، لیکن ان خامیوں

کو ایک عرصہ سے لوگ دیکھتے اور برداشت کرتے چلے آرہے ہیں، لیکن اب ان میں شعور قومی اور احساس ملی بیدار ہو رہا ہے۔ امیر المومنین کے بعد یہ نظام اس طرح نہیں چل سکے گا لوگ شہزادہ حکم کی حکومت نہیں برداشت کر سکیں گے، جب کہ وہ فلسفی مذاق بھی رکھتے ہیں، ان کی نظر میں مذہب کی وہ وقعت نہیں جو ہونی چاہیئے؟

عبداللہ۔ آپ کی نظر میں کون شخص ہمارے خاندان میں ولی عہدی کا مستحق ہے،

حمید:۔ اگر خوشامد اور چاپلوسی کا الزام نہ لگایا جائے تو بے تامل میں شہزادہ عبداللہ کا نام لے سکتا ہوں ـــــ

تمو:۔ بے شک اس خاندان میں بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں، ساری ملت اسلامیہ میں اپنی سلامتی طبع، زہد و تقویٰ، مذاق علم، نیک طینتی اور خوش کرداری کے اعتبار سے ہمارے شہزادے کا کوئی حریف نہیں!

عبداللہ:۔ آپ کی بات مان بھی لی جائے تو بھی اس کا عمل پذیر ہونا قطعاً ناممکن ہے،

حمید:۔ یہ کیوں جناب والا؟

عبداللہ:۔ اس لئے کہ اس طرح فتنہ و فساد کا احتمال ہے!

تمو:۔ میں آپ کی اس رائے سے اختلاف کرتا ہوں!

حمید:۔ فتنہ و فساد کو روکنے کے لئے تو ہم یہ تجویز پیش کر رہے ہیں، اور آپ فرماتے ہیں کہ اس طرح امن و امان غارت ہو جائے گا۔ میرے محترم سردار اگر ہماری تجویز بروئے کار نہ آئی تو بے شک خوں ریزی بھی ہوگی اور خانہ جنگی بھی، اور بھی نہ جانے کیا کیا!

عبداللہ:- آپ کو کیسے معلوم؟

سعید:- میں ایک شہری ہوں، میں مسجدوں میں جاتا ہوں، خانقاہوں میں بیٹھتا ہوں۔ گلیوں اور کوچوں کی سیر کرتا ہوں، خود میرا کتب خانہ مختلف العقائد اور مختلف الخیال لوگوں کا مرکز اور مرجع بنا رہتا ہے، میں اگرچہ کچھ نہیں کہتا، یہ باتیں میں نے صرف آپ کے سامنے کی ہیں، لیکن سنتا سب کی ہوں،

عبداللہ:- سب کی یہی رائے ہے؟

فقیہہ:- بے شک!

سعید:- واقعۃً سب کی یہی رائے ہے، میں آپ کو مطلع اور متنبہ کر دینا چاہتا ہوں، کہ اگر آپ کے سوا ولی عہدی کا سہرا کسی اور کے سر باندھا گیا تو قرطبہ کے لوگ بغاوت کر دیں گے۔

عبداللہ:- نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیئے اس طرح ہماری ہوا خیزی ہوگی۔

سعید:- بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں لیکن اس خطرناک صورت حال سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ نظامِ خلافت صالح ہاتھوں میں آئے۔ ایسا شخص اس کام کے لئے متعین کیا جائے جس سے عوام عقیدت رکھتے ہوں، جس کی سیرت اور کردار پر لوگ بھروسہ کرتے ہوں، جس کی اصابت رائے، دور اندیشی اور معاملہ فہمی کے معترف ہوں، صرف وہی اس ناؤ کو ساحلِ مراد تک پہنچا سکتا ہے!

۱۵

رہزنِ تمکین و ہوش

کچھ دیر کے بعد سعید نے شہزادے سے عرض کیا۔

"اب اجازت مرحمت ہو تو واپس جاؤں!"

نفیسہ :۔ اور اس خاتون کو پیش نہیں کرو گے، جس نے یہ کتاب لکھی ہے؟

عبداللہ :۔ ہاں باتیں ایسی چھڑیں کہ خیال ہی نہیں رہا۔ کیا وہ خاتون یہیں موجود ہے؟

سعید :۔ جی ہاں!

عبداللہ :۔ اسے فوراً بلاؤ۔

پھر عبداللہ نے اپنے خادمِ خاص سائر کو بلایا اور حکم دیا۔

"باہر ایک خاتون کھڑی ہے جو ہمارے مہمان سعید کے ساتھ آئی تھی اسے فوراً لیکر آؤ۔"

تھوڑی دیر میں سائر عابدہ کو لے کر آ گیا، عبداللہ کی جب اس پر نظر پڑی تو یہ دیکھ کر واقعی وقفِ حیرت ہو گیا۔ کہ صورت شکل کے اعتبار سے بھی وہ لاکھوں میں ایک ہے وہ اس کا قد و زیبا، وہ اس کی سحر طراز آنکھیں، وہ اس کی ساعد سیمیں وہ اس ساق بلوریں

اس کے پھول سے رخسار، وہ شرماتی، لجاتی، دبتی سکڑتی آئی اور ادب سے سلام کر کے کھڑی ہوگئی، عبداللہ کچھ دیر اس کی طرف نگراں رہا۔ پھر اس نے گفتگو شروع کی۔

عبداللہ۔ محترم خاتون تم کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ!

وہ بیٹھ گئی۔

عبداللہ:۔ تمہارا نام کیا ہے؟

عابدہ:۔ کنیز کو عابدہ کہتے ہیں۔

عبداللہ: سعید سے معلوم ہوا تھا کہ تمہیں عرب شعراء کے لاتعداد اشعار یاد ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ کچھ سناؤ!

عابدہ:۔ کنیز کو تعمیل ارشاد میں عذر نہیں، لیکن یہ ارشاد ہو کہ کس قسم کے شعرا کا کلام مرغوب طبع ہے۔

عبداللہ:۔ تمہیں کس قسم کے شعرا کا کلام یاد ہے؟

عابدہ:۔ میں شعرائے جاہلیت کا کلام بھی سنا سکتی ہوں، عہدِ اسلامی کے شعرا کا کلام بھی مجھے یاد ہے اور عصرِ حاضر کے شعرا میں سے آپ جس کا چاہیں کلام سنا دوں،

عبداللہ:۔ (متحیر ہو کر) کیا تمہیں ابو زید کی جمہرۃ الاشعار کا کچھ حصہ یاد ہے؟

عابدہ:۔ جی ہاں مجھے اس کی خاص خاص اشعار یاد ہیں۔ بحتری کے دیوان کے اشعار بھی سنا سکتی ہوں اور ابن قتیبہ کی طبقات الشعر کا خلاصہ بھی عرض کر سکتی ہوں!

عبداللہ:۔ (مسکرا کر) پھر تو واقعی تم بڑی صاحبِ کمال ہو!

سعید:۔ حضور والا اس کو بہت کچھ آتا ہے، یہ موسیقی کے فن سے آشنا ہے، خود شعر کہہ لیتی ہے۔ تاریخ کے واقعات اسے ازبر ہیں، ادب، فصاحت، بلاغت، کی ماہر

ہے، سچ تو یہ ہے کہ ہر فن مولا ہے، عقد الفرید کے مضامین پر بھی یہ حاوی ہے، اور اس کی کتابت تو اسی کے دست نازک کا کرشمہ ہے۔

عابدہ:۔ (عبداللہ سے) کیا جناب کے دستِ مبارک میں امالی ہے؟

عبداللہ: (متحیر ہو کر) ہاں — کیا تمہاری نظر سے یہ کتاب گذر چکی ہے؟

عابدہ:۔ جی میں اس کا مطالعہ کر چکی ہوں، اگر اجازت ہو تو آپ کے اجداد بنو امیہ کے کچھ حالات جو اس کتاب میں درج ہیں گوش گذار کروں؟

عبداللہ:۔ (خوش ہو کر) ضرور سنیں گے، سناؤ دیکھیں تمہیں کیا یاد ہے!

عابدہ:۔ میں عبدالملک بن مروان کا ایک واقعہ حضور والا کو سناتی ہوں۔

عبداللہ:۔ سناؤ ہم گوش ہوش سے سن رہے ہیں!

عابدہ:۔ عبدالملک بن مروان جب تخت خلافت پر بیٹھا تو اسے طرح طرح کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سب سے بڑا مسئلہ عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا تھا، ان کا بھائی مصعب عراق کا فرماں روا تھا، عبدالملک نے فیصلہ کیا کہ مصعب کا خاتمہ کرنا چاہیئے، چنانچہ شام سے وہ بہ نفس نفیس اس مہم پر روانہ ہوا۔ اس کی بیوی نے لاکھ لاکھ روکا، منع کیا، لیکن وہ نہ مانا کسی اور کو بھیجنے پر رضامند نہ ہوا خود گیا اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، اس نے نہ صرف مصعب کو شکست دی، بلکہ رفتہ رفتہ محض اپنی استقامت اور حوصلہ کے بل پر تمام مخالفوں پر غالب آ گیا جس پر غالب آیا اسے قتل کر دیا، یہاں تک کہ بے غل و غش خلافت کرنے لگا، کوئی حریف بھی میدان میں نہ رہ گیا۔ اگر وہ ذرا بھی کمزوری دکھاتا تو خود بھی ختم ہو جاتا اور حکومت بھی ختم ہو جاتی!

عبداللہ بڑی توجہ سے عابدہ کی تقریر سن رہا تھا، جب وہ کہہ چکی تو اس نے محویت کے عالم سے سر اٹھایا اور کہا۔

عبداللہ:۔ ماشاءاللہ بہت خوب ـــــ واقعی تمہاری زبان میں غضب کا اثر ہے، اس واقعہ سے کبھی میں اتنا متاثر نہیں ہوا، جتنا آج تمہاری زبان سے سنکر متاثر ہوا ہوں، اگر کوئی اور واقعہ بھی یاد ہو تو بیان کرو!

فقیہہ:۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سے کچھ اشعار سنیئے!

عبداللہ:۔ اچھا وہی سہی،

عابدہ:۔ زہیر ابن سلمٰی کے کچھ اشعار یاد آ گئے ہیں اس وقت وہی پیش کرتی ہوں،
زہیر ابن سلمٰی کہتا ہے:۔

"جو شخص اپنی عزت اور ناموس کو تلوار سے نہیں بچا سکتا۔ اس کی قسمت میں ذلت لکھی ہے۔
جو دوسروں پر سختی نہیں کر سکتا، اسے تیار رہنا چاہیئے کہ دوسرے اس پر سختی کریں۔
جو شخص بروں کے ساتھ بھلائی کرے گا وہ اپنے لئے برائی کا مرتکب ہوگا،
جو کیچڑ میں ڈھیلا پھینکے گا، ممکن نہیں کہ اس پر چھینٹے نہ پڑیں،
جو غیر مستحق پر احسان کرے گا، وہ ثنا اور صفت کا حقدار نہیں، خجالت اور ندامت کا سزاوار ہے!"

عبداللہ:۔ واقعی کس غضب کا گانا ہے اور کس غضب کا کلام ہے۔

فقیہہ:۔ عہد جہالت کے شعراء میں کچھ اثر ہی بلا کا ہوتا ہے!

عبداللہ:۔ لیکن طبیعت سیر نہیں ہوئی کچھ اور سناؤ!

عابدہ:۔ کنیز کے لئے یہ فخر ہے کہ وہ شہزادہ کے حکم کی تعمیل کرے،

پھر بڑی دیر تک وہ مختلف قسم کے گیت اور راگ سناتی رہی جس سے عبداللہ بہت محظوظ ہوا، پھر اس نے حکم دیا کہ دسترخوان چنا جائے، تھوڑی دیر میں انواع واقسام کے کھانے دسترخوان پر ڈھیر ہو گئے، بڑی دیر تک کھانے کا اور کھانے کے دوران میں باتوں کا سلسلہ جاری رہا، کھانے کے بعد پھر ادھر ادھر کی باتیں شروع ہو گئیں،

عبداللہ:- کیا تم جس طرح گانے کے فن میں کمال رکھتی ہو باجہ بھی بجا لیتی ہو؟

عابدہ:- جی ہاں تھوڑا بہت،

عبداللہ:- تو بتاؤ کس باجہ کی تمہیں مشق ہے، تاکہ وہ منگا دیا جائے۔

عابدہ:- میرا باجہ میرے پاس ہے، پھر اس نے جیب سے کچھ تار نکالے، کچھ کھونٹیاں نکالیں انھیں ایک خاص ترتیب سے مرتب کیا اور کچھ اس طرح بجایا کہ سب پر سکتہ سا طاری ہو گیا، عبداللہ نے پوچھا،

عبداللہ:- اس باجہ کا نام کیا ہے؟

عابدہ:- اسے قانون کہتے ہیں!

عبداللہ:- کیا یہ وہی باجہ ہے جسے ہمارے دور کے مشہور فلسفی ابونصر فارابی نے ایجاد کیا ہے؟

عابدہ:- جی یہ وہی ہے!

عبداللہ:- مجھے معلوم ہے، وہ ابھی زندہ ہے، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اس کے حضور میں ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا، پھر تم کیسے وہاں پہنچ گئیں۔

عابدہ:- (مسکرا کر) جوئندہ یابندہ!

سعید:۔ یہ وہی باجہ ہے جسے سیف الدولہ کے دربار میں فارابی نے بجایا تھا اور سب
کو مدہوش کر دیا تھا!
عبداللہ:۔ہاں میں اس کی تعریف سن چکا ہوں اور جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا! ——
عابدہ کیا تم ہمارے پاس رہو گی؟
سعید:۔ ہم دونوں آپ کے خادم ہیں، جو حکم ہو!
عبداللہ:۔ کیا تم بھی رہنا چاہتے ہو؟ اگر ایسا ہو تو مجھے بہت خوشی ہو گی، تم میرے
کتب خانہ کو سنبھال لو اور اسے یکتائے روزگار بنا دو، عابدہ میری حرم
میں میری مطربہ، مغنیہ، اور مشیر کی حیثیت سے رہے گی، اس سے میں
علمی اور ادبی مذاکرے کرتا رہوں گا، حقیقت یہ ہے کہ اس کے علم اور
مہارت نے مجھے اس کا قدر دان بنا دیا ہے۔
سعید:۔ بندہ نوازی ہے، شہزادہ والا قدر کی!
عبداللہ:۔ تو تم نے کیا فیصلہ کیا؟
سعید:۔ فیصلہ کا کیا سوال ہے، ہم تو حکم کے بندے ہیں!
عبداللہ:۔ لیکن تمہارا جو کتب خانہ ہے۔ اسے کیا کرو گے؟
سعید:۔ ایسے ایسے دس ہزار کتب خانے بھی شہزادہ عبداللہ کی خوشنودی پر
نثار کر سکتا ہوں، میرے لئے اس سے بڑھ کر مسرت اور فخر کی کوئی بات نہیں
ہو سکتی کہ اپنی زندگی کے ایام میں آپ کے قدموں میں بسر کروں،
پھر یہ بات بھی ہے کہ عابدہ سے زیادہ دور بھی نہیں رہ سکتا!
عبداللہ:۔ تم عابدہ کے بارے میں فکر نہ کرو، تمہارے لئے ہم اس محل کے اندر ایک

مکان کا انتظام کئے دیتے ہیں، اس میں رہو، عابدہ سے ملتے رہنا، اور کتب خانہ کو اپنی تحویل میں لے لو،

سعید:- بہت خوب!

پھر عبداللہ نے سائرہ سے کہا۔

"وہ مکان جو ہمارے کتب خانہ سے متصل ہے سعید کے لیئے بہترین قسم کے فرنیچر سے آراستہ کر دیا جائے (سعید سے) کل سے تم یہاں مستقل طور پر آجاؤ (سائرہ سے عابدہ کی طرف اشارہ کر کے) انھیں محل میں لے جاؤ، اور خواتین محل سے ان کا تعارف کرا دو!"

اس گفتگو کے بعد عابدہ حرم سرا میں چلی گئی، اور سعید فقیہ ابن عبدالبر کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

۱۷

کھچڑی پکتی رہی!

فقیہ ابن عبد البر اور سعید پاس پاس دو بستروں پر لیٹ گئے اور باتیں کرنے لگے سعید دل سے یہ چاہتا تھا کہ رات فقیہ کے پاس گزارے، تاکہ اسے حصول مقصد کے لئے زیادہ سے زیادہ کارآمد بنا سکے اور فقیہ کی خود بھی تمنا یہی تھی کہ سعید آج کی رات یہاں بسر کرے تاکہ اس شہزادہ عبداللہ کے بارے میں ایک متعین پالیسی طے کر کے کوئی پروگرام بنایا جائے اور اس پر عمل درآمد شروع کر دیا جائے۔ گفتگو کا آغاز فقیہ کی جانب سے ہوا۔

فقیہ:۔ آج کی گفتگو بہت دلچسپ اور کارآمد رہی، کیوں سعید کیا خیال ہے تمہارا؟

سعید:۔ میں آپ سے متفق ہوں، اصل بات یہ ہے کہ مجھے شہزادہ عبداللہ سے کچھ محبت سی ہو گئی ہے، اتنا قابل، اتنا ذہین، اتنا دانشمند اور ساتھ ہی ساتھ اتنا سادہ مزاج اور خوش اطوار،

فقیہ: کچھ نہ پوچھو وہ آدمی کے روپ میں فرشتہ ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے تم آدمی بنا کر رہو گے۔

۔ یہ تو آپ نے عجیب بات فرمادی۔ کیا وہ اس وقت آدمی نہیں ہیں؟

۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے آج انہیں ایسی پٹی پڑھائی ہے کہ ضرور اس وقت وہ سوچ رہے ہوں گے کہ تخت خلافت کس طرح حاصل کیا جائے؟

۔ انہیں یہ سوچنا چاہیئے، اور میری دیانتداری کے ساتھ یہ رائے ہے کہ ان سے بڑھ کر اس منصب کا کوئی اہل نہیں،

۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بندۂ خدا یہ تو سوچو اگر ان کے دل میں کسی طرح یہ بات جم گئی تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

۔ کیا ہوگا انجام؟

۔ خون ریزی، قتل و غارت، ہنگامہ، فساد،!

۔ کوئی پرواہ نہیں، ایک نیک کام کے لئے یہ سب کچھ جائز ہے،

۔ گویا تم ہر قسم کی صورتِ حال کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو؟

۔ قطعاً —— اور آپ کو بھی تیار رہنا چاہیئے!

۔ لیکن اگر خود شہزادہ صاحب پیچھے ہٹ گئے تو کیا ہوگا؟

۔ ہاں یہ آپ نے صحیح فرمایا ہمارے شہزادہ عبداللہ میں ضرورت سے زیادہ انکسار ہے وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہی نہیں! —— واقعی یہ ایک کمزوری ہے اور اسے دور ہونا چاہیئے۔!

۔ دور ہونا چاہیئے یہ تو ٹھیک ہے، لیکن کس طرح دور ہو، اس کا کوئی جواب ہے؟

۔ ہاں ہے کیوں نہیں؟ —— اور کھل جائیں گے ہو چکا تھا۔

[illegible]

گا۔ وہ آمادہ ہوتے ہیں یا نہیں ؟

نقیبہ :۔ اب اس سے بڑھ کر کیا ہوگا۔ تم ان کے کتب خانہ کے ناظم بن گئے ان کے مشیر قرار پائے، ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر ہونے کی اجازت مل گئی۔ خاص محلسرا کے اندر رہنے کے لئے ایک عمدہ سا مکان مل گیا، عابدہ بھی متوسلین دربار میں شامل کر لی گئی، اب اور کیا چاہیئے بندۂ خدا ؟

سعید :۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن پھر بھی ان کا مزاج سمجھنے میں اور اپنے آپ کو سمجھانے میں اور حالات کا جائزہ لینے میں کچھ وقت لگے گا یا نہیں ؟

نقیبہ :۔ ہاں یہ تو ہے لیکن اس کے لئے بہت تھوڑی مدت کی ضرورت ہے !

سعید :۔ یہ مانتا ہوں اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ انشاءاللہ ہم عبداللہ کے سر پر تاج حکومت رکھ کر رہیں گے خواہ کچھ بھی ہو۔

نقیبہ :۔ خدا وہ دن جلد لائے، میں تو اس مبارک دن کا منتظر ہوں!

سعید :۔ سب سے پہلا کام یہ کرنا چاہیئے کہ عبداللہ کا عندیہ لے لینا چاہیئے، ایسا نہ ہو ہم نوجوان کی بازی لگادیں اور وہ حضرت پورس کے ہاتھی کی طرح ہم کو کچل کر بھاگ کھڑے ہوں!

نقیبہ :۔ نہیں یہ نہیں ہوسکتا، شہزادے صاحب کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ یا تو کسی کام میں ہاتھ نہیں ڈالتے، یا ڈالتے ہیں تو پھر اسے ختم کئے بغیر چین نہیں لیتے!

سعید :۔ تو ایسا کیجئے، کل اس مسئلہ کو چھیڑیئے!

نقیبہ :۔ یہ نہیں ہوسکتا، اس مسئلہ کو میں نے چھیڑا تھا۔ اور میرا خیال ہے وہ

مجھ سے کافی بدگمان ہو گئے ہیں۔

سعید:۔ اب اگر موقعہ ہوا تو میں خود سلسلہ جنبانی کروں گا، لیکن آپ میرا ساتھ تو دیں گے؟ یا اس سے بھی انکار ہے؟

فہیمہ:۔ ساتھ ضرور دوں گا، آج ہی میں نے تمہاری کیسی کیسی تائید کی تھی بھول گئے؟

ادھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر شہزادہ عبداللہ بستر پر لیٹا ہوا کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ فکرمند نظر آ رہا تھا۔ اس کی زندگی بڑے امن اور اطمینان کی زندگی تھی۔ وہ اپنی زندگی پر قانع تھا۔ وہ بڑے سکون کی زندگی بسر کر رہا تھا، جو چاہتا تھا وہ میسر ہو جاتا تھا، بہترین کتب خانہ تھا۔ اور وقت کا بڑا حصہ وہیں گزرتا تھا۔ اس نے اپنے باپ کی موت اور بڑے بھائی حکم کی جانشینی پر آج تک غور نہیں کیا تھا۔ حکم کے بارے میں اس کی رائے بہت اچھی تھی، وہ اس کی عزت کرتا تھا اس سے محبت کرتا تھا۔ اس سے عقیدت رکھتا تھا، اپنے دل میں وہ ہر اعتبار سے حکم کو خاندان خلافت کا گل سرسبز سمجھتا تھا، ہر معاملہ میں اسے فائق اور برتر تسلیم کرتا تھا،

لیکن کیا آج اس کی یہی کیفیت تھی؟ کیا آج بھی وہ اسی روش پر قائم تھا؟

۔۔۔ ؟ نہیں ۔۔۔۔۔!

آج اس کے تخیلات کی عمارت منہدم ہو گئی تھی!

زندگی میں پہلی مرتبہ وہ سوچ رہا تھا۔ حکم کا انتخاب غلط ہے، ولایت عہد

کامیابی میں مدملا

آج صرف آج اس کے ذہن و دماغ میں یہ خیال گھوم رہا تھا کہ خلافت محمد ہی کو ملنی چاہیئے وہ ان خیالات کو دل کے گوشہ سے دھکے دیدے کر نکالنا چاہتا تھا لیکن کامیاب نہ ہوتا تھا۔

وہ بار بار کروٹیں بدلتا تھا، سعید کے متعلق سوچنے لگتا تھا، فقیہہ کے بارے میں غور کرنے لگتا تھا، عابدہ کی تصویر سامنے آجاتی تھی، وہ اس سے باتیں کرنے لگتا تھا، اس کا گانا سننے لگتا تھا، اس کے لحن و ترنم کی داد دینے لگتا تھا، لیکن چند ہی لمحوں میں یہ سب چیزیں... تصور کے پردہ سے غائب ہوجاتی تھیں، اور حکم اس کے سامنے آکھڑا ہوتا تھا! اور وہ نفرت سے منہ پھیر لیتا تھا، وہ حکم کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے اپنے راستہ کا پتھر سمجھ رہا تھا، وہ سوچ رہا تھا:

کیا یہ ممکن ہے کہ حکم کی ولی عہدی منسوخ کردی جائے اور میری نامزدگی کردی جائے؟

لیکن اس سوال کا کوئی شافی اور واضح جواب اسے نہیں ملتا تھا۔ آخر وہ پھر دوسری طرف عنان توجہ مرکوز کردیتا تھا۔ رات بیتی جارہی تھی، لیکن نیند کا کہیں کوسوں پتہ نہیں تھا، ہمیشہ وہ بستر پر لیٹتے ہی سکھ اور چین کی نیند سوجاتا تھا، لیکن آج وہ اس طرح غائب ہوئی تھی کہ کہیں دور و نزدیک اس کا پتہ نہیں چلتا تھا!

امیر المومنین خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر کی عقیدت اور الفت سے اس کا دل بھرا رہتا تھا۔ وہ اپنے باپ کی عظمت کا پرستار تھا۔ اسے اپنے باپ کے کردار میں وہ بلندی اور رفعت نظر آتی تھی کہ پہاڑ اور آسمان بھی اس کے سامنے ہیچ نظر آتے تھے، لیکن وہی باپ آج عبداللہ کے تصور کی عدالت میں ایک مجرم کی طرح کھڑا تھا، اور وہ

ے پوچھ رہا تھا۔
آپ نے حکم جیسے نالائق اور نااہل کو مجھ پر ترجیح کیوں دی؟ کیا صرف اس لئے
یں مجھ سے بڑا ہے؟ لیکن یہ تو کوئی چیز نہیں ——— بزرگی بہ عقل است
——— رعایا مجھ سے محبت کرتی ہے۔ اس سے نفرت کرتی ہے۔ میری قدر کرتی
ے حقیر خیال کرتی ہے، مجھے اہل اور مستحق سمجھتی ہے۔ اسے نالائق اور نااہل قرار
ے۔ آخر اس بیچاری کے سر پر وہ کیوں مسلط کیا جا رہا ہے؟
گر رعایا اس انتخاب کو ماننے سے انکار کر دے تو کیا ہوگا؟
کیا اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ ایسے شخص کو اپنا امیر مان لے جس سے وہ نفرت
ے، جس کی بڑائی اور عظمت کی وہ قائل نہیں؟
ور اگر مجبور کیا جائے تو کیا وہ سر اطاعت خم کر دے گی؟ آخر بغاوت کیوں ہوتی
یا اس کے اسباب ایسے ہی نہیں ہوتے؟ لوگ جب ناپسندیدہ اور نامرغوب
سے تنگ آجاتے ہیں۔ تو بغاوت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، آخر
ن کو یہ کیا سوجھی کہ انھوں نے ایسے شخص کو اپنا جانشین بنانے کا اعلان کر دیا
عتبار سے بھی پسندیدہ اور مرغوب حکمراں نہیں بن سکتا ——— یا اللہ کیا ہوگا
کروں؟

۱۸

نغمہ کا سحر!

ساری رات کروٹیں لیتے گذری، صبح ہوتے ہی عبداللہ کی آنکھ لگ گئی، نماز پابندی کے ساتھ پڑھتا تھا۔ لیکن آج فجر کی نماز قضا ہو گئی۔ دن چڑھے سو کر اٹھا حسب معمول غسل کیا، کپڑے بدلے، ناشتہ سے فارغ ہوا۔ اور اپنے کتب خانہ میں پہنچ گیا اور مطالعہ کتب میں مشغول ہو گیا۔

وہی کتابیں جو اس کی بہترین دمساز، ہمدم اور رفیق تھیں، آج اجنبی اور غیر مانوس نظر آ رہی تھیں۔ ورق کے ورق پڑھ جاتا تھا، لیکن کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا پڑھا؟

جب اسی طرح بڑی دیر گذر گئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور ٹہلنے لگا۔ خیالات تھے کہ کسی طرح یکسو نہ ہوتے تھے۔ اضطراب دل کہ بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ دل ہی دل میں وہ فقیہ ابن عبدالبر اور سعید کا انتظار کر رہا تھا کہ یہ لوگ آئیں کچھ باتیں ہوں تو دل بہلے لیکن آج ہی ان لوگوں کو بھی لیٹ ہونا تھا۔

ایک عجیب اضطراب کی کیفیت اس وقت شہزادہ عبداللہ پر طاری تھی۔ کبھی وہ

ٹہلنے لگتا تھا۔ کبھی چپ چاپ بیٹھ جاتا تھا۔ کبھی کچھ سوچنے لگتا تھا۔ کبھی آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگتا تھا کبھی کتابوں کی ورق گردانی شروع کر دیتا تھا۔ آخر جب کسی طرح طبیعت یکسو نہ ہوئی تو اس نے دستک دے کر سائر کو بلایا۔ وہ آواز سنتے ہی فوراً آموجود ہوا اس نے ادب سے سر جھکا کر دریافت کیا۔

سائر:۔ میرے آقا غلام حاضر ہے۔ ارشاد ہو کہ اسے کیوں یاد فرمایا ہے؟

عبداللہ:۔ ابھی تک فقیہہ ابن عبدالبر نہیں تشریف لائے؟

سائر:۔ نہیں میرے آقا!

عبداللہ:۔ اور سعید؟ ـــ ـــ ہمارے کتب خانہ کا نیا منتظم؟

سائر:۔ وہ بھی ابھی تک نہیں حاضر ہوا۔ جیسے ہی آئے گا فوراً حاضر خدمت کیا جائے گا۔

عبداللہ:۔ عابدہ کا کیا حال ہے؟

سائر:۔ وہ محل میں ہیں اور خوش و خرم ہیں!

عبداللہ:۔ اسے ہمارے حضور میں پیش کیا جائے!

سائر نے سر جھکایا اور چلا گیا۔ چند لمحے مشکل سے گذرے ہوں گے کہ عابدہ آتی ہوئی نظر آئی، آج اس پر غضب کا نکھار تھا، یوں بھی وہ غیر معمولی حسین تھی، لیکن آج کی سج دھج نے اس کے حسن و جمال میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ شہزادہ اس سے ویسے ہی متاثر تھا۔ لیکن اس وقت تو اس کے تاثر کی کیفیت بیان کرنا ناممکن ہے۔ عابدہ خاموشی سے سامنے آکر کھڑی ہو گئی، عبداللہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی سی دیر کے بعد عابدہ نے قفل سکوت توڑا۔

عابدہ:۔ سائرہ نے مجھ سے کہا تھا کہ شہزادہ عبداللہ یاد فرما رہے ہیں ۔

عبداللہ:۔ ہاں ——— ہم نے تمہیں بُلا کر زحمت تو نہیں دی ؟

عابدہ:۔ بالکل نہیں ——— میں تو آپ کی کنیز ہوں ۔ زحمت کا کیا سوال ؟

عبداللہ:۔ یہ نہ کہو تم جیسی شاعرہ اور ادیبہ کو اپنے پاس رکھ کر ہم فخر اور مسرت محسوس کرتے ہیں ۔

عابدہ:۔ بندہ پروری ہے ، شہزادۂ والا مرتبت کی ، لیکن اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو کنیز یہ دریافت کرنے کی جرأت کرے ، آج چہرۂ مبارک پر کچھ تکدر کے آثار نظر آ رہے ہیں ——— خیر تو ہے ؟

عبداللہ:۔ ہاں کوئی بات نہیں ، رات اچھی طرح نیند نہیں آئی !

عابدہ:۔ تو اب سو رہیئے ۔

عبداللہ:۔ نہیں ہم ناوقت سونے کے عادی نہیں ہیں ! ——— ہاں ، لیکن تم ہماری تکان دور کر سکتی ہو ۔ !

عابدہ:۔ وہ کیونکر میرے آقا ؟

عبداللہ:۔ گانا سناؤ ——— تمہارے لحن و ترنم میں غضب کا سوز و گداز ہے تمہاری آواز میں ایسی جاذبیت اور کشش ہے کہ بے ساختہ دل کھنچنے لگتا ہے اس طرف ،

عابدہ:۔ کنیز کو تعمیل ارشاد میں کوئی تامل نہیں ، لیکن ــ ــ ــ

عبداللہ:۔ لیکن کیا ؟

عابدہ:۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اس اضمحلال کے عالم میں اگر آپ گانا سننا تو زیادہ محظوظ نہ ہو سکیں ، شاید ——— اگر اجازت ہو تو کوئی تاریخی واقعہ سناؤں !

کوئی داستان پیش خدمت کروں؟

عبداللہ: ہم جانتے ہیں تاریخ پر تمہاری کتنی اچھی نظر ہے، ہم یہ بھی جانتے ہیں، کہ داستانیں بھی تمہیں بڑی اچھی یاد ہیں۔ لیکن ہمارا دل اس وقت صرف گانے ہی سے بہلے گا ۔۔۔۔۔ گاؤ عابدہ گاؤ۔

عابدہ: بہت خوب!

اور عابدہ گانے لگی ۔۔۔۔۔ وہ گا رہی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی موسیقی کے سحر اور اعجاز سے شجر و حجر اور بام و در تک مسحور ہو رہے ہیں۔ شہزادہ کی یہ کیفیت تھی کہ وہ دم بخود تھا۔ ایسا گانا اس نے کبھی نہیں سنا تھا۔ ایسے اشعار اس کے کانوں میں کبھی نہ پہنچے تھے۔ ایسے تاثرات اس پر کبھی طاری نہیں ہوئے تھے، ایسی کیفیت سے اسے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ واقعی یہ گانا نہیں تھا ۔۔۔۔۔ سحر تھا، اعجاز تھا!

سارے ملکی قسم کے باجے، ساز اور مزامیر لاکر سامنے رکھ دیئے لیکن عابدہ نے کسی پر ہاتھ نہیں لگایا، کسی کو چھوا بھی نہیں، وہ یونہی گا رہی تھی، بغیر کسی ساز کے بغیر کسی باجہ کے، بغیر کسی سہارے کے، خود اس پر بھی غضب کی محویت طاری تھی، ایسا معلوم ہو رہا تھا، وہ خود بھی اپنے سحر و موسیقی سے مسحور ہو رہی ہے، خود اسے بھی اس کی آواز کا جادو بے خود اور بیقرار کئے ہوئے تھا ! ۔۔۔۔۔ وہ خود کھوئی ہوئی سی تھی، عبداللہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ سعید کے تصور میں گم تھی !

۱۹

آگ بھڑکنے لگی!

بڑی دیر اسی طرح گذر گئی!

نہ عابدہ کے سحر موسیقی میں کمی آئی، نہ عبداللہ کے ذوقِ طرب کو تسکین ہوئی، دونوں بے خودی کے ساتھ اپنے کام میں منہمک تھے۔ یکایک سائر آیا! ہاتھ باندھ کر خاموش کھڑا ہو گیا، عبداللہ سائر کی وفاداری اور نمک حلالی سے بہت خوش تھا لیکن اس وقت اس کی آمد بہت بری معلوم ہوئی۔ اس نے گھور کر اسے دیکھا اور کہا۔

"تم کیوں آئے ہو؟ تمہیں یہاں آنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

سائر کانپ اٹھا، "میرے آقا — — — — — — —"

عبداللہ نے گرجتے ہوئے کہا۔

"واپس جاؤ اور کبھی ہمارے لطف میں خلل ڈالنے کی جرأت نہ کرو!"

لیکن سائر بدستور کھڑا رہا۔ اسے یوں کھڑا دیکھ کر عبداللہ کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا:۔

"کیا تو بہرا ہے؟ —— کیوں نہیں دفع ہوتا یہاں سے؟"

سائر نے آہستہ سے عرض کیا۔

"میرے آقا، ولی عہد سلطنت شہزادہ حکم کا خط آیا ہے؟"

یہ سنکر عبداللہ چکرا گیا۔

"ولی عہد کا خط؟ ـــــ کس کے نام ـــــ؟

سائر نے عرض کیا: میرے آقائے ولی نعمت کے نام!

اور یہ کہہ کر اس نے خط شہزادہ کی طرف بڑھا دیا!

شہزادہ کو حیرت تھی کہ اس وقت ولی عہد کا خط آنے کے کیا معنی ہیں؟ لیکن بہت جلد اسے جواب مل گیا۔ اس نے خط پڑھنا شروع کیا، مشکل سے چند سطریں پڑھی ہوں گی کہ تیوریاں چڑھ گئیں آنکھیں سرخ ہوگئیں، چہرہ کا رنگ بدل گیا، ناک کے نتھنے پھڑکنے لگے۔

خط پڑھ چکنے کے بعد اس نے تکیہ کے نیچے رکھ دیا، اور برہمی کے عالم میں کہا۔

"ہم نے پڑھ لیا!"

سائر:۔ لیکن جواب؟

عبداللہ:۔ کوئی جواب نہیں ایسے خطوں کا جواب نہیں دیا جا سکتا!

سائر:۔ لیکن ولی عہد کا خادم دروازے پر کھڑا ہے میرے آقا!

عبداللہ:۔ اسے دھکے دے کر نکال دو اور کہہ دو کہ اب اگر کبھی ہمارے دروازے پر اس نے قدم رکھا، تو سر سلامت واپس نہ لے جائے گا!

جاؤ!

عبداللہ کی برہمی اور آشفتہ مزاجی دیکھ کر سائر نوک دم بھاگا اور باہر پہنچا۔ شہزادہ حکم کا قاصد دروازے پر اب تک کھڑا تھا، اس نے سائر کو دیکھتے ہی پوچھا۔

"جواب لے آئے؟ ـــــ بڑی دیر کردی یار تم نے؟ اگر ولی عہد صاحب خفا ہوئے اور تو کچھ پتہ بگڑے گا۔ مفت میں میری جان کے لالے پڑ جائیں گے۔
بات بالکل صحیح اور سائر کو اس بے چارے کے ساتھ ہمدردی بھی تھی، لیکن وہ سکتا تھا، اس نے کہا۔
"تم جاؤ، جواب بعد میں آجائے گا!"
قاصد یہ سنتے ہی بگڑ گیا، اس نے کہا۔
"واہ یہ بھی خوب رہی، کیا واقعی میری جان کے گاہک بنے ہو؟ بغیر جواب لئے اگر پہنچا تو گردن ماردی جائے گی میری، بھیا خدا کے لئے مجھ غریب پر رحم کرو، میں بغیر لئے یہاں یہاں سے جانے کا نہیں، چاہے کچھ ہو جائے۔
سائر نے تسلی اور دلدہی کے لہجہ میں کہا۔
"لیکن بتاؤ، میں کیا کروں؟ شہزادے صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہم جواب بھیج دیں میں تو ان کے پاس جا نہیں سکتا، جس طرح تمہیں اپنی جان عزیز ہے مجھے بھی ہے، نا بھیا نہیں جاتا، تم اگر جانا چاہو تو شوق سے چلے جاؤ بندہ منع نہیں کرتا!
ولی عہد کا قاصد ـــــ سائر کی باتیں سن رہا تھا، اتنے میں فقیہ صاحب آتے ہوئے دیئے انھوں نے جو ولی عہد کے قاصد کو دیکھا تو پہچان لیا۔ بہت تپاک اور شی کے ساتھ دریافت کیا۔
"بھائی خیریت؟ یہاں کیسے؟
فقیہ صاحب کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی، اس نے ساری رام کہانی از اول سنادی اور بڑے عاجزانہ لہجہ میں عرض کیا۔

"خدا کے لئے آپ ہی کچھ مدد کیجئے، شہزادے صاحب سے کہئے دو حرف جواب
ے لکھ دیں، تاکہ میری جان بچ جائے!
فقیہ صاحب نے دلاسا دیا۔
"اچھا تم ٹھہرو، میں ابھی شہزادہ صاحب کے پاس جاتا ہوں اور جواب بھجواتا ہوں"
فقیہ صاحب، عبداللہ کی طرف چلے لیکن ان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، وہ
ہ سوچ رہے تھے یا الہٰی یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ کس طرح کا خط ہے؟ اس میں ایسی کیا
ت لکھی ہے کہ شہزادہ عبداللہ کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے جواب ہی دینے سے انکار کر دیا
وہاں پہنچے تو عبداللہ کے حضور میں پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں، ایک طرف عابدہ سہمی ہوئی
بیٹھی ہے، دوسری طرف عبداللہ پیکر جلال نظر آ رہا ہے، اور زیادہ گھبرا گئے، قریب پہنچ کر
ے محبت بھرے لہجہ میں کہا۔
فقیہ:۔ باہر ولی عہد کا قاصد کھڑا ہے کیا آپ کو اس کی اطلاع ہے؟
عبداللہ:۔ لیکن وہ کیوں کھڑا ہے؟ اسے میری حکم عدولی کی جرأت کیسے ہوئی، کیا
میں نے کہلا نہیں دیا تھا کہ وہ جائے؟
فقیہ:۔ بے شک کہلا دیا تھا، لیکن وہ کیسے جا سکتا ہے؟
عبداللہ:۔ کیوں نہیں جا سکتا؟
فقیہ:۔ غریب کو اپنی جان عزیز ہے! ——— اگر جواب لے کر نہ گیا
تو مار ڈالا جائے گا!
عبداللہ:۔ لیکن میں تو جواب نہیں دوں گا!
فقیہ:۔ آخر کیوں؟

عبداللہ:۔ مہمل، ذلیل اور لغو باتوں کا جواب کم از کم میں تو نہیں دے سکتا۔ ایسی باتوں کا جواب صرف خاموشی ہی سے دیا جا سکتا ہے!

فقیہ:۔ آخر کیا لکھا ہے ولی عہد نے؟ کیا آپ مجھے بھی نہ بتائیں گے!

عبداللہ:۔ نہیں آپ سے کوئی پردہ نہیں ہے، آپ کو ضرور بتاؤں گا، (خط بڑھاتے ہوئے) لیجئے ملاحظہ فرمائیے اسے!

فقیہ نے خط پڑھنا شروع کیا لکھا تھا،

"ولی عہد مملکت حکم کی طرف سے برادر عزیز شہزادہ عبداللہ کو بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پاس ایک شاعرہ، ادیبہ، مغنیہ، مطربہ غرض ہمہ صفت موصوف لڑکی عابدہ آئی ہے جسے تم نے ملازم رکھ لیا ہے ہم اس سے ملنا چاہتے ہیں اور اس کے ان کمالات کا بہ چشم خود مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں، چند روز کے لئے اسے ہمارے پاس بھیج دو۔!"

خط پڑھ کر فقیہ صاحب سناٹے میں آ گئے، انھوں نے خط شہزادے کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"پڑھ لیا میں نے!"

عبداللہ:۔ بتائیے ایسے نامعقول خطوں کا جواب دیا جا سکتا ہے؟

فقیہ:۔ کیوں نہیں دیا جا سکتا، ——— دینا ہی پڑے گا!

عبداللہ:۔ آپ کی رائے یہ ہے کہ اس مہمل مطالبہ کو مان لوں؟

فقیہ:۔ ہرگز نہیں،

عبداللہ:۔ پھر جواب کیا لکھوں؟

فقیہ :۔ کتنا اچھا ہوتا، اگر اس وقت سعید ہوتا۔ اسے بلا لیجئے اس کا مشورہ یقیناً صائب اور مبنی بر حکمت ہو گا!

عبداللہ:۔ لیکن وہ اب تک نہیں آیا، میں خود بڑی دیر سے اس کا منتظر ہوں،

فقیہ :۔ واقعی اس وقت سعید کا نہ ہونا بہت برا ہوا!

عبداللہ:۔ بس تو آپ قاصد سے کہہ دیجئے کہ وہ واپس جائے۔

فقیہ :۔ ایسا کیوں نہ کیجئے کہ جواب لکھ دیجئے، اس طرح قاصد کی جان بھی بچ جائے گی اور آپ کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

عبداللہ:۔ (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں یہ ہو سکتا ہے آپ مسودہ تیار کیجئے، میں دستخط کر دوں گا۔

فقیہ صاحب نے فوراً قلم دوات کاغذ لے کر جواب لکھنا شروع کیا۔

"شہزادہ عبداللہ کی طرف سے ولی عہد سلطنت شہزادہ حکم کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ کا خط ملا، افسوس آپ نے ایسا مطالبہ کیا ہے جسے میں پورا نہیں کر سکتا، امید ہے آپ مجھے معاف کریں گے!"

عبداللہ نے مسودہ پر ایک نظر ڈالی اور دستخط کر کے فقیہ کی طرف بڑھا دیا،

فقیہ صاحب نے باہر جا کر وہ خط سائر کے حوالہ کیا، واپس آ کر پھر عبداللہ کے پاس بیٹھ گئے۔ یہاں کی فضا بدستور مکدر تھی عابدہ اب تک سہمی سہمی سی تھی۔ عبداللہ کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے!

عابدہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

البتہ یہ ضرور اس نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی بڑا اہم اور سنجیدہ معاملہ ہے!

لیکن کیا؟ ——— اس کے بارے میں وہ کچھ سوچ ہی نہیں سکتی تھی!

فقیہ صاحب نے کہا "مجھے حیرت ہے آخر ولی عہد صاحب کو یہ سوجھی کیا؟"

عبداللہ۔ کچھ نہیں میری سعادت سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں لیکن میں جب تک چپ ہوں ہوں اگر کسی دن میرا پارہ چڑھا تو قیامت آجائے گی ——!

فقیہ:۔ بے شک شہزادہ کے مزاج سے جتنا میں واقف ہوں، اور کون ہو سکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ہوا کیا؟ ——— کیوں؟

عبداللہ۔ میں کیا بتا سکتا ہوں؟ جایئے ولی عہد صاحب سے نیاز حاصل کر کے دریافت کر آیئے! ——— اور ان سے کہہ دیجئے کہ اب ایسی جرأت کبھی نہ کریں ورنہ ترکی بترکی جواب ملے گا!

فقیہ:۔ نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود ہی اب احتیاط کریں گے۔ ان چند سطروں سے انھیں اندازہ ہو جائے گا کہ انھوں نے جتنی بڑی غلطی کی تو ویسا ہی جواب بھی مل گیا!

عبداللہ نے عابدہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سائرہ سے کہا۔

"یہ اتنی دیر سے یہاں بیٹھی ہیں اور تم نے کچھ خاطر تواضع بھی نہیں کی؟ ——— ——— لیکن اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ دستر خوان بچھاؤ۔ ہم تینوں یہیں کھانا کھائیں گے"

۲۰

آخر ٹھن گئی!

شہزادہ عبداللہ فقیہ ابن عبدالبر اور عابد کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ چکا تھا کہ سائر
آیا اور اس نے عرض کیا کہ کتب خانہ کا نیا منتظم سعید در دولت پر حاضر ہے اور باریابی کی اجازت
چاہتا ہے یہ سنکر عبداللہ نے حکم دیا، ہم اس کے منتظر تھے فوراً اسے ہماری خدمت میں پیش
کرو۔ تھوڑی دیر میں سعید حاضر ہو گیا۔ اسے دیکھ کر شہزادہ عبداللہ نے اضطراب اور
اشتیاق کے ساتھ کہا۔

"ارے بھئی تم کہاں رہ گئے تھے؟ کتنی دیر سے تمہارا انتظار ہو رہا ہے؟
بھلا فقیہ صاحب اس موقع پر کیوں خاموش رہتے انھوں نے فرمایا اب تم شہزادے
کے ملازم ہو، فرائض کی بجا آوری کا احساس ہونا چاہیئے تم میں۔

سعید نے شرمندگی اور ندامت کی کیفیت اپنے اوپر طاری کر لی اور کھڑے کھڑے
واقعی بہت شرمندہ ہوں، لیکن کیا کروں رات سے طبیعت خراب ہے۔ میرا تو
ارادہ ہی نہیں تھا آج آنے کا۔ پھر خیال آیا شہزادے صاحب کہیں ناراض نہ ہو

جائیں، اس لئے حاضر ہو گیا،

عابدہ یہ سنکر کہ سعید کی طبیعت خراب تھی، بیقرار ہو گئی۔ اس نے آداب مجلس کو بالائے طاق رکھ کر پریشانی کا مجسمہ بن کر دریافت کیا۔

" اگر طبیعت خراب تھی تو مجھے کیوں نہیں اطلاع دی۔ اب کیسی ہے طبیعت؟

سعید نے آنکھوں آنکھوں میں اسے بتایا کہ تم فکر نہ کرو بالکل اچھا ہوں، میری غیر حاضری میں بھی مصلحت تھی تم میری طرف توجہ نہ کرو، شاہزادہ پر یہ اثر ڈالو کہ تمہاری فکر و نظر کا مرکز وہ ہے، پھر کہا۔

" یونہی ذرا سر بھاری ہو رہا تھا، اب بالکل اچھا ہوں ——— یہ تو بتاؤ تم نے ہمارے آقا کا جی بہلایا؟

عابدہ سعید کے ارشاد سے سب کچھ سمجھ چکی تھی، اس نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا۔

" آئی تو اسی لئے تھی، شہزادہ کے لطف و عنایت نے مجھے ان کا اسیر کر لیا ہے لیکن بہترین کوششوں کے باوجود وہ کچھ مکدر ہی سے نظر آتے ہیں۔"

یہ کہتے کہتے عابدہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے!

سعید نے شہزادہ عبداللہ سے مخاطب ہوتے کہا" عابدہ سچ کہتی ہے، واقعی آج میں آپ کو افسردہ اور پریشان سا دیکھ رہا ہوں۔ کیا بات ہے؟"

عبداللہ نے ایک پرسوز تبسم کے ساتھ جواب دیا۔

کوئی خاص بات نہیں، آؤ پہلے کھانا کھالو۔!

سعید بھی آکر بیٹھ گیا اور سب کھانا کھانے لگے، بھلا امیر المومنین الناصر کے چہیتے بیٹے کے دسترخوان پر کمی کس چیز کی ہو سکتی تھی؟ طرح طرح کے کھانے آن کی آن میں چن دیئے

گئے کھانے کے دوران میں شہزادہ بالکل خاموش رہا فقیہہ صاحب پورے استغراق اور انہماک کے ساتھ لذیذ کھانوں پر ہاتھ مارتے رہے سعید کھانا بھی کھا تا رہا اور اشارے ہی اشارے میں عابدہ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس مدت میں اس نے بہت کچھ عابدہ سے کہہ دیا اور بہت کچھ سن لیا کھانے کے بعد سب لوگ پھر اس بڑے کمرے میں آکر بیٹھ گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ شہزادہ عبداللہ اس وقت اتنا متاثر تھا کہ اس سے کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ سعید اور عابدہ شکم سیر تھے انھوں نے کھانے پر ذرا بھی توجہ نہ کی، زیادہ وقت ایکدوسرے کو آنکھوں کے اشارے سے اپنا حال بتلانے میں صرف کیا۔ البتہ ایک فقیہہ صاحب ایسے تھے جو دنیا و مافیہا سے بے خبر کھانا کھا رہے تھے اس کمرہ میں واپس آنے کے بعد سعید نے پھر وہی بات چھیڑ دی اس نے بڑے محبت بھرے لہجہ میں کہا آخر کیا بات ہے کہ آج آپ اتنے افسردہ نظر آرہے ہیں؟ میں اچھی طرح سے دیکھ رہا تھا آپ سے کھانا بھی نہیں کھایا گیا۔ مشکل سے چند لقمے آپ نے کھائے ہوں گے وہ بھی ہم لوگوں کی خاطر سے، اگر آپ ہمیں بھی اپنا محرم اسرار نہیں بنا سکتے تو تف ہے ہماری زندگی پر۔ پھر یہاں رہنے سے کیا حاصل؟ ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ ضرورت ہو تو اپنی جان آپ کے قدموں پر نثار کردیں، اور آپ کی بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ خواہ دل پر کچھ ہی کیوں نہ گذر جائے مگر آپ نہیں بتاتے کہ چہرہ اترا ہوا کیوں ہے؟ پریشانی اور افسردگی کیوں طاری ہے آپ پر؟

عبداللہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا کوئی خاص بات نہیں ہے اگر ہوتی تو بھلا تم سے نہ کہتا، لیکن یہ بتاؤ اگر بڑا بھائی اور ولی عہد سلطنت اپنے جاہ و اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھانے پر تل جائے تب کیا کرنا چاہیئے؟

سعید نے بالکل انجان بنتے ہوئے کہا، میں اپنے آقا کے ان الفاظ کا مطلب نہیں سمجھا۔ آخر ولی عہد صاحب کو اپنے بے ضرر چھوٹے بھائی سے وجہ شکایت کیا ہو سکتی ہے؟

وہ امورِ مملکت میں مصروف ہیں اور اپنا سارا وقت کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتے ہیں۔ ان کے پاس لونڈیوں کے پرے کے پرے ہیں خوبصورت اور طرحدار نازنینیاں حرم ہیں غلمان صورت ملازم ہیں آپ ان سب باتوں سے الگ ہیں چپ چاپ ایک گوشہ میں بیٹھے مطالعہ اور تحقیق علمی میں مصروف ہیں اب پہلی مرتبہ آپ نے ایک کنیز عابدہ ——— اپنے دربار میں رکھی ہے اس لئے نہیں کہ وہ بڑی خوبصورت ہے حسین و جمیل ہے بلکہ اس لئے کہ آپ کی ہم مذاق ہے شاعرہ ہے۔ ادیبہ ہے فرض کیجئے وہ اس کو طلب کرلیں تو یہ بڑی عجیب بات ہوگی۔

افسوسناک بھی اور ناقابلِ برداشت بھی،

یہ بات ایسی حکمت سے سعید نے کہی کہ جو اس کا مقصد تھا پورا ہوگیا، عبداللہ کے دل کی کھٹک ایک خلش بن گئی اس نے کہا فرض کرو ایسا ہی ہو تو مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ کیا کروں میں؟

سعید نے بڑی سادگی سے کہا، ایسی صورت میں آپ کیا کریں میں نہیں عرض کرسکتا عورت فتنہ و فساد کی جڑ ہوتی ہے۔ خود آپ ہی فیصلہ کرسکتے ہیں، میرا مقصد یہ تو نہیں کہ بھائیوں بھائیوں کو لڑا دوں۔

فقیہہ صاحب بڑی دیر سے خاموش بیٹھے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے اب ضبط نہ کرسکے، کہنے لگے لیکن ایک غیرت مند مرد کو ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہیئے؟ جناب سعید صاحب یہ تو بتایئے،

سعید نے کہا۔ غیرت مند مرد کو وہی کرنا چاہیئے جو ایک غیرت مند مرد کرتا ہے۔

یعنی؟ ———!

عبداللہ نے پوچھا: وہ کیا کرتا ہے یہ بھی تو بتادو؟ کیا وہ ایسے ناواجب مطالبات کو منظور کرسکتا ہے؟

ہرگز نہیں،

سعید نے جواب دیا۔ اور پھر خاموشی چھا گئی!

اور عبداللہ دل میں سوچنے لگا۔ اس سے بڑھ کر میری توہین و تذلیل کیا ہو سکتی ہے کہ حکم نے عابدہ کو طلب کیا۔ خواہ تلواریں میان سے نکل آئیں، لیکن میں اس مطالبہ کے آگے سر نہیں جھکا سکتا، شاید حکم میری غیرت کا امتحان لینا چاہتا ہے، اگر ایسا ہے، تو میں ہر بات سے نبٹنے کے لئے تیار ہوں۔

نفیسہ اور سعید اور عابدہ خاموش بیٹھے تھے، اور عبداللہ بھی باتیں سوچ رہا تھا کہ سعید نے شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا، آپ نے تو گفتگو ہی بند کر دی، میرا مطلب یہ ہے کہ کیا یہ سلسلۂ گفتگو ختم ہو گیا؟

عبداللہ نے جواب دیا اگر تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو کہو۔

سعید نے کہا میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ اس سلسلہ میں خود عابدہ کی بھی تو رائے لے لی جائے ان کا کیا خیال ہے؟ یہ ایسے موقعہ پر کیا کریں گی؟

قبل اس کے کہ عبداللہ کچھ کہتے، عابدہ بول پڑی، جی میں کوئی زرخرید لونڈی نہیں ہوں حکم صاحب کی، نہ مال تجارت ہوں کہ یہاں سے وہاں پھینک دی جاؤں۔ میں اپنے شہزادہ عبداللہ کی خدمت میں اس لئے کنیز بن کر رہ گئی کہ وہ میرے ہم مذاق ہیں۔ ان کا ذوق علمی ہے مجھے اس پر فخر ہے کہ میں ان کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں مجھے اس پر بھی فخر ہے کہ میرے دل میں ان کی محبت موجزن ہے میں اس پر بھی نازاں ہوں کہ وہ مجھ سے شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں میرا خیال کرتے ہیں میری دلدہی کرتے ہیں، میں اس گھر سے اس در سے مر کر نکلنا چاہتی ہوں، اگر واقعی ایسا موقع پیش آجائے تو میری لاش تو یہاں سے جا سکتی

ہے لیکن میں نہیں جا سکتی خواہ وہ ولی عہد حکم ہوں یا امیر المومنین " الناصر " !

ان الفاظ نے عبداللہ پر جادو کا سا اثر کیا وہ بیتاب ہو گیا۔ اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا عابدہ تمہارے ان الفاظ نے میرے دل میں تمہاری قدر و منزلت دوچند کر دی ہے اور تم اطمینان رکھو کہ جن مفروضات پر گفتگو ہو رہی ہے وہ اگر واقعی رونما ہوئے تو دیکھ لو گی۔ عبداللہ اپنی جان دے دینا پسند کر لے گا لیکن اپنی غیرت اور وفا پر حرف نہیں آنے دے گا۔

فقیہ نے لقمہ دیا۔ بے شک مجھے یقین ہے آپ ایسا ہی کریں گے میں آپ کی سیرت اور کردار سے جتنا واقف ہوں اور کون واقف ہو سکتا ہے،

سعید نے مصالحانہ انداز میں کہا یہ تو صحیح ہے لیکن فقیہ صاحب یہ بھی تو سوچیے معاملہ کس کا ہے؟ بھلا کس میں ہمت ہے کہ ولی عہد سے مقابلہ کر سکے؟ سارے قرطبہ میں کوئی ایسی شخصیت ہے؟ معاملہ کا بگاڑنا بہت آسان ہے اور سنبھالنا بہت مشکل۔ میں ہرگز کوئی ایسی رائے نہیں دے سکتا جس سے خدانخواستہ دونوں بھائیوں میں کسی طرح کا اختلاف پیدا ہو،

عبداللہ نے کہا۔ سعید تم ٹھیک کہتے ہو میں بھی خواہ مخواہ کا تصادم نہیں چاہتا تم جانتے ہو میں گوشہ نشین آدمی ہوں اور اسی گوشہ عافیت میں مگن رہنا چاہتا ہوں لیکن اسے بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ خواہ مخواہ مجھے چھیڑا جائے، میری عافیت چھیننے کی کوشش کی جائے میرا سکون غارت کرنے کا منصوبہ بنایا جائے، آخر آدمی ہوں عقل رکھتا ہوں، جذبات رکھتا ہوں احساس کا مالک ہوں!

بجا ارشاد ہوا!

فقیہ صاحب نے فرمایا۔

لیکن سعید خاموش بیٹھا رہا۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔ اتنے میں سائرہ آیا اور چپ چاپ

آکر کھڑا ہوگیا۔!

عبداللہ نے پہلے سے زیادہ تلخی کے ساتھ پوچھا: کیوں آیا ہے تو؟"

وہ بولا: "میرے آقا خط لایا ہوں!"

عبداللہ کی تیوریاں چڑھ گئیں اس نے پوچھا۔

"خط؟ ——— کس کا خط ہے؟ کیا پھر ولی عہد صاحب کا کوئی مکتوب گرامی آیا ہے؟

سائر نے عرض کیا: میرے آقا ولی عہد کا خط ہے، قاصد دروازے پر کھڑا ہے اور ابھی جواب مانگ رہا ہے!

یہ سنکر عبداللہ کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس نے سائر کے ہاتھ سے خط لے لیا، پڑھا اور خاموش ہوگیا۔

نفیسہ:۔ غالباً اسی طرح کا خط ہوگا جیسا ابھی تھوڑی دیر پہلے آیا تھا۔

عبداللہ۔ ہاں!

سعید:۔ کوئی خاص بات ہے؟

عبداللہ۔ بڑی خاص بات ہے، لو پڑھو، زور سے پڑھو تاکہ عابدہ بھی سُن لے۔ سعید نے خط لے کر با آواز بلند پڑھنا شروع کیا۔

"ولی عہد مملکت شہزادہ حلکم کی طرف سے امیر عبداللہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم نے تمہارا خط پڑھا ہمیں حیرت ہوئی کہ تم نے ایسی بدتمیزی اور گستاخی ہمارے حضور میں کیسے روا رکھی، اور وہ بھی ایک معمولی سی لونڈی کے معاملہ میں ہم تمہاری غلطی کو نظر انداز کرتے ہیں تمہاری خطا معاف کرتے ہیں لیکن

آئندہ تمہیں بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیئے۔ بہر حال اس خط کے پڑھتے ہی ہمارے قاصد کے ساتھ عابدہ کو ہمارے حضور میں بھیج دو، تم کو یہ حقیقت فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ یہ مطالبہ ولی عہد مملکت کی طرف سے ہو رہا ہے جو امیر المومنین کے بعد مملکت کی سب سے بڑی شخصیت ہے سارا جس کی بیعت و اطاعت کر چکا ہے تم بھائی ہو کر اس اطاعت سے منہ موڑنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تمہارا یہ رویہ قائم رہا تو پھر ہم مجبور ہو کر اپنے اختیارات سے کام لینے پر مجبور ہو جائیں گے ہم تم سے توقع رکھتے ہیں کہ اس ناپسندیدہ اقدام پر ہمیں مجبور نہ کرو گے!"

خط سنانے کے بعد سعید نے کہا "اب تک ایک مفروضہ کی حیثیت سے جس بات پر ہم غور کر رہے تھے وہ واقعہ بن گئی، اب کیا ہو گا؟ کیا ولی عہد سلطنت کا حکم ٹالا جا سکتا ہے؟

قبل اس کے کہ عبداللہ کوئی جواب دے عابدہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے گریہ پر قابو پاتے ہوئے کہا، مجھے اجازت دیجئے، میں جاتی ہوں میں یہاں کسی طرح نہیں رہ سکتی!

عبداللہ نے حیرت سے عابدہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا، یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ کیوں جا رہی ہو؟ کہاں کا قصد ہے؟ آخر وجہ؟ سبب؟ کچھ تو کہو، تم پر گریہ کیوں طاری ہے۔؟ مجھ سے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جاتی،

عابدہ نے روتے روتے جواب دیا میں دو بھائیوں میں جدائی کی خلیج نہیں بننا چاہتی میں یہ بھی نہیں گوارا کر سکتی کہ اپنے آقا عبداللہ کے سوا کسی اور کے در دولت پر جا کر زندگی بسر کروں اور مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ میری وجہ سے میرے آقا پر آفت آئے۔ یہ سارا جھگڑا میری

جہ سے ہے، بہتر یہ ہے کہ راستہ سے ہٹ جاؤں، میں بغداد چلی جاؤں گی اور کسی گوشہ میں بیٹھ کر باقی زندگی گذار دوں گی۔!

نقیھ :- تمہاری یہ عمر گوشہ عافیت میں بیٹھ کر زندگی بسر کرنے کی ہے؟

سعید :- تمہیں شہزادہ عبداللہ کی مرضی پر چلنا چاہیئے۔

عابدہ :- چلتی ہوں، چلوں گی میری زندگی کا اب اور مقصد ہی کیا ہے؟ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ امیر عبداللہ کے سوا کسی اور کا گھر دیکھوں اور یہ میری وفاداری اور محبت گوارا نہیں کر سکتی کہ اپنے باعث اپنے آقا کو مصیبت میں ڈالوں!

عبداللہ :- لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا تم اس قدر فکر مند کیوں ہو رہی ہو؟

عابدہ :- آپ میرے دل کی حالت کا اندازہ نہیں لگا سکتے اس تصور سے کہ میں یہاں سے کہیں اور بھیج دی جاؤں گی میری حالت غیر ہونے لگتی ہے میں موت کی دعائیں کرنے لگتی ہوں مجھے زندگی سے نفرت ہو جاتی ہے میں اسے کسی طرح برداشت نہیں کر سکتی،

عبداللہ :- لیکن تم سے کہہ کون رہا ہے کہ برداشت کرو!

عابدہ :- پھر آپ کیا کریں گے؟ کیا ولی عہد کی حکم عدولی کریں گے؟

عبداللہ :- بے شک!

عابدہ :- اور اس کا انجام کیا ہوگا؟

عبداللہ :- میں انجام کی پرواہ نہیں کرتا بھگت لوں گا سب کچھ میرا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا،

عابدہ :- میری دعا ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن جانتی ہوں کہ ولی عہد سے ٹکر لینا آسان نہیں ہے، نہیں میں اپنی وجہ سے آپ کو خطرہ اور ہلاکت میں ہرگز نہیں پڑنے دوں گی!

عبداللہ :- خدا کی بندی تم کیوں اندیشہ ہائے دور و دراز میں مبتلا ہو رہی ہو، کوئی خطرہ وطرہ

لاحق نہیں ہے اطمینان سے بیٹھی رہو، یہ ہمارا کام ہے کہ فیصلہ کریں اب کیا ہو گا؟

سعید:۔ لیکن یہ فیصلہ جلد ہونا چاہیئے اس لئے کہ ولی عہد کا قاصد جواب کا منتظر ہے۔

عبداللہ:۔ میں قاصد کی گردن اڑا دوں گا! وہ یہاں سے زندہ نہیں واپس جائے گا!

سعید:۔ یہ بہت بُرا ہو گا!

عبداللہ:۔ ہونے دو، میں کسی کی پروا نہیں کرتا!

سعید:۔ پھر سوچ لیجیے۔ آپ بڑے خطرناک کام کا عزم کر رہے ہیں!

عبداللہ:۔ سوچ چکا، اگر بھائی صاحب کی یہی روش رہی تو مجبوراً مجھے والد محترم سے سارے حالات بیان کرنا پڑیں گے۔

فقیہ:۔ لیکن امیر المومنین بھی اگر ان کی جانب داری کریں؟ تب آپ کیا کریں گے؟

عبداللہ:۔ تب میں عابدہ کو ساتھ لے کر کہیں نکل جاؤں گا۔ اس امارت کو، اس دولت کو، ا[illegible] جاہ و جلال کو، اس ثروت و نعمت کو، اس محل اور ایوان کو لات مار دوں گا، ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں نہیں رہوں گا!

فقیہ:۔ یہ کام وہ شخص کرے گا جس سے رعایا محبت کرتی ہے۔ جس کا عوام کلمہ پڑھتے ہیں۔ جس سے خلقت کو عقیدت ہے۔

سعید:۔ جس کے لئے لوگ بغاوت کر سکتے ہیں۔ جس کی خاطر خاک و خون میں تڑپ سکتے ہیں! ——— شہزادے صاحب آپ نہیں جانتے آپ کیا آپ کو نہیں معلوم آپ کی منزلت کیا ہے؟ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ رعایا آ[illegible] سے کیسی والہانہ محبت کر سکتی ہے۔

فقیہ:۔ صرف آپ کے ایک اشارۂ چشم کی دیر ہے!

عبداللہ:- پھر کیا ہوگا؟

فقیہ :- پھر آپ ہوں گے اور تختِ خلافت!

عبداللہ:- (سہم کر) نہیں ایسا نہ کہو، والد کو خدا عمرِ نوحؑ عطا کرے، میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں!

فقیہ :- آپ میری گردن اڑا دیجئے، لیکن کہوں گا وہی جسے سچ سمجھوں گا!

سعید :- قومی اور ملی معاملات میں ذاتی تعلق اور رشتہ کی پرواہ کی جائے تو قوم تباہ ہو جائے ملت برباد ہو جائے!

فقیہ :- آپ سے زیادہ اس تاریخی حقیقت سے کون آشنا ہو سکتا ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں جب جہاد کے لئے مسلمان نکلے تو وہ ذاتی رشتوں کو یکسر فراموش کر چکے تھے بھائی بھائی سے لڑ رہا تھا باپ بیٹے پر تلوار چلا رہا تھا۔ اس لئے کہ معاملہ حق کا تھا، اصول کا تھا، سچائی اور راستی کا تھا!

سعید:- یہ ساری ابتری امیر المومنین ہی کے باعث ہے۔ انھوں نے غلاموں اور خاص طور پر لونڈیوں کی ایک فوج بھرتی کر لی ہے۔ کیا بیت المال کا روپیہ اس لئے ہوتا ہے؟ وہ عمارتوں کی تعمیر پر بے دریغ روپیہ صرف کر رہے ہیں کیا ابوبکرؓ و عمرؓ اور امام علی علیہ السلام کا یہی مسلک تھا؟ لوگ بھوکے مر رہے ہیں فاقے کر رہے ہیں بڑی مشکل سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ لیکن امیر المومنین کے محل میں جو مچھلیاں حوضوں کے اندر تیر رہی ہیں، صرف ان کی غذا پر لاکھوں روپیہ ہر سال صرف ہو جاتا ہے کیا خلفائے راشدین یہی کرتے تھے؟ ہمارا اوڑھنا بچھونا مذہب ہے ہم تو ہر بات کو ہر مسئلہ کو اس عینک سے دیکھتے ہیں، یہ باتیں اگر آپ کو ناگوار گزری ہوں تو معاف

کردیجئے، آیندہ میں لب کشائی کی جرأت نہیں کروں گا۔ لیکن حق بہر حال حق ہے!

عبداللہ: ٹھیک ہے میں کب کہتا ہوں تم غلط کہہ رہے ہو؟

نعیم:- کیا آپ سعید کو سچا سمجھتے ہیں؟

عبداللہ:- ہاں کیوں نہیں؟

نعیم:- اگر یہ بات ہے تو پھر اس کا کہنا بھی مانیئے!

عبداللہ:- اس کے کسی نیک مشورہ کو میں نہیں ٹھکرا سکتا!

نعیم:- پھر کمر ہمت کس لیجئے، اور ان بدعات و خرافات کا مقابلہ کیجئے۔

عبداللہ:- لیکن کیونکر؟

نعیم:- امیدوار خلافت بن کر!

عبداللہ:- اس طرح خونریزی ہوگی، فتنہ فساد کی گرم بازاری شروع ہو جائے گی!

سعید:- اس سے کیا ہوتا ہے؟ اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں ہر بات کے لئے حتیٰ کہ اپنی جان دے دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے!

نعیم:- میں تو تیار ہوں اس کے لئے!

عبداللہ:- مجھے بھی تم کسی سے پیچھے نہ پاؤ گے؟

سعید:- یعنی آپ ہمارا ساتھ دیں گے؟ ہماری اسکیم میں ہماری رفاقت اور سرپرستی کریں گے؟

عبداللہ:- ضرور ——— تمہاری باتوں نے میری آنکھیں کھولدیں، واقعی اگر موجودہ نظام قائم رہا تو مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ اسلام کے وقار پر حرف آجائے گا۔ نظام مملکت غارت ہو جائے گا اور ہماری ہوا اُکھڑ جائے گی! تو یہ سب کچھ برداشت کر دوں ورنہ پھر وہ کروں جو تم کہہ رہے ہو!

سعید:۔ بس اب مجھے اطمینان ہوگیا۔ اب میرا دل مطمئن ہے!

فقیہہ:۔ لیکن ہماری راہ عمل کیا ہوگی۔ یہ بھی تو طے ہوجانا چاہیئے!

سعید:۔ اصل بات طے ہوگئی، رہ گئی راہ عمل تو وہ بھی طے کریں گے، کسی وقت!

فقیہہ:۔ لیکن کب میرے بھائی؟

سعید:۔ ایسے معاملات میں جلد بازی مناسب نہیں، ہمیں تمام پہلوؤں پر غور کرکے کوئی رائے قائم کرنی چاہیئے۔ اور اس کے بعد آگے بڑھنا چاہیئے!

عبداللہ:۔ مجھے تمہاری رائے سے اتفاق ہے، جلد بازی کسی حالت میں بھی مناسب نہیں!

اتنے میں سائرہ آکر پھر سامنے کھڑا ہوگیا۔ عبداللہ نے کہا،

"شاید تم جواب لینے آئے ہو؟"

وہ بولا جی، "میرے آقا یہی بات ہے!"

عبداللہ نے پوچھا، "قاصد اب تک جواب کا منتظر کھڑا ہے،

سائرہ نے عرض کیا، "نہ صرف کھڑا ہے بلکہ جلدی کر رہا ہے!

عبداللہ نے سعید اور فقیہہ ابن عبدالبر سے مخاطب ہوکر کہا۔

"جواب جانا چاہیئے، لیکن کیا؟ کن الفاظ میں؟"

سعید:۔ جیسا آپ فرمائیں جیسی آپ کی رائے ہو؟

عبداللہ:۔ میں تو غصہ سے دیوانہ ہو رہا ہوں، لکھنے بیٹھا تو نہ جانے کیا لکھ جاؤں گا، بہتر یہ ہے کہ تم جواب کا مسودہ تیار کردیں دستخط کردوں گا!

سعید نے قلم دوات کاغذ لے کر جواب لکھنا شروع کیا اور اسے یوں سنایا۔

"حیرت ہے آپ اپنی ضد پر قائم ہیں، میں نے پہلے خط میں صاف طور پر

لکھ دیا تھا کہ عابدہ آپ کی خدمت میں نہیں ارسال کی جاسکتی، لیکن آپ کا اصرار بدستور قائم ہے، اب آخری بار میں صاف الفاظ میں عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس خیالِ خام کو دل سے نکال دیجئے، وہ کسی طرح بھی نہیں بھیجی جائے گی۔ دوسرے خلفا کی سیرت پر ایک نظر ڈالیئے، وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ کتنا اچھا سلوک کرتے تھے، اور ایک آپ ہیں، کہ میری مسرت چھین لینے پر تل گئے ہیں میں نے ہمیشہ سعادتمندی کو کو اپنا شعار قرار دیا لیکن اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے ——— ——— عاقلاں را اشارہ کافیست!"

خط سنکر عبداللہ نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے، لیکن الفاظ بہت نرم ہیں۔ میں چاہتا تھا ایسا سخت جواب جاتا۔ یہاں سے کہ ولی عہد کا مزاج درست ہو جاتا، پھر سے لکھو اور ایسا سخت لکھو کہ دوبارہ انھیں خط بھیجنے کی جرأت نہ ہو!

سعید نے فقیہ ابن عبدالبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اگر آپ کا حکم ہو تو اس سے بھی کہیں زیادہ سخت خط لکھ سکتا ہوں، لیکن مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ الفاظ نرم ہوں"۔

فقیہ نے فوراً تائید کر دی،

میں سعید کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں!"

عبداللہ نے خط لے کر اس پر اپنے دستخط کئے۔ اور مہر لگا کر سائر کے حوالہ کر دیا حکم کا قاصد بڑی دیر سے دروازے پر منتظر کھڑا تھا۔ اسے جا کر دے دیا۔ وہ سیدھا

قصر ولی عہد کی طرف خطاب کر چلا گیا!

امیر عبداللہ نے سعید سے کہا۔

آج میری شرافت اور غیرت کو چیلنج دیا گیا ہے، عابدہ کو طلب کر کے مجھے مجبور کیا گیا ہے کہ میں غلاموں کی طرح ہر ناجائز اور غیر مستحسن بات تسلیم کر لوں، امید ہے کہ اب بھائی صاحب کا مزاج درست ہو جائے گا،

فقیہ:۔ امید تو مجھے بھی یہی ہے لیکن اگر انھوں نے چند سپاہی بھیج دیئے کہ وہ عابدہ کو زبردستی لے آئیں تو!

سعید:۔ دسہم کسا ہاں یہ ہو سکتا ہے!

عابدہ:۔ (گلوگیر آواز میں) خدا کے لئے مجھے یہاں سے جانے دیجئے، میں وہاں نہیں جاؤں گی، اگر زبردستی بھیجی گئی تو مر جاؤں گی!

عبداللہ:۔ عابدہ میں کئی مرتبہ تم سے کہہ چکا ہوں کہ اس معاملہ کو مجھ پر چھوڑ و، جب تک میں زندہ ہوں کسی کا ہاتھ تم تک نہیں پہنچ سکتا،!

۲۱

اپنی اپنی باتیں

شہزادہ عبداللہ کے چہرے پر اب تک تکدر اور انقباض کے آثار تھے، اس نے سمیحہ کو تو ترکی بہ ترکی جواب ولی عہد کی خدمت میں بھیج دیا تھا، لیکن غصہ، صدمہ اور برہمی کی جو کیفیت اس طرزِ عمل سے بیدار ہو گئی تھی، وہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ سعید بڑے غور سے عبداللہ کے ذہنی خلجان کا مطالعہ کر رہا تھا اور دل ہی دل میں اپنی کامیابی پر مسرور ہو رہا تھا۔ عابدہ کے لبوں پر مہرِ سکوت لگی تھی۔ اس کے چہرے بشرے سے بھی اضطراب اور قلق کی کیفیت نمایاں تھی، فقیہ ابن عبدالبر کبھی عابدہ کو دیکھنے لگتے تھے کبھی شہزادہ عبداللہ کے جمالِ جہاں آرا کا نظارہ کرنے لگتے تھے، یہ خاموشی انہیں کھل رہی تھی۔ مجلس طراز آدمی تھے، چاہتے تھے وہی دل لگی، اور ہنسی مذاق کی باتیں ہوں جن سے دل بہلے جن سے فکر و تدبر کے نئے گوشے نمایاں ہوں، جن سے مستقبل کی تعمیر و تشکیل میں مدد ملے، لیکن ان پہلوؤں کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھا سب اپنے فکر میں تھے۔ اتنے میں سعید نے طلسمِ سکوت توڑا۔ اس نے شہزادہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا: کیا بات ہے کہ میں آپ کو افسردہ دیکھ رہا ہوں۔ ہم خدامانِ بارگاہ کی موجودگی میں بھی اگر

جناب امیر شگفتہ نہ ہوئے، تو پھر آخر ہم کس کام آئیں گے۔ ملکہ زندگی کس کام کی؟

محتشم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، کوئی خاص بات نہیں ہے، بھائی صاحب کی حرکت بیہودہ کے غور کر رہا ہوں، انھیں اس طرح کی باتیں مجھ سے نہ کرنی چاہیئے تھیں۔ یہی سوچتا ہوں کیا دنیا میں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟

فقیہ صاحب ضبط کئے ہوئے اب تک خاموش تھے لیکن اب خاموش نہ رہ سکے فرمایا: آپ خواہ مخواہ فکر کرتے ہیں۔ میں تو کہتا ہوں حکم نے جو کچھ کیا بہت اچھا کیا ہمیں ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے!

یہ بڑی عجیب بات تھی عابدہ عبداللہ اور سعید میں سے کوئی بھی اپنی حیرت نہ چھپا سکا۔ عبداللہ نے پوچھا آخر اس میں شکر گذار ہونے کی کیا بات ہے؟ فقیہ صاحب نے جواب دیا۔ یہ ذلیل حرکت کرکے انھوں نے آپ کی ولی عہدی اور خلافت کے لئے راستہ صاف کر دیا۔ اگرچہ وہ ایسا نہ کرتے تو بھی ہم اپنی سعی ضرور کرتے لیکن اس حرکت نے تو ہمارے اندر ایک نئی حرارت پیدا کر دی ہے۔ اب ہم اپنے پروگرام پر جلد از جلد عمل شروع کر دیں گے۔ سعید ان باتوں سے چڑ گیا اس نے فقیہ صاحب سے کہا، آپ تو خواہ مخواہ کی بے موقع باتیں کرتے ہیں جن کا سر نہ پاؤں، یہ وقت ان باتوں کا ہے؟ شہزادے صاحب کا مزاج ناساز ہو رہا ہے اور آپ ایسی باتیں کر رہے ہیں، جن سے غصہ اور صدمہ میں اضافہ ہو؟

بیچارے فقیہ صاحب یہ لتاڑ سنکر خاموش ہو گئے۔ ندامت ان کے چہرے سے ہویدا تھی۔ سعید نے انھیں خاموش ہو جانے پر مجبور کرنے کے بعد عبداللہ سے کہا، عابدہ کا گانا سنئے۔ ایام عرب کی داستانیں سنئے۔ اشعار عرب سنئے، وہ آپ کا دل بہلائے گی۔ اسی سے آپ کا دل بہل سکتا ہے!

عبداللہ نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ تجویز اسے پسند ہے چنانچہ سعید نے عابدہ سے کہا تم خاموش کیوں ہو، اپنا فریضہ بجالاؤ، ہمارے محسن اور مکرم شہزادے پر تکدر طاری ہے، اسے اپنی نغمہ سرائی سے اپنی شیریں بیانی سے دور کرو!

وہ کہنے لگی خود میری عجیب کیفیت ہو رہی ہے، جی گھبرا رہا ہے طبیعت پریشان ہو رہی ہے، نہ جانے کیا ہوا جا رہا ہے!

عبداللہ نے بے تاب ہو کر پوچھا، عابدہ تم اتنی سہمی ہوئی کیوں ہو؟ جب تک میں زندہ ہوں تمہارا کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ پریشانی کو اپنے پاس بھی نہ پھٹکنے دو، گاؤ اپنا دل بھی خوش کرو اور ہماری پریشانی بھی دور کرو،

وہ مسکرانے لگی، پھر اس نے طنبورہ اٹھایا اور دھیمے سروں میں شعرائے جاہلیت کے اشعار گانے لگی، لیکن اس وقت کچھ رنگ نہ جما، اس لئے بھی تو وہ بے دلی سے گا رہی تھی۔ اور اس لئے بھی کہ شہزادہ بھی اپنی پریشانیوں میں ایسا کھویا ہوا تھا کہ پورے طور پر متوجہ نہیں تھا اور ایک گیت گا کر عابدہ خاموش ہو گئی۔ مجمع پر پھر سکوت طاری ہو گیا۔ شہزادہ اٹھ کھڑا ہوا، اس نے کہا اب آپ لوگ بھی آرام فرمایئے کافی رات گزر گئی اور ہم بھی استراحت کریں گے بہت زیادہ تھکان محسوس ہو رہی ہے یہ سن کر سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ نے جاتے جاتے پھر عابدہ کو مخاطب کیا اور کہا دیکھو تم ذرا بھی پریشان اور ہراساں نہ ہو، بالکل مطمئن رہو۔ تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا، جاؤ تم بھی آرام کرو جا کر،

عبداللہ کے جانے کے بعد یہ تینوں پھر آرام سے بیٹھ گئے، اور باتیں شروع کر دیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فقیہہ صاحب بھی تشریف لے گئے اور سعید و عابدہ میں راز و نیاز کی باتیں شروع ہو گئیں۔ عابدہ نے بڑی معصومیت کے ساتھ کہا۔

عابدہ :- آخر تم نے مجھے کہاں پھنسا دیا ہے اکبر ؟

سعید :- یہاں اتنے ٹھاٹھ سے تو ہو پھر بھی گھبراتی ہو ؟

عابدہ :- میں ٹھاٹھ باٹھ کی بھوکی نہیں ہوں، مجھے نہ یہ محلسرا چاہیئے، نہ یہ دولت و ثروت، نہ یہ حشمت و وجاہت، میں یہ کچھ نہیں چاہتی ؟

سعید :- پھر آخر کیا چاہتی ہو تم ؟ کچھ معلوم بھی تو ہو ؟

عابدہ :- سادہ سا مکان، سادہ سی زندگی، دنیا سے دور، دنیاداروں سے دور ؛

سعید :- (مسکرا کر) اکیلی گھبراؤ گی نہیں ؟

عابدہ :- کیا تم میرے پاس نہیں ہو گے ؟

سعید :- کیوں نہیں ، ضرور ہوں گا ؟

عابدہ :- تو بس چلو یہاں ایک ایک پل میرے لئے ایک ایک برس ہو رہا ہے، جتنا جتنا شہزادہ کا التفات بڑھتا جاتا ہے ، میری گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جاتا ہے !

سعید :- ایسا نہ کہو عبداللہ تم پر دل و جان سے فریفتہ ہے ،

عابدہ :- در گزری میں اس فریفتگی سے ، مجھے ان کا عشق نہیں چاہیئے ۔ تمہاری محبت اگر حاصل ہے تو دنیا کی ہر چیز حاصل ہے ،

سعید :- میری محبت صرف تمہی کو حاصل ہے اور میری زندگی کے آخری سانس تک حاصل رہے گی ، لیکن ذرا غور تو کرو جب تک میرے مقاصد نہ پورے ہو جائیں اس وقت تک تو محبت کرنے کے باوجود ہم ایک دوسرے سے دور رہنے پر مجبور ہیں ۔۔۔ !

عابدہ :- یہ تو مانتی ہوں ، اسی لئے یہ جدائی گوارا کر رہی ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کی کوئی حد بھی ہے ، آخر مقاصد کب حاصل ہوں گے ؟ کب تک میں یہ دوریگی کی زندگی بسر کرتی رہوں گی ؟"

سعید:۔ بس چند ماہ میں ہم اپنے مقاصد سے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔ سب سے بڑا مرحلہ یہ تھا کہ عبداللہ کو اکسائیں اور اپنے قبضہ میں کریں، اپنا آلہ کار بنالیں سو یہ مرحلہ تمہاری وجہ سے آسان ہو گیا اب وہ ہماری مٹھی میں ہے ہمارا بندۂ بے دام ہے،

عابدہ:۔ یہ تو سچ ہے، اس پر تمہارا جادو چل گیا ہے۔

سعید:۔ میرا نہیں تمہارا ——— یہ سب تمہارے حسنِ سحر طراز کی برکت ہے بس تھوڑی مدت تک یہ ڈرامہ اور کھیلتی رہو، پھر یہ ساری شکایتیں اور پریشانیاں دور ہو جائیں گی۔

عابدہ:۔ بہت خوب جب تک برداشت کر سکتی ہوں، کروں گی! ——— لیکن تم نے تو اب مجھ سے ملنا بھی چھوڑ دیا ہے!

سعید:۔ (مسکرا کر) کیوں جھوٹ بولتی ہو عابدہ؟

عابدہ:۔ پرسچ ——— میں ہر وقت تمہی کو یاد کرتی ہوں۔ تمہارے ہی بارے میں سوچتی رہتی ہوں۔ دل سے تمہاری باتیں کیا کرتی ہوں۔ تم نظر کے سامنے آجاتے ہو، تو ایسا معلوم ہوتا ہے کوئی بہت بڑی دولت اور نعمت مل گئی، تمہیں نہیں دیکھتی تو طرح طرح کے وہم ستانے لگتے ہیں، اور تمہارا یہ حال ہے کہ اس محلسرا میں لاکر مجھے ڈال دیا، اور پھر پلٹ کر خبر بھی نہیں لی،

سعید:۔ عابدہ خفا نہ ہو، تمہاری ہی ایک ذات ہے جو میری زندگی کا سہارا ہے تمہی کو دیکھ کر جیتا ہوں، تمہارے تصور سے زندگی کی رونق قائم ہے۔ تمہیں اگر بھول جاؤں گا اور نظر انداز کردوں گا تو اس دنیا میں پھر میرے لئے رہ کیا جائے گا۔ صرف تمہیں حاصل کرنے کے لئے یہ سارا ڈرامہ کھیل رہا ہوں پھر بھی تم مجھ سے بدگمان ہو؟

یہ کہتے کہتے سعید کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر عابدہ بے قرار ہو گئی، وہ جلدی سے اٹھی، اس نے اپنے غرارہ (اوڑھنی سے) اس کے آنسو پونچھے اور کہا۔

"مرد ہو کر روتے ہو، میں تم کو تو بڑا بہادر سمجھتی ہوں!

سعید نے کہا: ہاں میں بہادر ہوں ——— لیکن تمہارے سامنے نہیں، محبت آدمی کو بزدل بھی بنا دیتی ہے!

عابدہ کا چہرہ پھول کی طرح کھل گیا، اس نے کہا۔

"اب باتیں بنانے لگے، بس اسی طرح تم جب چاہتے ہو بے وقوف بنا لیتے ہو مجھے! ——— اچھا نہیں میں کچھ نہیں کہتی، پھر تم روٹھ جاؤ گے، رونے لگو گے!"

یہ کہہ کر ہنس دی!

سعید نے بھی ایک دل آویز تبسم کے ساتھ اس کے قہقہہ کا جواب دیا۔ پھر کہا۔

عابدہ مصیبت کے دن کٹ چکے، اب ہمارا عہد کامرانی آ رہا ہے!"

وہ بولی، "خدا کرے وہ دن جلد آئے میں اسی کے لئے جی رہی ہوں!"

سعید نے عابدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے ہولے ہولے سہلانے لگا، اس وقت اس پر غضب کی پھبن چھائی ہوئی تھی بالوں کی ایک لٹ بار بار ماتھے سے ہوتی ہوئی گالوں کو آ آ کر چومنے لگتی تھی، وہ پریشان ہو کر بار بار اپنی صراحی دار گردن جھٹکتی تھی گردن جھٹکنے کا انداز اور زیادہ قیامت خیز تھا۔ سعید نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لئے لئے کہا۔

"عابدہ تم اتنی حسین کیوں ہو؟ تمہیں دیکھ کر میرا دل دھڑکنے لگتا ہے میرے ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں!"

اس نے ایک دلفریب تبسم کے ساتھ کہا۔

"بزدل جو ہو ــــــ ابھی ابھی تو تم نے اعتراف کیا تھا اپنی بزدلی کا، کیا تھا نا؟

سعید:۔ ہاں ــــــ کہو تو پھر دوہرا دوں، لوگ کہتے ہیں امیرالمومنین الناصر کی محبوبہ زہرہ حسین ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی جواب نہیں، لیکن یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے میری عابدہ کو نہیں دیکھا ہے۔ عابدہ کو دیکھنے کے بعد کوئی اندھا بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا ــــــ کیوں یہ سچ ہے نا؟"

عابدہ:۔ (شرماتے ہوئے انداز میں) میں نہیں جانتی!

سعید:۔ وہ دن میرے لئے کتنا خوش بختی کا دن ہوگا۔ جب تم میری ہوگی، صرف میری!

عابدہ:۔ اور اب کس کی ہوں؟

سعید:۔ (زیر لب تبسم کے ساتھ) عبداللہ کی!

عابدہ:۔ ایسی باتیں مذاق میں بھی سننا مجھے گوارہ نہیں! ــــ ابھی چلی جاؤں گی یہاں سے!

سعید:۔ نہیں بھئی نہیں، بس اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ــــــ"

عابدہ:۔ واہ، یہ بھی کوئی بات ہوئی جو چاہا کہہ لیا، اور پھر الفاظ واپس لے لئے، میں نہیں کرتی واپس،

سعید:۔ اچھا معاف کردو!

عابدہ:۔ معاف کردوں گی، لیکن ایک شرط ہے میری!

سعید:۔ کہو ــــ تمہاری ہر شرط دل وجان سے منظور ہے!

عابدہ:۔ اتنے الگ الگ نہ رہا کرو!

سعید:۔ (ایک تاثر کے ساتھ) میری جان کیا تم سمجھتی ہو میں خود سے الگ رہتا ہوں؟ بڑے فائدہ کے لئے چھوٹا فائدہ قربان کرنا پڑتا ہے۔ تمہیں ہمیشہ کے لئے اپنانے کی

خاطر یہ سوانگ رچاتا ہوں،

عابدہ:۔ لیکن تم سے ملے بغیر میرا دل جو گھبراتا رہتا ہے!

سعید:۔ تم سے زیادہ میں بیقرار رہتا ہوں۔ تمہیں دیکھ لیتا ہوں تو دل کی مرجھائی ہوئی کلی کھل جاتی ہے۔ تم سے باتیں کر لیتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بہت بڑی دولت ہاتھ آ گئی، تمہیں اپنے پاس بیٹھا دیکھ کر کیا ہوں فخر و مسرت کی کیسی کیفیت طاری ہوتی ہے مجھ پر، تم اندازہ نہیں کر سکتیں عابدہ، لیکن ابھی ہمیں جدا رہنا پڑے گا۔ ابھی ہم غمِ فراق سہنے پر مجبور ہیں؟

عابدہ:۔ لیکن کب تک؟

سعید:۔ بس چند روز، زیادہ سے زیادہ چند ہفتے!

عابدہ:۔ اور اس کے بعد؟

سعید:۔ اس کے بعد تم سعید کی ہو گی، سعید تمہارا ہو گا!

عابدہ:۔ (شرما کر) باتیں نہ بناؤ۔

سعید:۔ لیکن میری روح تجھے میری خاطر سے ایک کام بہر حال کرنا پڑے گا!

عابدہ:۔ جو کہتے ہو کرتی تو ہوں، میں تو تمہارے اشارہ پر چلتی ہوں، ہر وہ بات مجھے اچھی لگنے لگتی ہے جس کے بارے میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ تمہاری خوشی اسی میں ہے!

سعید:۔ بس تو جس طرح ہو، عبداللہ کو اپنے دام سے نہ نکلنے دو!

عابدہ:۔ اونھ، یہ سوانگ ہم سے نہیں رچایا جاتا!

سعید:۔ میری خاطر سے بھی نہیں؟

عابدہ:۔ یہ سب کچھ تمہاری ہی خاطر سے تو کر رہی ہوں، ورنہ میری پوچھو تو مجھے نہ شہزادہ

اچھا لگتا ہے، نہ اس کی باتیں، نہ یہ محلسرا نہ یہ دولت کی ریل پیل!

سعیدہ۔ میں جانتا ہوں، مجھ غریب و فقیر کے مقابلہ میں تم دولت کو نہیں بھی ٹھکرا سکتی ہو، لیکن میرے ہی کہنے سے کچھ مدت اور اس طرح گزار لو!

عابدہ:۔ لیکن یہ شہزادہ حکم کہاں سے بیچ میں کود پڑے؟ ان باتوں سے میرا دل بہت الجھتا ہے، واہ میں کوئی آبرو باختہ عورت ہوں کہ جو چاہے مجھے بلالے، اور میں کچے دھاگے میں بندھی چلی جاؤں؟

سعید:۔ (ہنس کر) اوہ چھوڑ دبھی حکم کو تم نہیں جانتیں کیا معاملہ ہے یہ سب مصلحتیں میں جانتا ہوں۔ باقی اس کا اطمینان رکھو کہ تم صرف سعید کی ہو اور سعید ہی کی رہو گی نہ عبداللہ کا ہاتھ تمہارے دامن تک پہنچ سکے گا، نہ حکم تمہیں ہاتھ لگا سکے گا!

عابدہ:۔ ابھی کباب کی ہڈی بن گئی ہوں میں بھی ——— کہیں دونوں بھائیوں میں لڑائی نہ چھڑ جائے؟

سعید:۔ چھڑ جائے تو تمہیں کیا؟ بلکہ میں تو کہتا ہوں، اگر ایسا ہو، تو ہمارا مقصد بہت جلد حاصل ہو جائے۔ کل کے بجائے آج!

عابدہ:۔ (زیرِ لب تبسم کے ساتھ) واہ تمہارا مقصد بھی خوب ہے، جس کے لئے قتل و غارت کشت و خون اور فتنہ و فساد ضروری ہے، بھلا یہ کیا بات ہوئی؟

سعید عابدہ کی ان باتوں پر زور زور سے ہنسنے لگا، اس نے کہا، عابدہ سچ کہتا ہوں آج بہت دنوں کے بعد ہنسا ہوں، وہ بھی تمہارے سامنے تم سے ہٹ کر تمہارے پاس سے جا کر میں ایسا کھویا کھویا رہتا ہوں کہ کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہتا!

۲۲

دوسرا خط

سعید اور عابدہ آپس میں باتیں کر ہی رہے تھے کہ یکایک ایک خادم ہانپتا کانپتا حاضر ہوا، سعید نے اسے اس حالت میں آتا دیکھ کر عابدہ سے کہا، خدا خیر کرے، یہ کیوں آرہا ہے؟ اتنے میں وہ پاس آگیا اور اس نے کہا آپ کو ابھی اور اسی وقت شہزادہ عبداللہ نے یاد فرمایا ہے، سعید نے پوچھا، کیوں؟ کیا بات ہے؟ وہ کہنے لگا، یہ میں نہیں جانتا، لیکن کوئی ضروری اور اہم ہی بات ہوگی جو اس وقت یوں طلب فرمایا ہے؟ سعید نے پھر پوچھا اچھا یہ بتاؤ، ثعیبہ ابن عبدالبر کہاں ہیں؟ وہ کہنے لگا شہزادے کے پاس بیٹھے ہیں سعید نے عابدہ کی طرف دیکھ کر کہا، ضرور کوئی خاص بات ہے اچھا میں جاتا ہوں۔ اور پھر وہ خادم کے ساتھ چل پڑا۔

اندرونی محل میں جب وہ شہزادہ کے ایوان کے قریب پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک دروازے کے پاس ایک محافہ (ڈولی) رکھا ہے۔ وہ غور کرنے لگا، یہ محافہ یہاں کیوں رکھا ہے؟ شہزادہ کو تو عورتوں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے، اب اللہ اللہ

کرکے ذرا عابدہ پر مائل ہوئے ہیں، پھر اس میں کون آیا ہے؟ اور کیوں آیا ہے؟ یہی سوچتا ہوا وہ شہزادہ کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے یہاں پہنچ کر عجیب حالت دیکھی۔ ایک طرف فقیہہ صاحب منہ لٹکائے بیٹھے ہیں، دوسری طرف شہزادہ کا چہرہ وفورِ غضب سے تمتما رہا ہے، یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ لوگ کیوں بھرے بیٹھے ہیں؟ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا، چپ چاپ جا کر ایک طرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا، عبداللہ نے اس کی طرف دیکھا اور غصّہ کے ساتھ کہا۔

عبداللہ۔ کچھ معلوم بھی ہے تمہیں حالات کس طرح پلٹا کھا رہے ہیں؟

سعید۔ میرے آقا میں کچھ نہیں جانتا، میں تو حسب الحکم حاضر ہو گیا ہوں، ارشاد ہو کیا بات ہے؟

عبداللہ۔ (ایک خط سعید کی طرف بڑھاتے ہوئے) لو اسے پڑھو اور بتاؤ اب کیا کیا جائے؟ میری تو عقل حیران ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں اور کیا نہ کروں؟

سعید۔ (خط پڑھ کر) واقعی عجیب حیرت انگیز ماجرا ہے!

عبداللہ۔ حکم بڑا سہی لیکن بھائی تھا، اسے ٹال دیا میں نے؟ لیکن کیا اپنے باپ عبدالرحمان الناصر کو بھی ٹال دوں؟ کیا اس سے بھی انکار کر دوں؟

سعید۔ جی نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

عبداللہ۔ پھر کیا کروں؟ تم نے دروازے پر محافظ نہیں دیکھا؟

سعید۔ دیکھا ہے میرے آقا!

عبداللہ۔ وہ اسی لئے آیا ہے کہ عابدہ کو اپنے ساتھ لے جائے!

فقیہہ۔ آخر امیر المومنین اس کنیز کو کیوں یاد فرما رہے ہیں؟

سعید:۔ لکھا ہے عابدہ کے علم و ہنر کی تعریف سنکر اسے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا ہے ذرا دیر کے لئے بھیج دو!

فقیہہ:۔ ہٹو بھی، تم سے پہلے میں خط پڑھ چکا ہوں، یہ سب کہنے کی باتیں ہیں، صرف الفاظ!

سعید:۔ ورنہ اصل مقصد کیا ہے؟

عبداللہ:۔ عابدہ حکم کے حوالہ کر دی جائے، بس یہ ہے سارا مقصد!

فقیہہ:۔ بے شک!

سعید:۔ (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں ہو سکتا ہے، مجھے شہزادۂ حکم سے یہ امید نہ تھی کہ وہ ایسے اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئیں گے!

فقیہہ:۔ اور مجھے امیر المومنین الناصر سے یہ امید نہیں تھی کہ وہ بڑے بیٹے کے مقابلے میں چھوٹے بیٹے کو یوں زک دینے پر اتر آئیں گے، حالانکہ قابلیت، شرافت صالحیت کے اعتبار سے حکم عبداللہ کا پاسنگ بھی نہیں، تعجب کے قابل یہ بات ہے نہ کہ حکم کی حرکت!

سعید:۔ سچ کہتے ہو،

عبداللہ:۔ سچ اور جھوٹ سے اس وقت مطلب نہیں، اصل سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟

فقیہہ:۔ کچھ نہیں، صاف انکار کر دیجیے، دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا!

سعید:۔ مجھے اس رائے سے اختلاف ہے یہ خطرناک اور مہلک تجویز ہے!

عبداللہ:۔ پھر کیا کیا جائے؟ تمہاری کیا رائے ہے؟ کہو، بتاؤ،

سعید:۔ ناچیز کی رائے یہ ہے کہ امیر المومنین کی بات پر اعتبار کیا جائے، ان کے فرمان کی تعمیل کی جائے!

عبداللہ:۔ (ہر ہی کے ساتھ) یعنی عابدہ کو وہاں بھیجدوں ؟

سعید:۔ جی غلام کی مخلصانہ رائے پورے اصرار کے ساتھ یہی ہے !

فقیہہ:۔ اچھا فرض کرو تمہاری رائے پر عمل کرتے ہیں شہزادے صاحب، لیکن اگر وہ قصر زہرا سے حکم کے محل میں بھیج دی گئی تب کیا ہوگا ؟

عبداللہ:۔ اگر ایسا ہوا تو میری تلوار میان سے باہر نکل آئے گی !

فقیہہ:۔ نہیں شہزادے صاحب آپ ایسا نہیں کر سکیں۔

عبداللہ:۔ کیوں نہیں کر سکوں گا۔ آخر تم مجھے کیا سمجھتے ہو ؟

فقیہہ:۔ آپ کو وہی سمجھتا ہوں جو آپ ہیں۔ لیکن امیر المومنین کے خلاف آپ جنگ پر تیار ہو جائیں گے اسے کیونکر باور کر لوں ؟ یہ بات باور کی ہی نہیں جا سکتی ! یہ آپ کی فطرت سے بعید ہے۔

عبداللہ:۔ میری فطرت سے یہ بات بھی بعید ہے کہ میں عابدہ کا فراق برداشت کر لوں، میں مرد ہوں اور جانتا ہوں مرد اپنے وقار اور ناموس کا تحفظ کیونکر کیا کرتے ہیں !

فقیہہ:۔ بجا ارشاد ہوا لیکن یہ ماننے میں مجھے اب بھی تامل ہے۔

سعید:۔ معاف کیجئے گا فقیہہ صاحب آپ اس وقت بالکل ناسمجھوں کی سی باتیں کر رہے ہیں۔

فقیہہ:۔ سبحان اللہ۔ یہ کیوں جناب ؟

سعید:۔ حلیم اور بردبار آدمی کو اول غصہ ہی نہیں آتا، اور اگر آجاتا ہے تو پھر وہ قہر خداوندی کا نمونہ بن جاتا ہے۔

فقیہ :- ہاں یہ بات تو ہے، اسے مانتا ہوں ——— اور میں تو دل سے دعا کرتا کرتا ہوں کہ امیر عبداللہ کی بردباری ختم ہو۔

سعید :- یہ کیوں جناب؟ یہ تو بالکل عجیب سی تمنا ہے آپ کی!

فقیہ :- بغیر اس کے تخت خلافت پر قابض نہیں ہو سکتے، بغیر اس کے ملک بگڑی ہوئی حالت سدھر نہیں سکتی، بغیر اس کے ملت اسلمہ صلاح و فلاح اور عروج و کامرانی کی حامل نہیں ہو سکتی،

سعید :- یہ تھا آپ کا مطلب؟

فقیہ :- جی یہی تھا مطلب، اب بتائیے آپ کو میری رائے سے اتفاق ہے یا نہیں ——؟

سعید :- اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے؟

فقیہ :- اگر عابدہ وہاں بھیجی جاتی ہے تو وہاں بھیج دی جائے، لیکن چاہتا ہوں کہ شہزادے صاحب اس بات کا عہد کر لیں کہ وہ ہمارا ساتھ دیں گے تاکہ ہم ان کے لئے فضا ہموار کر سکیں، تاکہ ہم مسلمانوں کو اس مصیبت سے نجات دلا سکیں جس میں اس وقت وہ بری طرح سے گرفتار ہیں، تاکہ ایک مرتبہ پھر وہ شاندار دور شروع ہو جائے جو ہمارا انتہائے نظر ہے تاکہ بدعمل، ناکارہ خود غرضی اور اسلام دشمن لوگ میدان سے ہٹائے جا سکیں، تاکہ خلافت پھر ان ہاتھوں میں آجائے جو اس کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جب تک شہزادے صاحب ہمت کر کے میدان میں نہیں آئیں گے اس وقت تک حالات کی ابتری برابر بڑھتی جائے گی اور خود غرض لوگ رنگ رلیاں کرتے رہیں گے!

عبداللہ :- میں اس امر کا عہد کرتا ہوں کہ اس نظام کو بدلنے کے لئے جو کچھ کر سکوں گا، حتیٰ کہ اگر میری جان بھی کام آجائے تو مجھے دریغ نہ ہوگا کیونکہ ایک نیک اور صالح مقصد کے لئے

جان قربان کر دینا ایک مسلمان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے!

نفیسہ :- بے شک اور میں بھی عہد کرتا ہوں کہ خون کا آخری قطرہ بھی بہا دوں گا، لیکن آپ کی رفاقت اور محبت سے منہ نہ موڑوں گا۔

سعید :- میں بالکل معمولی آدمی ہوں، میری کوئی حیثیت نہیں، پوزیشن نہیں اہمیت نہیں، لیکن میں بھی عہد کرتا ہوں کہ ایک نہیں سو جان سے امیر عبداللہ پر قربان ہو جاؤں گا۔!

عبداللہ :- جزاک اللہ۔!

نفیسہ :- خدا وہ دن لائے کہ ہم آپ کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کے اہل بن سکیں۔

سعید :- آمین۔

عبداللہ :- تو گویا آپ حضرات کی رائے ہے کہ عابدہ کو بھیج دوں، امیر المومنین الناصر کے پاس؟

سعید :- بے شک یہی رائے ہے امیر المومنین کی بات ماننی ہی چاہیئے،

نفیسہ :- بہر حال کم از کم فی الحال تو وہ اولی الامر ہیں!

عبداللہ :- لیکن ایک سوال پر بھی تو آپ غور کریجئے،

نفیسہ :- ارشاد وہ کیا سوال ہے؟

عبداللہ :- یہ کہ اگر عابدہ کو قصر زہرا میں بھیج دیا گیا تو کیا ہوگا؟

سعید :- اول تو ایسا ہو نہیں سکتا اور بفرض محال ایسا ہو بھی تو پھر ہم کھل کر میدان میں آجائیں گے۔!

عبداللہ :- یہ تم نے کیسے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا؟

سعید :- آپ کو یاد نہیں، اس روز عابدہ کیا کہہ رہی تھی؟ وہ کہہ رہی تھی خواہ میری جان چلی جائے لیکن میں حکم کے پاس نہیں رہوں گی!،

عبداللہ۔ ہاں یہ کہہ رہی تھی، لیکن عورت کمزور ہوتی ہے، اس کا ارادہ بھی کمزور ہوتا ہے اور رائے بھی، ممکن ہے وہاں جاکر اس کا ارادہ بدل جائے اس کی رائے بھی تبدیل ہو جائے!

سعید۔ نہیں والا جاہ ایسا قیامت تک نہیں ہو سکتا،

نفیسہ:۔ شہزادے صاحب ٹھیک تو کہتے ہیں، کیسے کہہ رہے ہو ایسا قیامت تک نہیں ہو سکتا؟

سعید:۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ عابدہ کی فطرت سے، سیرت سے، کردار سے اچھی طرح واقف ہوں! ——— وہ جب کوئی ارادہ کر لیتی ہے تو فولاد و آہن بن جاتی ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے ارادہ سے منحرف اور روگرداں نہیں کر سکتی!

نفیسہ:۔ چپ بھی رہو، ہم نہیں یقین کرتے ان باتوں کا!

سعید:۔ آپ کو پورا اختیار ہے کہ نہ یقین کریں۔ لیکن آپ میرے یقین کو تو متزلزل نہیں کر سکتے، وہ تو اپنی جگہ اٹل ہے!

نفیسہ:۔ آپ تو خفا ہو گئے سعید صاحب! میں نے کوئی ایسی بات تو نہیں کہی تھی!

سعید: نہیں اس میں خفا ہونے کی کیا بات ہے البتہ اس امر کا افسوس ضرور ہے کہ آپ نے ایک شیر دل عورت کی توہین کی،

نفیسہ:۔ لاحول ولا قوۃ، آپ بالکل غلط سمجھے، بخدا میرا یہ مقصد نہ تھا۔ میں تو عابدہ کے علم و ہنر کا جتنا مداح و معترف ہوں، تم بھی نہ ہوگے!

سعید:۔ پھر آپ نے ایسی دل شکن بات کیوں کہی؟

نفیسہ:۔ وہ تو آمدِ سخن میں منہ تک آ گئی، ورنہ یہ مقصد کب تھا کہ میں آپ کو خفا کروں یا عابدہ کی توہین کروں، حالانکہ آپ کی خاطر مجھے بے حد عزیز ہے۔ اور عابدہ کی دل سے عزت کرتا ہوں!

عبداللہ۔ یہ تو دوسری قسم کی باتیں چھڑ گئیں، اصل سوال پر کوئی غور نہیں کرتا، حالانکہ امیرالمومنین
کا بھیجا ہوا محافہ دروازے پر موجود ہے اور ان کا قاصد جواب کا منتظر ہے ـــ!

سعید:۔ غلام کی رائے تو یہی ہے کہ عابدہ کو امیرالمومنین کے پاس فوراً بھیج دیجئے ۔
امیرالمومنین کی بات اور ہے شہزادہ حکم کی بات اور تھی!

عبداللہ:۔ لیکن ایک مرحلہ ابھی اور باقی ہے!

سعید:۔ وہ کیا میرے آقا؟

عبداللہ:۔ کیا عابدہ وہاں جانے پر رضامند ہو جائے گی؟

سعید:۔ اُسے راضی ہونا پڑے گا!

عبداللہ:۔ نہیں میں اسے کسی طرح مجبور نہیں کرنا چاہتا!

سعید:۔ یہ کام غلام پر چھوڑ دیجئے۔ وہ خوش اسلوبی کے ساتھ اسے انجام دے لے گا
اور اطمینان رکھئے، اس پر کسی طرح کی زیادتی نہیں کی جائے!

(*)

۲۳

عابدہ قصرِ زہرا میں

عابدہ کا وجود عبداللہ کے لیے جتنا ناگزیر بن گیا تھا، اسے سعید پورے طور پر محسوس کر رہا تھا، فقیہہ صاحب بیچارے سیدھے سادھے آدمی تھے وہ ان نتائج کو نہیں دیکھ سکتے تھے جو سعید کے پیش نظر تھے، یہی وجہ تھی کہ سعید اس امر پر زور دے رہا تھا کہ عابدہ قصرِ زہرا میں بھیج دی جائے اور فقیہہ صاحب کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو تصادم اور کشمکش کو نہیں روکا جا سکتے گا، لہذا بہتر اور مناسب یہ ہے کہ پہلے سے ایک راہِ عمل متعین کر لی جائے۔ اور عبداللہ کی یہ حالت یہ تھی کہ اس کا ذہن مفلوج اور دماغ ماؤف ہو چکا تھا اس کی قوتِ فیصلہ جواب دے چکی تھی اور وہ درماندگی اور آشفتہ خاطری کے بحران میں مبتلا تھا اگرچہ یہ رائے قریب قریب طے پا چکی تھی کہ عابدہ کو امیر المومنین کے پاس قصرِ زہرا میں چلا جانا چاہیے لیکن بار بار عبداللہ کا دل ڈانواڈول ہوتا تھا، بار بار اس کی فکر و رائے میں انقلاب آتا تھا، ہر تھوڑی دیر کے بعد دل ہی دل میں وہ یہ فیصلہ کر لیتا تھا، خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن عابدہ وہاں نہیں بھیجی جائے گی جائے گی گفتگو کا دور ختم ہو چکا تھا اور سب چپ چاپ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں

سائر آیا، اور حسبِ معمول ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑا ہوگیا، عبداللہ نے پہلے تو اس کی طرف توجہ نہیں کی پھر تکدّر اور تجسس کے ساتھ پوچھا وہ کیوں آیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ امیرالمومنین الناصر کا قاصد باب عالی پر جواب کا منتظر کھڑا ہے اور اصرار کر رہا ہے کہ جواب جلد از جلد مرحمت فرمایا جائے عبداللہ نے خشونت کے ساتھ کہا، جاؤ جواب لکھا جا رہا ہے ابھی بھیج دیا جائے گا سائر نے پھر اظہار تعظیم کے لئے گردن جھکائی اور واپس چلا گیا اس کے واپس جانے کے بعد عبداللہ نے بڑے اضطراب اور حسرت کے ساتھ سعید کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

عبداللہ:۔ تو پھر عابدہ کو قصرِ زہرا میں جانا ہی پڑے گا؟

سعید:۔ غلام کی یہی رائے ہے!

عبداللہ:۔ یہ تو جانتا ہوں لیکن دل نہیں مانتا!

سعید:۔ نہیں عالیجاہ اس میں تشویش اور اضطراب کی کوئی بات نہیں ہے امیرالمومنین نے صاف الفاظ میں تحریر فرمادیا ہے کہ وہ عابدہ کو واپس کر دیں گے، اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کے ساتھ فریب کر سکے، کم از کم میں اسے باور نہیں کر سکتا!

عبداللہ:۔ ہاں ٹھیک ہے لیکن ——— اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا! ——— اس کا بھی کچھ علاج ہے؟

سعید:۔ ہے عالی جاہ!

عبداللہ:۔ تو بتاؤ، کہو، کہتے کیوں نہیں؟

سعید:۔ غلام کو عابدہ کے ساتھ بھیج دیجئے،

عبداللہ:۔ تم وہاں جاؤ گے؟ قصرِ زہرا میں؟

سعید:۔ جی ——— اس میں قباحت کیا ہے؟

عبداللہ:۔ ناممکن، ہم وہاں نہیں جاسکتے، نہیں رہ سکتے!

سعید:۔ آپ امیر المومنین کو لکھ دیجئے کہ عابدہ کے ساتھ اس کا استاد بھی آرہا ہے، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کسی حالت میں دور نہیں رہ سکتے،

فقیہ:۔ بہت خوب بڑی اچھی تجویز ہے، داد دیتا ہوں!

عبداللہ:۔ لیکن اگر امیر المومنین نے عابدہ کو رکھ لیا اور سعید کو واپس کر دیا تب کیا ہوگا؟

سعید:۔ اسے مجھ پر چھوڑ دیئے، میں بھگت لوں گا!

عبداللہ:۔ کیسے باور کر لوں!

سعید:۔ اس لئے کہ غلام جھوٹ نہیں بولتا، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ تین چار دن میں عابدہ آپ کے پاس واپس آجائے گی!

عبداللہ:۔ اگر یہ بات ہے تو مجھے عابدہ کو بھیجنے میں کوئی عذر نہیں،

سعید:۔ بس امیر المومنین کے نام خط تحریر فرما دیجئے!

عبداللہ:۔ میری طبیعت حاضر نہیں ہے تم خود لکھ لو!

سعید:۔ (خط لکھ کر دکھاتے ہوئے) میرے خیال میں یہ بہت مناسب رہے گا؟

عبداللہ:۔ (پڑھ کر) ہاں بالکل ٹھیک ہے اس پر مہر لگالو،

سعید:۔ (مہر لگا کر) تو اب عابدہ کو اجازت مرحمت ہو کہ وہ میرے ساتھ چلی چلے،

عبداللہ:۔ میری طرف سے تو اجازت ہے، لیکن اس سے بھی پوچھ لو۔ میں اس پر جبر بہر حال نہیں کروں گا!

سعید:۔ میرے آقا جبر اور جور کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ——— مجھے اور عابدہ کو آپ کا، آپ کے وقار کا اور ناموس کا، آپ کے عروج و فروغ کا جتنا خیال ہے کسی کو

نہیں ہے، میں جب اسے یہ بتاؤں گا کہ شہزادہ کے مصالح کا تقاضہ یہی ہے تو وہ انکار نہ کر سکے گی۔ اسے راضی ہونا پڑے گا۔

عبداللہ:۔ بس تو بسم اللہ کرو، اگر وہ راضی ہو جائے تو شوق سے اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ اور جلد از جلد اسے لے کر واپس آجاؤ!

سعید بہت اچھا کہہ کر سیدھا، عابدہ کے کمرہ میں پہنچا، وہ اس فکر میں بیٹھی تھی کہ سعید کو کیوں بلایا گیا ہے؟ سعید کو دیکھ کر وہ خوش ہو گئی، اس نے کہا کوئی خاص بات تو نہیں؟ میں پریشان ہو گئی تھی، تمہارے اچانک یوں بلائے جانے سے!

سعید نے کہا نہیں کوئی پریشانی کی بات نہیں، بلکہ خوشی کی بات ہے، اطمینان اور مسرت کی بات ہے!

عابدہ:۔ تو پھر کہتے کیوں نہیں؟

سعید:۔ اب دور فراق ختم ہو رہا ہے، صبح امید طلوع ہو رہی ہے!

عابدہ:۔ (بے انتہا مسرور ہو کر) سچ؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

سعید:۔ ہماری جدائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ ملاپ کا عہد آ گیا، اب ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔

عابدہ:۔ (خوش ہو کر) واقعی یہ بہت بڑی خوش خبری ہے!

سعید:۔ اب میں ہوں گا۔ اور تم ہو گی، عاشق ہو گا، اور جلوۂ محبوب، بلبل طواف کرے گا اور پھول کی نکہت و زینت اس کے لئے وقف ہو گی، عابدہ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ میں آسمان پر اڑا جا رہا ہوں، شاید اتنی بڑی مسرت میں نہ برداشت کر سکوں، شاید مجھے شادی مرگ ہو جائے!

عابدہ:۔ خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کیجئے، پہلے تو دل خوش کن باتیں کر کے آپ نے

مجھے اُمید کی دنیا میں پہنچا دیا۔ اور اب یاس انگیز باتیں کر کے میری وہ مسرت جو بہت دنوں کے بعد ملی تھی، چھینے لے رہے ہیں مجھ سے، بھلا ایسا بھی کوئی ظلم کرتا ہے ؟

سعید:۔ نہیں میری عابدہ تمہیں مایوس اور دلگیر ہونے کی ضرورت نہیں، میں تمہارا ہوں تم میری ہو۔ ہمیں موت کے سوا کوئی ایک دوسرے سے جُدا نہیں کر سکتا !

عابدہ:۔ یہی فیصلہ تو میرا بھی ہے۔ لیکن آپ جو ایسی نوید لے کر آئے تھے تو چپ کیوں ہو گئے کہتے کیوں نہیں کیا بات ہے ؟ ہماری جدائی کی بیڑیاں کس طرح کٹیں گی ؟ ہماری دوئی کس طرح دور ہو گی ؟ ہمارا دورِ شادمانی کب شروع ہو گا ؟

سعید:۔ شروع ہو گیا۔

عابدہ:۔ کیسے مان لوں ؟

سعید:۔ میں جو کہہ رہا ہوں !

عابدہ:۔ خالی خولی الفاظ سے کیا ہوتا ہے ؟

سعید:۔ نہیں یہ کھوکھلے الفاظ نہیں ایک حقیقت ہے !

عابدہ:۔ کیوں کر ؟

سعید:۔ ہمیں قصرِ زہرا جانے کی اجازت مل گئی !

عابدہ:۔ قصرِ زہرا ؟ وہاں جا کر میں کیا کروں گی ؟

سعید:۔ ہماری کامرانی اور شادمانی کا دور وہیں سے شروع ہو گا۔

عابدہ:۔ لیکن تمہیں یا مجھے قصرِ زہرا سے کیا تعلق ؟ نہ ہم بادشاہ ہیں نہ شہزادے، ہمیں ان محلات و قصور سے کیا مطلب ؟ نہیں میں نہیں جاؤں گی، مجھے قصرِ زہرا نہیں چاہیئے ۔۔ وہ جھونپڑی چاہیئے جہاں میرے اور تمہارے سوائے کوئی نہ ہو، مجھے دولت و ثروت

کی ضرورت نہیں۔ ہم روکھی سوکھی کھا کر گذر کر لیں گے، مجھے شاہی ملبوسات سے ذرا بھی رغبت نہیں، پھٹے پرانے اور پیوند لگے کپڑے تمہارے پاس رہ کر تمہاری بن کر میں بڑے شوق سے پہن لوں گی، چھوڑ دو قصر زہرا کا خیال!

سعید:۔ میری روح تم نہیں جانتیں، میں جانتا ہوں، وہاں گئے بغیر ہم کسی طرح اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے!

عابدہ:۔ تو یہ کہو وہاں اس لئے چلنا ہے کہ مقصد میں کامیاب ہوں!

سعید:۔ اور وہ مقصد یہ ہے کہ تم میری بن جاؤ!

عابدہ:۔ مجھے یقین نہیں آتا ان باتوں کا۔ یا تو میں بے وقوف ہوں یا آپ ضرورت سے زیادہ عقلمند ہیں!

سعید:۔ عابدہ اعتراض نہ کرو، طنز نہ کرو، پریشان نہ کرو۔ اب وقت آیا ہے کہ میں تمہیں اپنا سکوں اور تم پیچھے ہٹ رہی ہو۔!

عابدہ:۔ بالکل غلط، بھلا میں پیچھے ہٹ سکتی ہوں؟ میں؟

سعید:۔ ہاں عابدہ تم؟

عابدہ:۔ آخر یہ رائے کیوں قائم کر لی تم نے ذرا سبب تو بتاؤ!

سعید:۔ تم میرا کہنا جو نہیں مانتیں، میری تجویزوں پر اعتراض جو کرتی ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں۔

عابدہ:۔ جس دن تم پر اعتماد نہیں رہے گا اس دن تم مجھے زندہ نہ پاؤ گے، پھر یہ زندگی ایک بوجھ بن جائے گی میرے لئے موت نہ آئی تو میں خودکشی کر لوں گی!

سعید:۔ میری زندگی میں ایسا نہیں کر پاؤ گی، لیکن آخر عذر کیا ہے۔ تمہیں میری بات کے ماننے لیتے ہیں!

عابدہ :- عذر تو کوئی نہیں، لیکن وہاں جانے کی ضرورت کیا ہے ؟

سعید :- اسے میرے اوپر چھوڑ دو آخر بچہ نہیں ہوں، سمجھدار ہوں !

عابدہ :- اچھا بھئی جیسی مرضی ہو آپ کی، چلیئے ——— کیا ابھی چلنا ہے ؟

سعید :- ہاں فوراً ——— عابدہ تم نے میرا کہا مان کر مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے، تاعمر اس بوجھ سے سبکدوش نہ ہو سکوں گا !

عابدہ :- (مسکرا کر) اچھا باتیں نہ بنایئے چلیئے !

سعید :- (ایک پڑیا دیتے ہوئے) یہ سفوف ہے اسے اپنے پاس رکھ لو، اور کچھ نہ پوچھو یہ کیا ہے ؟ کیوں ہے ؟ جب تک میں خود نہ بتاؤں ! عابدہ نے وہ پڑیا لیکر رکھ لی !

سعید نے دوسرے کمرے میں واپس جا کر عبداللہ سے پیشانی کا پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ بڑی مشکل سے وہ رضامند ہوئی، لوہے لگ گئے اسے راضی کرنے میں، لیکن محض اس خیال سے آمادہ ہو گئی جلنے پر کہ آپ کے مصالح کا تقاضہ یہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ آپ کے نام پر جان دیتی ہے !

عبداللہ :- اچھا خیر اب جاؤ، لیکن جلد از جلد واپس آنے کی کوشش کرو، تین چار دن تم نے کہے ہیں۔ میں چاہتا ہوں دو ہی دن میں واپس آجاؤ،

سعید :- میں دل و جان سے اس کی کوشش کروں گا۔ اور ایک مرتبہ پھر آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ عابدہ آپ کی ہو کر جا رہی ہے، اور آپ ہی کی رہ کر واپس آئے گی، آپ کی امانت کی نگہبانی پر جان دے دوں گا !

۲۴

قصرِ زہرا کا اندرونی منظر!

سعید عابدہ کو لے کر روانہ ہوا۔ ـــ (محافہ) آگے آگے چل رہی تھی، سعید اور الناصر کا قاصد پیچھے پیچھے، تھوڑی دیر تک دونوں چپ چاپ اپنی اپنی راہ چلتے رہے، لیکن سعید کیلئے یہ ناممکن تھا کہ وہ خاموش رہے، محل شاہی کا کوئی آدمی ملجائے اور وہ اس سے باتیں نہ کرے کرید کرید کر اپنے معلومات میں اضافہ نہ کرے اور وقت آنے پر ان سے کام نہ لے۔ چنانچہ تھوڑی دیر چلنے کے بعد اس کی نظر قصر زہرا کے چمکتے ہوئے اور دمکتے ہوئے مرمریں کنگروں پر پڑی محل کی شاندار عمارت اس کی بلند و بالا فصیل، اس کی آئینہ کی طرح صیقل کی ہوئی دیواریں، اس کے آسمان سے باتیں کرتے ہوئے مینارے، اس کا جاہ و جلال اور رنگ روپ دیکھ کر وہ حیران اور ششدر رہ گیا، صناعی کا یہ کمال اور سطوت شاہی کا یہ مآل دیکھ کر اس کی آنکھیں چکاچوند ہونے لگیں، بڑی مشکل سے اس نے اپنے جذبات تحیر پر قابو پایا اور قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

سعید: ہم قصر زہرا کے قریب پہنچ گئے،

اصد:۔ ہاں اور کیا ـــــــ وہ دیکھئے سامنے ہی تو نظر آرہا ہے!

عبید:۔ عجیب و غریب چیز ہے یہ بھی، صناعی کا اتنا حیرت انگیز نمونہ دنیا میں مشکل سے ملے گا یہ دل آویزی، یہ سحر طرازی یہ حسن و جمال، یہ رعنائی و زیبائی، حیرت ہوتی ہے کہ ایسی شاندار عمارت کیسے بن گئی، میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین پر اس کی مثال نہیں مل سکتی!

اصد:۔ بے شک، بے شک،

عبید:۔ نہ جانے کتنا روپیہ صرف ہو گیا اس عمارت پر۔

اصد:۔ اجی کچھ نہ پوچھئے پانی کی طرح بہا ہے اس پر روپیہ، تب جا کے یہ عمارت تیار ہوئی ہے، یہ عمارت صرف مٹی اور چونے کی نہیں ہے۔

عبید:۔ پھر۔ پھر ــ ؟

اصد:۔ اس میں سونا صرف ہوا ہے، چاندی صرف ہوئی ہے، ہیرے اور جواہر لگے ہیں، واقعی روئے زمین پر ایسی شاندار عمارت نہیں مل سکتی۔ آنے والی نسلیں حیران ہو کر اسے دیکھیں گی اور عقیدت سے سر جھکا دیں گی!

عبید:۔ مانتا ہوں، سچ کہتے ہو!

اصد:۔ دوسرے ملکوں سے جو لوگ آتے ہیں وہ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ زمین کی چھاتی پر اتنی بڑی، اتنی شاندار اور اتنی انوکھی عمارت الناصر نے کیسے تیار کر لی؟

عبید:۔ وہ تو ہونا ہی چاہیئے۔

اصد:۔ دس برس میں یہ عمارت تیار ہوئی ہے!

سعید:۔ (حیرت سے) دس برس میں؟

قاصد:۔ جی ——— اور ابھی پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی!

سعید:۔ ابھی کچھ کام باقی ہے؟

قاصد:۔ جی ہاں یہ باقی کام بھی دو تین برس میں ختم ہو سکے گا کہیں ——— لیکن اصل عمارت بہرحال تیار ہو چکی ہے، واقعی یہ انسانی اولوالعزمی اور انسانی ہنرمندی کا معجزہ ہے!

سعید:۔ بے دریغ اور ان گنت روپیہ صرف ہوگا اس پر تو؟

قاصد:۔ جی اور کیا،

سعید:۔ بھلا اندازاً کتنا لگا ہوگا؟

قاصد:۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کیونکہ اتنا بڑا حساب لگانا میرے بس میں نہیں ہے، البتہ آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دس ہزار راج اور مزدور روزانہ یہاں مصروفِ کار رہتے ہیں، ڈیڑھ ہزار خچروں اور دوسرے جانوروں سے روزانہ باربرداری کا کام لیا جاتا ہے، ترشے ہوئے مجلّٰی اور مصفّٰی پتھر جو روز کام میں آتے ہیں ان کی تعداد چھ ہزار ہے، اینٹوں کا تو حساب ہی نہیں لگ سکتا، یو سب سنگ مرمر کا بھی ہزاروں کا خرچ ہے، یہ سمجھ لیجئے، سنگِ مرمر کا ہر ٹکڑا دس دینار میں خریدا جاتا ہے!

سعید:۔ افوہ، غضب ہے بھئی!

قاصد:۔ قسطنطنیہ سے چند حوض منگائے گئے ہیں، جڑاؤ، قیمتی، نظر فریب دیکھ کر عقل چکرا جاتی ہے۔ ان پر نہ جانے کتنا صرف ہو گیا ہوگا، بہت سے آدمی صرف اس کام پر مامور ہیں کہ مختلف دیار و امصار اور شہروں کا چکر کاٹتے رہیں اس عمارت میں استعمال کے لئے جو چیز جہاں جس قیمت پر ملے خرید لیں، تاکہ اس کی رعنائی میں کسی طرح کا فرق نہ آنے پائے!

سعید:۔ خوب بہت خوب!

قاصد:۔ سچی بات تو یہ ہے کہ امیر المومنین جس طرح داد و دہش کرتے ہیں، جس عالی حوصلگی اور فراخ دلی سے تعمیری کاموں پر پانی کی طرح بہاتے ہیں وہ انہی کا حصّہ ہے، انہی کا حوصلہ ہے، کوئی ایسی ہمت نہیں کر سکتا اور اگر کرے بھی تو اس کے وسائل و ذرائع ساتھ نہیں دے سکتے تھوڑی ہی مدت میں ہار کے بیٹھ جائے گا![1]۔

سعید:۔ یقیناً ــــــ کیا شبہ ہے اس میں!

قاصد:۔ آج قرطبہ کا مقابلہ دنیا کا کوئی شہر نہیں کر سکتا، قصر زہرا کی مثال دنیا بھر میں نہیں مل سکتی اور الناصر کا سا جلیل و عظیم فرماں روا بھی روئے دنیا پر کہیں نہیں نظر آ سکتا۔

سعید:۔ سچ کہتے ہو بھائی ــــــ لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ محل کے اندر سونے اور چاندی کے کام کی بڑی عجوبہ صناعیاں بھی موجود ہیں ــــــ کیا واقعی؟

قاصد:۔ اجی جناب یہاں کیا نہیں ہے، یہ محل نہیں جنت کا ٹکڑا ہے، جو چاہو ملے گا۔

سعید:۔ یہ سامنے کیا چیز ہے جس کی جگمگاہٹ سے آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی ہیں؟

قاصد:۔ یہ مشرق کی طرف؟

سعید:۔ ہاں، ہاں!

قاصد:۔ یہ شاہی استراحت گاہ ہے اس میں نہ ہوں گے تو بادہ نقرئی، اور طلائی مجسمے نصب ہیں جن کے دہانوں سے صاف اور شفاف پانی ابل رہا ہے"

سعید:۔ کہاں جاتا ہے یہ پانی؟

قاصد:۔ یہ نہروں، حوضوں اور آبشاروں میں پہنچتا ہے اور وہاں جا کر ایک نئی چیز بن جاتا ہے

---

[1] قصر زہرا کی جو تفصیلات جو اس باب میں بتائی گئی ہیں وہ سب تاریخی ہیں۔

سعید۔ اچھا یہ بھئی ـــــــــ کیسے ماہر کاریگر ہوں گے جنھوں نے یہ
بے مثل چیزیں بنائی ہیں!
قاصد۔ بے شک ـــــــــ لیکن سب سے زیادہ داد کے مستحق خود مولانا
امیرالمومنین الناصر ہیں!
سعید۔ یہ کیسے جناب؟
قاصد۔ امیرالمومنین بذاتِ خود تعمیر کی نگرانی کراتے ہیں، اپنے وقت عزیز کا بیشتر حصہ
اسی کام میں صرف فرماتے ہیں۔ ولی عہد یعنی شہزادہ حکم پر بھی انھوں نے یہ ڈیوٹی
لگا رکھی ہے کہ کام کی برابر نگرانی کیا کریں،
سعید۔ ٹھیک ہے، ہوگا بھئی میرا خیال ہے کہ شاہی خزانہ کی $\frac{1}{4}$ رقم اس پر صرف
ہو جاتی ہوگی!
قاصد۔ میں وثوق سے تو نہیں کہہ سکتا، لیکن میں نے سنا ہے کہ شاہی آمدنی کا ایک تہائی
اس پر صرف ہو رہا ہے!
سعید۔ اللہ اکبر ـــــــــ حد ہوگئی بھئی اچھا یہ تو بتاؤ خزانہ شاہی کی
سالانہ آمدنی کیا ہے؟
قاصد۔ چھ ارب سالانہ،
سعید۔ نہیں بھئی اتنی بڑی رقم کا تہائی حصہ نہیں صرف ہو سکتا، یہ تو بہت زیادہ ہے ہم
نہیں مانتے،
قاصد۔ ماننے نہ ماننے کا آپ کو اختیار ہے، لیکن اس محل میں آپ کو ایک ایوان نظر
آئے گا، جس کا برج خالص سونے کا ہے۔ اس عمارت کے چوستون آپ کی نظر کو

سے گزریں گے، یہ آپ جانتے ہیں کس چیز کے ہیں؟

سعید :۔ نہیں —— بتاؤ؟

قاصد :۔ ہاتھی دانت اور آبنوس کے، صرف انہی چیزوں کے!

سعید :۔ کمال ہے واللہ،

قاصد :۔ یہ تو میں نے مشتے نمونہ از خروارے بتایا ہے۔ محل میں پہنچ کر تم خود دیکھ لوگے کہ کیسی کیسی عجوبہ صنعت کاریوں کا مجموعہ ہے یہ!

سعید :۔ یہ تو سچ ہے لیکن چھ ارب کی تہائی رقم بہت زیادہ ہوئی، مجھے تو معتبر ذریعے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ تین لاکھ دینار سالانہ کا خرچ ہے اس محل کی تعمیر کا!

عابدہ محافہ میں بیٹھی ان دونوں کی باتیں سن رہی تھیں ان باتوں نے اس کے دل میں بھی محل کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا کر دیا۔ اتنے میں محل کا پھاٹک آگیا یہ لوگ اندر داخل ہوئے۔ اندر پہنچ کر انھوں نے جو کچھ دیکھا۔ اس سے واقعی ان کے دل پر ہیبت اور دہشت کی کیفیت طاری ہوگئی —————— کہاں آگئے ہم لوگ ——؟ :

۲۵

یاسر سے ملاقات !

محل کے خانہ باغ میں پہنچ کر سعید اور عابدہ نے دیکھا کہ صدہا لونڈیاں اِدھر سے اُدھر گھوم رہی ہیں۔ صدہا غلام خوب صورت لباس پہنے، یہاں وہاں کے چکر کاٹ رہے ہیں۔ سعید یاسر کو ڈھونڈ رہا تھا۔ یاسر سے دیرینہ ملاقات تھی۔ اگر اس سے ملاقات ہو جاتی اور اس کے ذریعہ عابدہ امیر المومنین کے محل میں پہنچتی تو زیادہ اطمینان ہو جاتا، وہ اس اُدھیڑ بُن میں تھا کہ قاصد جو اس کے ساتھ آیا تھا، دفعتہً گھوڑے سے اترا، اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ سعید کی کچھ سمجھ میں نہ آیا یہ کیا ہو رہا ہے اور کیوں ہو رہا ہے؟ وہ بھی گھوڑے سے اُترا اور سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں اس کے کان میں آواز آئی،

"کہو جس کام کے لئے گئے تھے وہ کر آئے ؟"

قاصد نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ عرض کیا۔

"جی ہاں ——— عابدہ میرے ساتھ آئی ہے ! اور شہزادہ عبداللہ نے امیر المومنین کو یہ خط دیا ہے !

سعید کو اس شخص کی آواز کچھ مانوس سی نظر آئی جس کے احترام میں سر جھکائے باتیں سن رہا تھا، اس نے ہمت کر کے سر اٹھایا اور دیکھتا کیا ہے کہ بعد جاہ وحشم یاسر کھڑا ہے ارد گرد خنجر بدست غلاموں کا ایک دستہ تعمیل حکم کے لئے موجود ہے یاسر نے سعید کو دیکھا تو بڑے اخلاق و شفقت کے ساتھ آگے بڑھا اور اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

"آہا سعید صاحب آپ؟

اور قبل اس کے کہ سعید کوئی جواب دے یاسر نے اپنے ہمراہی غلاموں میں سے چند سے کہا۔

"یہ محافہ اندر لے جاؤ اور یاد رکھو اس میں ایک معزز ہستی امیر المومنین کے پاس آئی ہے، دیکھ بھال، خاطر تواضع اور راحت رسانی میں ذرا بھی کوتاہی نہ ہو ورنہ گردن اڑا دی جائے گی!"

محافہ اندر چلا گیا، پھر یاسر سعید سے مخاطب ہوا۔

"بھئی بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر، خوب آئے، لیکن کس طرح آ گئے؟

سعید نے عرض کیا۔

بس آ گیا، کیوں آیا یہ بھی بتا دوں گا، لیکن یہ تو فرمائیے آپ کا مزاج کیسا ہے؟ امیر المومنین کی صحت عالی کیسی ہے؟

یاسر:۔ ٹھیک ہے، شکر ہے خداوند کریم کا!

سعید:۔ آپ کے حریف تمام کا کیا حال ہے؟

یاسر:۔ وہی جو پہلے تھا ۔۔۔ اکھاڑ پچھاڑ میں لگا رہتا ہے نہ جانے کیوں اس کو مجھ سے پرخاش ہو گئی ہے حالانکہ اس کے اس عروج اور ترقی کا سبب میں ہوں، میں نے ہی اسے خلیفہ کے حضور میں پیش کیا، اس کی سفارش کی اور اسے اس منصب پہ پہنچایا اور اب وہ میری ہی جڑ کاٹنے میں مصروف ہے، عجیب چیز ہے یہ دنیا بھی!

سعید :- ہاں لیکن ایسے لوگ ہمیشہ منہ کی کھاتے ہیں!

یاسر :- کبھی کھاتے ہوں گے، اب تو نہیں کھاتے، مزے کرتے ہیں، کامیاب ہوتے ہیں زک پہنچاتے ہیں دوسروں کو!

سعید :- امیر المومنین کی نظر میں جو وقعت آپ کی ہے، وہ تو کم ہو ہی نہیں سکتی، دوسروں کو اگر وہ بھڑکاتا ہے تو بھڑکایا کرے۔

یاسر :- آپ کس غلط فہمی میں ہیں؟ وہ امیر المومنین کو مجھ سے بیزار کر چکا ہے!

سعید :- (حیرت ظاہر کر کے) واقعی؟

یاسر :- ہاں بھئی ہاں،

سعید :- لیکن آخر کیوں؟

یاسر :- اس کا سبب تو مجھے نہیں معلوم وہی جانتا ہوگا!

سعید :- بڑا کمینہ شخص ہے، خوب واقف ہوں اس سے!

یاسر :- آپ اسے جانتے ہیں؟

سعید :- بہت اچھی طرح ———— آپ نے تو ابھی جانا ہے، میں بہت عرصہ سے واقف ہوں ان ذاتِ شریف سے بڑے چلتے ہوئے ہیں!

یاسر :- اور تو اور کم بخت نے زہرہ کو بھی مجھ سے بدظن کر دیا ہے!

سعید :- اچھا تو امیر المومنین اور زہرہ دونوں پر اس نے ڈورے ڈال رکھے ہیں؟

یاسر :- اور کیا اور دونوں اسے فرشتہ سمجھتے ہیں اور مجھ سے بھڑکنے لگے ہیں،

سعید :- زہرہ پر تو تعجب نہیں، ایک معمولی سی عورت تھی، حرم سرا میں پہنچ کر امیر المومنین کی محبوبہ بن گئی، دماغ عرش پر پہنچ گیا، لیکن امیر المومنین پر ضرور حیرت ہے دانا، بینا، صاحبِ بصیرت و فراست ———— ایسا آدمی کس طرح چکمہ میں آ گیا؟

یاسر :- یہ تمام بڑا چرب زبان ہے، واقعی جادو ہے اس کی زبان میں،

سعید :- اسی لئے زہرہ کو بھی اس نے اپنا لیا، عورتیں ویسے ہی بے وقوف ہوتی ہیں نہ کہ

زہرہ جیسی عورت، جسے قدرت نے حسن وجمال ضرورت سے زیادہ دے دیا، اور عقل بالکل نہ دی!

یاسر:۔ اجی چھوڑ بھی حسن وجمال ———— ہاں ہے خوب صورت، لیکن ایسی غیر معمولی بات کون سی ہے اس میں کہ خلیفہ صاحب ہزار جان سے فریفتہ ہوئے جا رہے ہیں. میں تو اس فلسفہ کو آج تک نہ سمجھ سکا؟

سعید:۔ (مسکرا کر) کیا تم نے محبت کی ہے کبھی کسی سے!

یاسر:۔ خدا کا شکر ہے اب تک اس مصیبت سے محفوظ ہوں آیندہ کی خبر نہیں،

سعید:۔ پس تو تم اس راز کو قیامت تک نہیں سمجھ سکتے،

یہ اہلِ دل کی باتیں ہیں یہ اہلِ دل سمجھتے ہیں!

یاسر:۔ اچھا یہ باتیں چھوڑو، یہ بتاؤ آنا کیسے ہوا؟

سعید:۔ عابدہ کے ساتھ آیا ہوں میں اس کا اتالیق جو ہوں!

پھر سعید نے عبداللہ اور حکم کی ساری کشمکش کی داستان سنا دی، اور آخر میں بڑی معصومیت کے ساتھ کہا۔

"اگر امیر المومنین نے عابدہ کو واپس نہ کیا تو میرا خیال ہے کہ عبداللہ بغاوت پر آمادہ ہو جائے گا!"

یہ سنکر یاسر چکرا گیا، اس نے حیرت و استعجاب کے ساتھ دریافت کیا۔

"کیا سچ؟"

سعید نے بڑے اطمینان سے کہا "دیکھ لینا!"

۲۶

حیرت کی کیفیت

یاسر جب سعید سے رخصت ہو کر امیر المومنین کے ایوان زرنگار کی طرف جانے لگا، تو سعید نے پوچھا غالباً آپ خلیفہ کے حضور میں تشریف لئے جا رہے ہیں؟

یاسر نے کہا، "ہاں میں وہیں جا رہا ہوں"

سعید:۔ ایک بات کہنے کا جی چاہتا ہے، اگر آپ سن لیں، منظور کر لیں،

یاسر:۔ ضرور کہو۔ سنوں گا، اور مانوں گا،

سعید:۔ امیر المومنین کو پاس سے دیکھنے ان کی باتیں سننے اور ان سے باتیں کرنے کی تمنا عرصہ سے میرے دل میں مچل رہی ہے۔

سر:۔ (مسکرا کر) تو یہ کہو ان سے ملنا چاہتے ہو؟

دید:۔ ہاں اگر ممکن ہو سکے،

سر:۔ نا ممکن تو نہیں میں وہیں جا رہا ہوں تم میرے ساتھ چلو اگر موقعہ ہوا تو پیش خدمت کر دوں گا، ورنہ پھر کسی دوسرے وقت دیکھا جائے گا!

سعید خوش خوش یاسر کے ہمراہ ہو لیا، راستہ میں دونوں بالکل خاموش رہے کسی نے کسی سے بات نہیں کی، البتہ دربانوں، حاجبوں اور غلاموں کو یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی تھی کہ یہ نووارد کون شخص ہے جس کی پذیرائی میں یاسر جیسا شخص بچھا جا رہا ہے، راستہ میں سعید نے صنعت کاریوں کے ایسے ایسے عجیب وغریب نمونے دیکھے کہ وہ دنگ رہ گیا۔ یاسر نے اس کی کیفیت بھانپ لی اور کہا،

یاسر:۔ تم تو اس محل سے بہت زیادہ مرعوب اور متاثر نظر آتے ہو؟

سعید:۔ جی ہاں، آپ کا اندازہ صحیح ہے، میں نے دمشق کا ایوان خلافت دیکھا ہے میں نے بغداد کا قصر خلافت دیکھا ہے یاسر صاحب میں بہت گھوما ہوں، دنیا کا کونہ کونہ چھان چکا ہوں ہر جگہ کے بادشاہوں اور شہر یاروں کے محلات و قصور دیکھے ہیں لیکن قرطبہ کا یہ قصر زہرا سب سے نرالا، سب سے عجیب، سب سے خوبصورت ہے،

یاسر:۔ میرے دوست تم تو ابھی سے گھبرا گئے، یہ جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے، جو خاص محل میں دیکھو گے!

سعید:۔ وہاں صنعت کاری اور کاریگری کے اس سے بھی اچھے نمونے ہیں؟

یاسر:۔ وہاں پہنچو گے تو وہ تمہیں ایک طلسم نظر آئے گا، اس کی نقاشی، اس کی صناعی، زیب وزینت ہر چیز یکتا اور بے نظیر ہے،

سعید:۔ واقعی پردہ دنیا پر اس کی مثال نہیں مل سکتی،

یاسر:۔ آج تک کسی نے سونے اور چاندی کا استعمال تعمیرات کے سلسلہ میں نہیں کیا تھا، یہ شرف ہمارے مولانا الناصر ہی کو حاصل ہے۔

باتوں باتوں میں ایوان خلافت آ گیا۔ یاسر نے سعید کو ایک جگہ بٹھا دیا اور خود اندر چلا گیا، اتنے میں اندر سے منذر بن سعید آتے ہوئے دکھائی دیئے، یہ وہی بزرگ تھے۔ جنھوں

نے سفرائے قسطنطنیہ کے سامنے سپاسنامہ اس خوبی اور قابلیت سے پڑھا تھا کہ قرطبہ کے قاضی القضاۃ بنا دیئے گئے اور بے چارے فقیہہ ابن عبدالبر منہ دیکھتے رہ گئے تھے۔

سعید کو کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا، پھر ایک دربان آیا اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا، خلیفہ عبدالرحمٰن الناصر اس وقت سونے کے جڑاؤ تخت پر متمکن تھا یہ نشست گاہ ایک ایسے احاطہ میں واقع تھی، جس کی ہر دیوار سونے اور چاندی اور جواہرات سے لپی ہوئی تھی، ہاتھی دانت اور آبنوس کی کھڑکیاں تھیں، انہیں سنگِ مرمر اور بلور کے ستونوں پر قائم کیا گیا تھا، ان کھڑکیوں سے آفتاب کی کرنیں ٹھیک خلیفہ کی نشست گاہ پر پڑتی تھیں جس سے چکا چوند کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس مقام پر پارے سے بھرا ہوا ایک شیشہ آویزاں تھا، اس سے چمک دمک میں اور اضافہ ہو گیا تھا، جب خلیفہ کو خلوت منظور ہوتی تو وہ حاجب کی طرف اشارہ کرتا۔ وہ اس شیشہ میں جنبش پیدا کر دیتا جس کا مطلب یہ تھا کہ پارہ کی جنبش ختم ہونے سے تمام حاضرین اٹھ جائیں!

سعید جیسے ہی خلیفہ کے سامنے پہنچا، جھک کر آداب بجا لایا، اور خاموش کھڑا ہو گیا خلیفہ نے یاسر سے مخاطب ہو کر کہا۔

"عابدہ کے استاد سعید یہی ہیں۔ جن کی قابلیت اور نجوم دانی کا شہرہ تمہارے ذریعہ ہمارے کانوں تک پہنچ چکا ہے؟"

یاسر نے عرض کیا: "میرے آقا یہی ہے وہ شخص جو تمام قرطبہ میں اپنی قابلیت اور ذہانت کے اعتبار سے یکتا ہے غلام نے اس کی جتنی تعریف کی ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔!"

اتنے میں خلیفہ نے دربان کی طرف دیکھا دیکھا، اس نے فوراً سیمابی شیشہ ہلا دیا فوراً ہی یاسر اور دربان باہر نکل گئے، صرف سعید اندر رہ گیا۔

۲۷

سعید خلیفہ کی خلوت گاہ میں

خلیفہ الناصر نے سعید کو لطف و عنایت کی نظر سے دیکھا اور کہا،

الناصر:- ہمیں معلوم ہے تم عابدہ کے استاد ہو، کیا یہ سچ ہے ؟

سعید:- کس میں یہ مجال ہے کہ امیر المومنین کے سامنے غلط بیانی کرے، بے شک غلام عابدہ کا استاد ہے!

الناصر:- عابدہ کو تم نے کن کن علوم کی تعلیم دی ہے ؟

سعید:- وہ شاعری میں یکتا ہے، موسیقی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔ انساب کے فن سے واقف ہے، حکایات و قصص پر اسے پورا عبور ہے تاریخی واقعات بھی اسے ازبر ہیں!

الناصر:- تو وہ ایک عورت نہیں پورا کتب خانہ ہے ——— بغداد کی رہنے والی ہے شاید؟

سعید:- جی ہاں اس کا وطن بغداد ہے!

الناصر:- اور تم کہاں کے رہنے والے ہو ؟

سعید:۔ غلام یہیں قرطبہ کا باشندہ ہے ،

الناصر:۔ یہ تو ہمیں اپنے مقرّبین بارگاہ سے معلوم ہوا تھا کہ تم ایک وسیع النظر، عالم، ماہر منجّم، اور ایک بہت بڑے اور اچھے کتب خانہ کے مالک ہو، لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ رہنے والے یہیں کے ہو ، بڑی خوشی ہوئی یہ معلوم کر کے اچھا اب تم جا سکتے ہو ، شام کو ہم عابدہ کو اپنے حضور میں طلب کریں گے اور دیکھیں گے تمہارا بیان کہاں تک صحیح ہے تمہیں بھی اس وقت یہاں حاضر رہنا پڑے گا !

سعید:۔ غلام حاضر ہو جائے گا !

پھر سیمابی شیشہ ہلنے لگا اور سعید آداب بجالا کر رخصت ہوا ، یاسر دروازہ پر موجود تھا اس نے گفتگو کا ماجرا دریافت کیا، پھر اسے مبارکباد دی کہ وہ خلیفہ کا مقرب بارگاہ بن گیا رات کی مجلس میں صرف اسی کو اذن باریابی ملتا تھا جو خلیفہ کی نظر میں چڑھ چکا ہو سعید نے یاسر سے کہا، یہ مبارکباد بعد میں دیتے رہنا، پہلے مجھے عابدہ کے پاس بھیجو تاکہ اسے ضروری ہدایات دے سکوں، ایسا نہ ہو وہ امیر المومنین کے حضور، حاضر ہو اور کوئی ایسی بات اس سے سرزد ہو جائے جو شایانِ شان نہ ہو اور لینے کے دینے پڑ جائیں، یاسر نے کہا، ہاں ٹھیک کہتے ہو، پھر ایک غلام کی طرف اشارہ کر کے کہا، ہمارے محترم اور معزز مہمان کو اسی وقت حرم سرا کے اس حصہ میں لے جاؤ جہاں عابدہ ٹھہرائی گئی ہے ،غلام اسے اپنے ساتھ لے کر ایک وسیع کوشک میں داخل ہوا، ایک کمرہ میں اسے بٹھا کر اس نے کہا۔ آپ تشریف رکھیئے میں ابھی حاضر ہوا، سعید بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد غلام حاضر ہوا اور سعید کو اپنے ہمراہ کوشک کے ایک خاص کمرہ میں لے گیا جہاں عابدہ چودھویں کا چاند بنی بیٹھی تھی، اور اب تو اس کا حسن تھا۔ لیکن اس وقت کچھ ایسی بھبن کا عالم طاری تھا کہ سعید بھی اس کا حسن و جمال دیکھ کر کلیجہ مسوس کر رہ گیا

وہ اگر کسی اور پر فریفتہ نہ ہوتا تو ضرور عابدہ کو دل دے بیٹھتا، لیکن مشکل یہ تھی کہ دل پر پہلے ہی سے کسی اور کا قبضہ تھا۔ لیکن ظاہر داری اور تصنع کے فن میں وہ یکتا تھا، اس نے ایک عاشق کی طرح ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا،

سعید:۔ آج تو تم پر قیامت کا عالم طاری ہے!۔

عابدہ:۔ (شرما کر) ہٹو بھی، آئے اور باتیں بنانا شروع کر دیں،

سعید:۔ میں جھوٹ تو نہیں کہتا۔

عابدہ:۔ اور کیا شک کہہ رہے ہو؟

سعید:۔ بے شک ——— چاہو تو آئینہ دیکھ کر میرے قول کی تصدیق کر لو،

عابدہ:۔ مجھے ضرورت نہیں کسی کی تصدیق یا تردید کی، میں خود جانتی ہوں میں کیا ہوں؟

سعید:۔ یہ تو بتاؤ۔ یہاں کسی طرح کی تکلیف تو نہیں ہوئی تمہیں؟

عابدہ:۔ تکلیف کے سوا، اور میرے مقسوم میں لکھا کیا ہے؟

سعید:۔ (گھبرا کر) یہ کیا کہہ رہی ہو؟ کیا تکلیف ہے تمہیں؟ یاسر نے تو میرے سامنے ہدایت کر دی تھی کہ تمہاری راحت اور آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے بلکہ یہ بھی کہہ دیا تھا اگر ذرا بھی شکایت ہوئی تو گردن مار دی جائے گی، بتاؤ کیا شکایت ہے، میں ابھی جا کر یاسر سے کہتا ہوں، بھلا یہ بھی کوئی بات ہے؟

عابدہ:۔ لیکن میری شکایت دور کرنا یاسر کے ہاتھ میں نہیں تمہارے قبضۂ قدرت میں ہے! ——— میں یہاں نہیں رہ سکتی، میں یہاں نہیں رہنا چاہتی۔

سعید:۔ عابدہ، عابدہ،

عابدہ:۔ ہاں سعید یہ محل میرے لئے جہنم ہے!

سعید :- کیوں ؟ آخر کوئی بات بھی تو ہو!

عابدہ :- کب تک میں در در کی ٹھوکریں کھاتی رہوں گی، آج اس گھر میں، کل اُس گھر میں ابھی اس کے یہاں، کبھی اس کے وہاں، کیا میں اسی لئے ہوں ؟ یہ دکھ مجھ سے نہیں جھیلے جاتے میں تم سے پہلے کہہ چکی ہوں مجھے دولت، ثروت، عزت، منزلت کچھ نہیں چاہیئے ،

سعید :- عابدہ بہکی بہکی باتیں نہ کرو، تم بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو، میں تو تمہیں بہت عقیل و فہیم سمجھتا تھا!

عابدہ :- میرے بارے میں جو رائے چاہو قائم کرو، لیکن یہاں سے لے چلو، میں یہاں رہی تو پاگل ہو جاؤں گی!

سعید :- تم نے تو پریشان کر دیا ہے بھئی، کچھ تو صبر سے کام لو،

عابدہ :- حد ہو چکی ہے صبر و ضبط کی، کہاں تک صبر و ضبط سے کام لوں ؟

انسان ہوں پیالہ و ساغر نہیں ہوں میں

تم نہیں جانتے میرے دل پر کیا گذر رہی ہے!

سعید :- خوب جانتا ہوں، لیکن میرے دل پر جو گذر رہی ہے اس کا تمہیں احساس نہیں ہے اگر ہوتا تو ایسی بے مروّتی کی باتیں نہ کرتیں، یوں مجھے پریشان نہ کرتیں،

عابدہ :- یہ تو کیا کیا میں نے ؟

سعید :- تم نے میرا دل توڑ دیا،

عابدہ :- میں نے ؟

سعید :- ہاں تم نے ———— تم نے میری امیدوں کو پاؤں تلے روند ڈالا، تم نے میری آرزو کی جنت میں آگ لگادی،

عابدہ:۔ خدا نہ کرے میں نے اپنی زندگی تمہارے لئے وقف کر دی ہے اور تم میرے بارے یہ رائے رکھتے ہو؟

سعید:۔ میں تمہیں عبداللہ کے پاس سے الناصر کے پاس کیوں لایا ہوں؟

عابدہ:۔ کیوں لائے ہو، بتاؤ!

سعید:۔ صرف اس لئے کہ حصول مقصد کا یہ سب سے اچھا اور آسان ذریعہ ہے۔

عابدہ:۔ یہی کہہ کر تو تم مجھے عبداللہ کے یہاں بھی لے گئے تھے!

سعید:۔ وہ بھی غلط نہ تھا!

عابدہ:۔ اچھا اتنا بتا دو، یہ پاؤں کا چکر کب تک رہے گا؟ کب تک میں اسی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجی جاتی رہوں گی؟

سعید:۔ بس اب یہ آخری جگہ ہے، ہم اپنے مقاصد صرف الناصر سے حاصل کر سکتے ہیں حکم یا عبداللہ سے نہیں، یہ دونوں لونڈے ہیں، اصل چیز الناصر ہے اقتدار و اختیار کا سرچشمہ، قوت و طاقت کا مرکز!

عابدہ:۔ تو کیا میرے رہنے سے وہ اقتدار و اختیار تمہیں سونپ دے گا؟ قوت و طاقت کا مالک تم کو کر دے گا؟

سعید:۔ ہاں ــــ ورنہ کوئی عاشق اتنا بے غیرت نہیں ہوتا کہ اپنی محبوبہ کو یوں لئے لئے پھرے، میں خود اس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں، چاہتا ہوں کلفت اور مجبوری کا یہ دور ختم ہو، ایک گوشۂ عافیت ہو، میں ہوں تم ہو، عیش ہو کامرانی ہو بے فکری ہو اور شادمانی کا دور ہو، اور ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر ایک دوسرے میں کھو جائیں ـــــ بتاؤ عابدہ کیا تم یہ نہیں چاہتی ہو؟ کیا تمہاری یہ خواہش نہیں ہے؟

عابدہ:۔ یہی تو میری خواہش اور حسرت ہے!

سعید:۔ اگر یہ بات ہے تو میرا کہا مانو، جو میں کہوں وہ کرو، مجھ پر اعتراض نہ کرو، مجھ سے سوال جواب نہ کرو، میرے بارے میں بدظنی سے کام نہ لو،

عابدہ:۔ میں اور تمہارے بارے میں بدظنی سے کام لوں گی؟ کمال کرتے ہو تم بھی،

سعید:۔ اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں ——— بتاؤ میرے کہنے پر چلو گی؟

عابدہ:۔ ہاں ——— !

کہا جو مرنے کو مر گئے ہم ، کہا جو جینے کو جی اُٹھے ہم!
اب اور کیا چاہتا ہے ظالم ، ترے اشاروں پہ چل رہے ہیں!

سعید:۔ (محبت سے عابدہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر) عابدہ تم بڑی اچھی ہو، لیکن بڑی ظالم ہو بہت پریشان کرتی ہو مجھے، یہ جو کچھ کر رہا ہوں صرف تمہارے لئے ———
ہاں یہ تو بتاؤ وہ سفوف کی پڑیا جو میں نے تم کو دی تھی کہاں ہے؟

عابدہ:۔ میرے پاس ہے!

سعید:۔ اسے ہر وقت تمہارے پاس رہنا چاہیئے،

عابدہ:۔ وہ تو ہے ——— لیکن کیا چیز ہے وہ؟

سعید:۔ یہ ابھی نہ پوچھو وقت آنے پر خود معلوم ہو جائے گا!

عابدہ:۔ اچھا تو بتاؤ، آخر میں یہاں رہ کر کیا کروں؟

سعید:۔ آج الناصر کے دربار میں طلب کی جاؤ گی!

عابدہ:۔ نہ بابا، دربار سرکار میں تو مجھ سے نہ جایا جائے گا!

سعید:۔ تم تو لفظ پکڑتی ہو، ارے بھئی امیر المومنین تمہیں اپنی خلوت گاہ میں طلب کریں گے!

عابدہ:۔ اس عزت افزائی کا سبب ؟

سعید:۔ اسی لیے تو بلائی گئی ہو، اس طرح جاؤ کہ سکہ جم جائے تمہارا امیر المومنین کے دل پر؟

عابدہ:۔ اپنی طرف سے تو کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھوں گی!

سعید:۔ میں چاہتا ہوں تمہارے سامنے زہرہ کا چراغ بجھ جائے،

عابدہ:۔ ناممکن ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا ؟

سعید:۔ کیوں، کیا وہ بڑی خوبصورت اور طرحدار ہے ؟ میں نے تو اسے دیکھا نہیں تم سے پوچھ رہا ہوں،

عابدہ:۔ زہرہ کو امیر المومنین الناصر کی آنکھ سے دیکھنا چاہیئے،

سعید:۔ کیوں ؟ کیا اس طرح وہ زیادہ خوب صورت نظر آئے گی ؟

عابدہ:۔ (ہاں) وہ اس سے محبت جو کرتے ہیں، بے پناہ محبت، محض اس کی خوشنودی کے لیے انھوں نے زمین کی چھاتی پر جنت بنا ڈالی، بھلا زہرہ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے!

سعید:۔ مقابلہ کو چھوڑو، یہ بتاؤ کیا واقعی وہ بہت خوب صورت ہے ؟

عابدہ:۔ میری رائے اگر پوچھتے ہو تو اس محل میں متعدد کنیزیں ایسی طرحدار اور خوبصورت ہیں، کہ زہرہ ان کے پاؤں کی جوتی کے برابر بھی نہیں، لیکن الناصر انھیں دیکھتا بھی نہیں، لیکن زہرہ جب اس کے سامنے آجاتی ہے تو وہ دنیا و مافیہا کو بھول جاتا ہے۔ یہ منظر میں خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکی ہوں،

سعید:۔ کیا دیکھا تم نے ؟

عابدہ:۔ امیر المومنین محل خاص میں تشریف لائے تو ہلچل مچ گئی، رعب اور دہشت کا یہ

عالم تھا کہ در و دیوار دہشت سے کانپ رہے تھے، لیکن زہرہ جب سامنے آئی تو وہ خود اس کے رعبِ حسن سے لرزنے لگے!

سعید:۔ (حیرت سے) اچھا یہ بات ہے؟

عابدہ:۔ اور کیا!

سعید:۔ کچھ بھی تمہیں زہرہ کی جگہ لینی پڑے گی!

عابدہ:۔ آج تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ میں کیوں لینے لگی زہرہ کی جگہ؟ اول تو مجھ میں وہ بات نہیں جو زہرہ میں ہے، اور اگر ہوتی بھی تو میں اس کی جگہ پر قابض ہونے کی کیوں کوشش کرتی؟ میں الناصر کا دل جیتنا نہیں چاہتی، میں اس کی محبوبہ بن کر یہاں رہنا نہیں چاہتی، عورت ایک ہی مرتبہ کسی کی ہوتی ہے اور میرے دل کا جو مکیں بن چکا، وہ اب نہیں ہٹ سکتا!

سعید:۔ میں سچ مچ تھوڑے کہہ رہا ہوں، میں نے تو ایک بات کہی تھی!

عابدہ:۔ ایسی بات مت کہا کرو، مجھے تکلیف ہوتی ہے!

سعید:۔ تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

عابدہ:۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہونے لگتا ہے کہ تم مجھے نہیں چاہتے، مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو، اگر یہی بات ہے تو صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟

سعید:۔ عابدہ میری طرف دیکھو۔

عابدہ:۔ دیکھ رہی ہوں،

سعید:۔ دیکھتی رہو،

عابدہ:۔ (مسکرا کر) واہ آخر کیوں دیکھتی رہوں؟

سعید:- اب بتاؤ کیا واقعی تم یہی سمجھتی ہو؟ کیا واقعی تم میری محبت کے بارے میں مشکوک ہو جاتی ہو؟ اگر یہ ہے تو صاف صاف کہہ دو، میں ابھی خودکشی کر کے اپنی ناکام زندگی کر لوں گا، تمہاری نظر میں بے وقعت بن کر زندہ رہنا بے غیرتی ہے! ——— میں لعنت بھیجتا ہوں ایسی زندگی پر،!

عابدہ:- اب کیوں خفا ہوئے جا رہے ہو، کہہ تو رہی ہوں جب تک کہو گے یہاں رہوں گی، جب تک یہاں رہوں گی، الناصر کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے میں بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کروں گی،

سعید:- (گردن ہلا کر) نہیں عابدہ اب میں کچھ نہیں چاہتا، چلو واپس چلیں، تمہارا دل دکھا کر ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں رہنا منظور نہیں!

عابدہ:- میں تمہارے مقاصد کے راستہ کا پتھر نہیں بننا چاہتی، وعدہ کر چکے ہو، یہ آخری جگہ ہے جہاں میں لائی گئی ہوں، بس اس وعدے پر قائم رہنا!

سعید:- بے شک قائم رہوں گا،

عابدہ:- بس تو تم بھی رہو، اور مجھے بھی رہنے دو!

سعید:- لیکن وعدہ کرو اب ایسے غلط خیالات تمہارے دل میں نہیں آئیں گے

عابدہ:- (مسکرا کر) وعدہ کرتی ہوں

سعید:- تو پھر اب خلیفہ کی خلوت گاہ میں جانے کی تیاری کرو،

عابدہ:- تیار تو ہوں اب اور کیا تیاری کروں؟ ——— لیکن نہ جانے کیوں وہاں جاتے ہوئے میرا دل دھڑکتا ہے،

سعید:- (مسکرا کر) عورت جو ٹھہریں، خدا کی بندی تم وہاں تنہا تو نہیں جا رہی ہو

عابدہ:۔ (خوش ہوکر) تم بھی چلو گے ؟

سعید:۔ ہاں میں وہاں موجود ملوں گا ،

عابدہ:۔ اب میرا دل مطمئن ہوگیا ، اب خوشی سے جاؤں گی !

سعید:۔ اور ایک بات کا خیال رکھنا الناصر ، بڑا عالم اور فاضل آدمی ہے ۔ اس کے سامنے ایسی باتیں کرنا ، ایسے اشعار سنانا ، ایسے تاریخی واقعات بیان کرنا کہ وہ تمہاری وسعت نظر ، قابلیت اور ذہانت کا کلمہ پڑھنے لگے ——— یاد رکھو اگر تم نے اسے متاثر کرلیا تو پھر ہماری کامیابی اور کامرانی ایک اٹل حقیقت بن جائے گی ۔ ہماری مجبوری اور حرماں کا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا !

عابدہ:۔ ایسا ہی ہوگا !

سعید:۔ مجھے تمہاری ذہانت اور فراست سے امید بھی یہی ہے !

عابدہ:۔ تو وہاں کب جانا ہوگا ؟

سعید:۔ تھوڑی دیر کے بعد طلبی کا فرمان آئے گا ، فوراً روانہ ہو جانا !

عابدہ:۔ اور تم ؟

سعید:۔ میں وہاں موجود ملوں گا ۔ اب یاسر کے پاس جاتا ہوں ، اس سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں اور وہاں سے سیدھا الناصر کی خلوت گاہ میں پہنچ جاؤں گا !

۲۸

منجمّ ما

عابدہ سے رخصت ہو کر سعید یاسر کے پاس پہنچا، وہ اسے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور بڑے تپاک وگرم جوشی کے ساتھ کہا خوب آ گئے بھئی، میں بڑی دیر سے انتظار کر رہا تھا، سعید نے پوچھا انتظار انتظار کیوں کر رہے تھے؟ اس نے جواب دیا، بھوک بڑے زور سے لگی ہے اور یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ اکیلا کھانا کھا لوں، پھر اس نے ایک غلام سے کہا جاؤ دستر خوان بچھاؤ، یاسر سعید کو لے کر کھانے کے کمرہ میں گیا، دستر خوان پر انواع و اقسام کا کھانا چنا ہوا تھا، سعید نے دل میں کہا، یہ غلام بھی بادشاہوں کی طرح رہتا ہے جب اس کے یہ ٹھاٹھ ہیں تو خود امیر المومنین اور زبیدہ کے ٹھاٹھ کی تو کوئی انتہا نہ ہو گی، یاسر صرف کھانے میں مشغول رہا، اور سعید کھانا بھی کھاتا رہا اور اپنے پروگرام کے بارے میں بھی سوچتا رہا، کھانے کے دوران میں یاسر نے سعید سے پوچھا تم سے اور خلیفہ سے کیا باتیں ہوئیں؟ اس نے کہا کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی، اشتیاق دید تھا۔ وہ تمہاری مہربانی سے پورا ہو گیا، یاسر نے کہا امیر المومنین آج رات کو کھانے

کے بعد اسے طلب فرمائیں گے اور اس کا گانا سنیں گے، سعید نے کہا، ہاں مجھے معلوم ہے وہ فرما رہے تھے، یاسر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا، میں عابدہ کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں جانتا، صرف سنی سنائی باتیں ہیں اس کے حسن و جمال ناز و ادا، نغمہ سرائی اور حاضر جوابی کسی چیز کے بارے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتا، لیکن یار اگر یہ چھوکری زہرہ سے بازی لے جائے تو مزا آ جائے گا خدا کی قسم نہ جانے کیا سمجھتی ہے اپنے آپ کو!

سعید:- بہت خفا معلوم ہوتے ہو اس سے کیا بگاڑا ہے اس نے تمہارا؟

یاسر:- میرا کیا سب ہی کا اس سے ناطقہ تنگ ہے،

سعید:- لیکن خدا کے بندے کچھ کہو گے بھی؟

یاسر:- بدمزاج، بدخو، بدزبان، کون سی خوبی ہے جو اس میں نہیں، سمجھ میں نہیں آتا مولانا الامیر کیوں اس بری طرح اس پر ریجھے ہوئے ہیں؟ جب تک اس کا زور نہیں ٹوٹے گا کچھ نہیں ہو گا!

سعید:- کیا چاہتے ہو کہ عابدہ اس زور کو توڑ دے؟

یاسر:- ہاں یہ میری دلی تمنا ہے، کاش ایسا ہو سکے!

سعید:- لیکن ایک مرتبہ امیر المومنین اس سے خفا بھی تو ہو چکے ہیں!

یاسر (حیران ہو کر) کیا کہا؟

سعید:- ایک مرتبہ امیر المومنین اس سے خفا ہو چکے ہیں، ایک دن ایک رات اس سے بات نہیں کی، اس سے ملاقات نہیں کی، اس کی صورت نہیں دیکھی کیا یہ واقعہ نہیں ہے؟

یاسر (مبہوت ہو کر) تم یہ باتیں جانتے ہو؟

سعید۔ کیوں نہیں جانتا، اگر غلط ہیں تو تردید کرو!

یاسر:۔ واقعہ کی تردید کس طرح کروں، لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی، ہاں جو کچھ تم کہہ رہے ہو سچ ہے، ایک ایک حرف سچ ہے لیکن اس واقعہ کا علم اس دنیا میں صرف تین آدمیوں کو ہے زہرہ کو امیر المومنین کو اور مجھے۔ اس واقعہ کو امیر المومنین نے خود دبا دیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ اس کا افشا کسی طرح نہ ہونے پائے۔ زہرہ سے تمہاری ملاقات نہیں امیر المومنین تم سے اس طرح کی بات نہیں کر سکتے، میں نے کہا نہیں، پھر یہ واقعہ تمہیں کیسے معلوم ہو گیا بتاؤ!

سعید:۔ معلوم ہو گیا، یہ کیوں بتاؤں کیسے معلوم ہوا؟

یاسر:۔ میں سمجھ گیا۔

سعید:۔ کیا سمجھے؟

یاسر:۔ تم نے اپنے نجوم کے زور سے معلوم کیا ہے۔ واقعی اپنے فن میں کامل ہو، ہمیشہ سے تمہارا لوہا مانتا تھا، لیکن بخدا آج تو ایمان لے آیا،

سعید:۔ (مسکرا کر) ایسی واہیات باتیں نہ کرو، ایمان لانے کا کیا سوال ہے؟

یاسر:۔ یہ عقیدہ کا معاملہ ہے اور اسے کوئی طاقت نہیں بدل سکتی، اب تک میں تمہارا دوست تھا آج سے عقیدت مند ہوں۔ اب تک میں تم سے برابر سے ملتا تھا لیکن اب یہ گردن کبھی بھی تمہارے سامنے نہیں اٹھ سکتی!

سعید:۔ خدا کے لئے دوسری باتیں کرو، ان باتوں سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔

یاسر:۔ اگر تم یہ باتیں نہیں سننا چاہتے تو میں خاموش ہوا جاتا ہوں!

سعید:۔ اچھا تو میں جاتا ہوں اپنی قیام گاہ پر تھوڑی دیر آرام کروں گا! جب عابدہ کی

طلبی ہو مجھے بھی بلا لینا!

یاسر:۔ ضرور!

سعید:۔ دیکھنا چاہیئے امیر المومنین عابدہ کو دیکھ کر اس کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہیں!

یاسر:۔ دیکھنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اس لئے کہ وہ نامحرم عورت کو سامنے نہیں آنے دیتے عابدہ سے جتنی باتیں بھی ہوں گی۔ پسِ پردہ، وہ بڑے شرمیلے اور پابندِ شرع آدمی ہیں!

۲۹

جاسوس کا جاسوس

یاسر سے رخصت ہوکر سعید اپنی قیام گاہ کی طرف بڑھا۔ لیکن راستے میں جوہر مل گیا جوہر کو دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا، اس سے کہا، خوب ہوا تم آ گئے۔ تھوڑی دیر میں میری طلبی ہو گی اور میں امیر المومنین کی خلوت گاہ میں جاؤں گا، چاہتا تھا جانے سے پہلے تم سے ملاقات ہو جائے اور کچھ ضروری باتیں تم سے کرلوں، لیکن بتاؤ تم یہاں آئے کس طرح؟ کسی نے تمہیں دیکھا تو نہیں؟ جوہر نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا، آخر آپ کا تربیت یافتہ ہوں۔ لوگوں کے دل میں گھر کر لینا اور ان سے اپنا کام نکال لینا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، دیکھ لیجئے۔ خواجہ سراؤں اور دربانوں کو یار بنا کر آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔ لیکن زیادہ دیر تک یہاں رہنا خطرہ سے خالی نہیں ہے، ارشاد فرمائیے، کیوں یاد فرمایا ہے؟ سعید اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر دیر تک سرگوشی کرتا رہا پھر کہا سمجھ گئے، میرا مطلب؟ اس نے جواب دیا۔ جی ہاں آپ کا مطلب اچھی طرح سمجھ گیا، انشاء اللہ وہی ہو گا جو آپ چاہتے ہیں، پھر جوہر تو رخصت ہو گیا اور سعید آ کر اپنے کمرے میں بستر پر لیٹ گیا وہ بہت تھکا ہوا تھا اور

تازہ دم ہو کر امیر المومنین کی خلوت گاہ میں جانا چاہتا تھا!

عشا کے بعد ایک خواجہ سرا حاضر ہوا اور اس نے طلبی کا فرمان پہنچایا، سعید تو گھڑیاں گن رہا تھا، فوراً اٹھا اور اس کے ساتھ ہو لیا، کچھ راستہ طے کرنے کے بعد یہ دونوں ایک پُر فضا اور نزہت افزا باغیچہ میں پہنچے، جو طرح طرح کے ساز و سامان سے آراستہ تھا، درختوں پر نہایت خوش نما جھاڑ اور فانوس آویزاں تھے، احاطہ کی دیواروں پر بڑی بڑی موم بتیاں قریب قریب جل رہی تھیں، اور ان پر شیشہ کے خوشنما خول چڑھے تھے، ایک چراغاں کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی، یہ شیشہ کے خول مختلف رنگوں کے تھے، کوئی سرخ تھا کوئی سبز کوئی نارنجی کوئی دھانی، کوئی بنفشی کوئی آسمانی شیشہ کے رنگوں نے روشنی کو رنگین کر دیا تھا۔ اور بڑا دلچسپ سماں پیدا ہو گیا تھا۔ جب قصر شاہی کے قریب یہ دونوں پہنچے تو دربانوں کا ایک جم غفیر نظر آیا۔ یہ رنگ برنگی وردیاں پہنے تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے اور مختلف فرائض انجام دینے کے سلسلہ میں ادھر ادھر دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے تھے، پھاٹک پر یاسر منتظر کھڑا تھا، اس نے بڑھ کر سعید کو سلام کیا، مصافحہ اور معانقہ سے فراغت پا کر اسے ہمراہ لیا اور محل میں داخل ہو گیا، یہ محل بھی عجائب و غرائب کا ایک نادر مجموعہ تھا۔ قصر زہرہ کے جس گوشہ میں وہ پہنچ جاتا تھا۔ دم بخود ہو کر رہ جاتا تھا ہر چیز جس پر اس کی نظر پڑتی تھی، معلوم ہوتا تھا اب اس سے بہتر کوئی چیز نظر نہ آئے گی، لیکن جب آگے بڑھ کر کسی دوسری چیز کو دیکھتا تھا تو پہلی دیکھی ہوئی چیز ہیچ اور حقیر نظر آنے لگتی تھی یہاں داخل ہونے کے بعد جو منظر نظر آیا، وہ سب سے زیادہ عجیب تھا، کافوری شمعیں قدم قدم پر روشن تھیں، مشک اور عنبر کی خوشبو سے مشام جان معطر ہو رہا تھا، قصر کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ پر دامان باغبان اور کف گلفروش کا سماں ہوتا تھا، وہ حیرت دہشت اور سراسیمگی کے ساتھ ان

چیزوں کو دیکھتا ہوا یاسر کے ساتھ قدم آگے بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ آخر ضبط نہ کر سکا اور یوں گویا ہوا،

سعید:۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں ہوں؟

یاسر:۔ قصر شاہی میں ہو اور کہاں ہو؟ یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرنے لگے؟

سعید:۔ ہر قدم پر ایک نئی دنیا رعنائی اور زیبائی کی نظر آتی ہے،

حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

یاسر:۔ جو کچھ بھی دیکھ سکتے ہو دیکھ لو یہ منظر پھر کہیں نظر نہ آئے گا!

سعید:۔ دیکھتے دیکھتے تھکا جا رہا ہوں، لیکن طبیعت نہیں سیر ہوتی،

یاسر:۔ ابھی تم نے دیکھا کیا ہے؟

سعید:۔ اور ابھی کچھ دیکھنا باقی ہے؟

یاسر:۔ بہت کچھ! ـــــــــ ذرا ان مجسموں کو دیکھو!

سعید:۔ ہاں دیکھ رہا ہوں!

یاسر:۔ یہ سچ کہنا کیسے ہیں؟

سعید:۔ بہت اچھے بڑے نظر فریب، بے حد خوب صورت اور خوشنما، لیکن خیر چھوڑو،

یاسر:۔ میں بھی تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا، تم وہی باتیں دہرانے لگو گے جو بار ہا سن چکا ہوں، بھئی یہ سب بیکار باتیں ہیں، زہد اور تقوے کے خلاف ہیں۔ دین اور مذہب کی روح ان سے پامال ہوتی ہے، سچائی اور صداقت جن لوگوں کی منزل مقصود ہوتی ہے، وہ ان تنعمات اور تعیشات پر نہ روپیہ صرف کرتے ہیں نہ وقت دیکھو ذرا اس حوض کو دیکھو،

تازہ دم ہوکر امیر المومنین کی خلوت گاہ میں جانا چاہتا تھا!

عشا کے بعد ایک خواجہ سرا حاضر ہوا اور اس نے طلبی کا فرمان پہنچایا، سعید تو گھڑیاں گن رہا تھا، فوراً اٹھا اور اس کے ساتھ ہولیا، کچھ راستہ طے کرنے کے بعد یہ دونوں ایک پُر فضا اور نزہت افزا باغیچہ میں پہنچے، جو طرح طرح کے ساز و سامان سے آراستہ تھا، درختوں پر نہایت خوش نما جھاڑ اور فانوس آویزاں تھے، احاطہ کی دیواروں پر بڑی بڑی موم بتیاں قریب قریب جل رہی تھیں، اور ان پر شیشہ کے خوشنما خول چڑھے تھے، ایک چراغاں کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی، یہ شیشہ کے خول مختلف رنگوں کے تھے، کوئی سرخ تھا کوئی سبز کوئی نارنجی کوئی دھانی، کوئی بنفشی کوئی آسمانی شیشہ کے رنگوں نے روشنی کو رنگین کر دیا تھا۔ اور بڑا دلچسپ سماں پیدا ہوگیا تھا۔ جب قصر شاہی کے قریب یہ دونوں پہنچے تو دربانوں کا ایک جم غفیر نظر آیا۔ یہ رنگ برنگی وردیاں پہنے تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے اور مختلف فرائض انجام دینے کے سلسلہ میں ادھر اُدھر دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے تھے، پھاٹک پر یاسر منتظر کھڑا تھا، اس نے بڑھ کر سعید کو سلام کیا، مصافحہ اور معانقہ سے فراغت پاکر اسے ہمراہ لیا اور محل میں داخل ہوگیا، یہ محل بھی عجائب و غرائب کا ایک نادر مجموعہ تھا۔ قصر زہرہ کے جس گوشہ میں وہ پہنچ جاتا تھا۔ دم بخود ہوکر رہ جاتا تھا ہر چیز جس پر اس کی نظر پڑتی تھی معلوم ہوتا تھا اب اس سے بہتر کوئی چیز نظر نہ آئے گی، لیکن جب آگے بڑھ کر کسی دوسری چیز کو دیکھتا تھا تو پہلی دیکھی ہوئی چیز ہیچ اور حقیر نظر آنے لگتی تھی یہاں داخل ہونے کے بعد جو منظر نظر آیا، وہ سب سے زیادہ عجیب تھا، کافوری شمعیں قدم قدم پر روشن تھیں، مشک اور عنبر کی خوشبو سے مشام جان حظ اندوز ہو رہا تھا، قصر کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ پر دامان باغبان اور کف گلفروش کا ہوتا تھا، وہ حیرت دہشت اور سراسیمگی کے ساتھ ان

ں کو دیکھتا ہوا یاسر کے ساتھ قدم آگے بڑھائے چلا جا رہا تھا۔ آخر ضبط نہ کر سکا اور
ہ گویا ہوا،

ید:- کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کہاں ہوں؟

ر:- قصر شاہی میں ہو اور کہاں ہو؟ یہ بہکی بہکی باتیں کیوں کرنے لگے؟

ید:- ہر قدم پر ایک نئی دنیا رعنائی اور زیبائی کی نظر آتی ہے،

حیران ہوں دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں؟

ر:- جو کچھ بھی دیکھ سکتے ہو دیکھ لو یہ منظر پھر کہیں نظر نہ آئے گا!

ید:- دیکھتے دیکھتے تھکا جا رہا ہوں، لیکن طبیعت نہیں سیر ہوتی،

ر:- ابھی تم نے دیکھا کیا ہے؟

ید:- اور ابھی کچھ دیکھنا باقی ہے؟

ر:- بہت کچھ! ——— ذرا ان مجسموں کو دیکھو!

ید:- ہاں دیکھ رہا ہوں!

ر:- یہ کہنا کیسے ہیں؟

ید:- بہت اچھے بڑے نظر فریب، بے حد خوب صورت اور خوشنما، لیکن خیر چھوڑ دو،

ر:- میں بھی تم سے بحث کرنا نہیں چاہتا، تم وہی باتیں دہرانے لگو گے جو بار ہا سن چکا
ہوں، بھئی یہ سب بیکار باتیں ہیں، زہد اور تقوے کے خلاف ہیں۔ دین اور مذہب
کی روح ان سے پامال ہوتی ہے، سچائی اور صداقت جن لوگوں کی منزل مقصود
ہوتی ہے، وہ ان تنعمات اور تعیشات پر نہ روپیہ صرف کرتے ہیں نہ وقت
دیکھو ذرا اس حوض کو دیکھو،

سعید:۔ دیکھ رہا ہوں میرے بھائی!

یاسر:۔ یہ شاہ قسطنطنیہ کا تحفہ ہے، جو اس نے بڑی عقیدت سے امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا ہے۔

سعید:۔ بس یہی ٹیم ٹام تو رہ گئی ہے، ورنہ وہ اصل روح مذہب کی اب کہاں جس نے مسلمانوں کی سب سے بڑی قوم بنا دیا تھا،

یاسر:۔ ذرا یہ تو سوچو ایسی نازک اور نادر الوجود چیز یہاں تک آئی کیسے ہو گی؟ تو ہے لگ گئے اسے وہاں سے یہاں تک لانے میں!

سعید:۔ لیکن مسلمانوں کے روحانی تاجدار اور دنیاوی شہریار کو کب زیب دیتا ہے، کہ وہ ان چیزوں سے دل بہلائے؟

یاسر:۔ امیر المومنین کو خود بھی یہ باتیں پسند نہیں ہیں، لیکن تحفوں کا واپس کر دینا بداخلاقی ہے وہ بھی جب کہ تحفہ کسی غیر مسلم بادشاہ کی طرف سے آیا ہو،

سعید:۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو، لیکن میں یہ کہے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ ان باتوں سے میرا جی کڑھتا ہے کاش یہ رقم مسلمانوں کے کسی نیک کام میں صرف ہوئی ہوتی!

یاسر:۔ پھر وہی بے تکی باتیں ارے خدا کے بندے یہ تحائف ہیں تحائف اور تحفے واپس نہیں کئے جاتے؟

سعید:۔ یہ تمہیں بھی تحفے ہیں؟ یہ پورا محل یا قسطنطنیہ سے بطور تحفہ کے آیا ہے، یہ لونڈیوں اور غلاموں کی فوج بھی کسی بادشاہ نے تحفہ میں بھیجی ہے۔ یہ خزانہ جو درہم و دینار سے لبریز ہے کیا کسی نے تحفہ کے طور پر عطا کیا ہے، کہ بے دھڑک صرف کیا جا رہا ہے ——— میرے دوست بات وہ کہو جو معقول ہو، سمجھ میں آجائے

ٹمک حواری کے معنیٰ یہ نہیں ہے کہ سچ کو چھپانے لگو اور جھوٹ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لو!

س ر:۔ اچھا بھائی میں کچھ نہیں کہتا خاموش ہوا جاتا ہوں، معاف کر دو مجھے، میری خطائیں بخش دو، جو کچھ تم کہتے ہو وہ سچ ہے یہ سارے کام ناجائز ہوئے، غلط ہوئے لیکن اب تھوڑی دیر کے بعد تم امیر المومنین کے سامنے ہو گے، اگر ہمت ہے تو یہ باتیں ان سے کر لینا، وہ جواب دے دیں گے اور اگر تمہاری ہمت نہ پڑتی ہو تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں ان سے عرض کر دوں، ہمارے سعید صاحب یہ فرما رہے تھے آپ کے بارے میں ———— کہیے حضور ہے اجازت خاکسار کو؟

سعید نے کوئی جواب نہ دیا، مسکرانے لگا، گویا یہ ساری باتیں محض مذاق تھیں۔!

۳۰

قرطبہ اور بغداد

ایوانِ خلافت کے دروازے پر بہت سے خواجہ سرا ریشمی اور زرکار وردیوں میں ملبوس چوکس کھڑے تھے، دروازے پر داخل ہوتے ہی ایک پردے پر نظر پڑی یہ بڑا خوشنما اور زرکار پردہ تھا، اس پر عربی خط میں اچھے اچھے اشعار کڑھے ہوئے تھے۔ یاسر نے پردہ اٹھایا اور سعید کو لے جا کر اندر داخل ہو گیا، صدرمقام پر امیر المومنین عبدالرحمٰن الناصر رونق افروز تھے، اردگرد غلاموں اور کنیزوں کے طائفے اپنی اپنی جگہ مؤدب کھڑے تھے۔ یاسر نے با آواز بلند کہا،

"سعید حاضر ہے"

خلیفہ نے ایک تبسم کے ارشاد فرمایا۔

"آنے دو!"

سعید آگے بڑھ کر آداب بجالایا اور خلیفہ کے اشارہ سے اپنی جگہ پر گردن جھکا کر مؤدب بیٹھ گیا، سامنے ایک پردہ پڑا ہوا تھا، جس کے اندر سے چوڑیوں کی جھنکار آ رہی

بس سے سعید نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عابدہ اس سے پہلے یہاں پہنچ چکی ہے، یاسر سعید کو پہنچا کر باہر چلا گیا، خلیفہ نے التفات کی نظروں سے سعید کو دیکھا اور کہا،

مر:- عابدہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہے۔ لیکن اب تک ہم اس کے کمال سے لطف اندوز نہ ہو سکے!

لیہ:- حضور کے ایک اشارہ کی دیر ہے، وہ یہاں حاضر اسی لئے ہوئی ہے، اگر اشعار سے دلچسپی ہو تو وہ طرب انگیز اور وجد آور اشعار سنا سکتی ہے، حکایتوں، اور داستانوں کا شوق ہو تو وہ عجیب و غریب حکایتیں اور دلچسپ داستانیں سنا سکتی ہے، تاریخی واقعات و قصص اگر مرغوب ہوں تو وہ اس میں بھی بند نہیں ہے۔

مر:- ہم کوئی قصہ سننا چاہتے ہیں!

ر:- بے شک بڑے شوق سے عابدہ آپ کو قصہ سنائے گی، لیکن یہ ارشاد ہو کس طرح کا قصہ؟

مر:- ایسا جو ہم نے کبھی نہ سنا ہو، دلچسپ بھی ہو اور نتیجہ خیز بھی۔!

ر:- بہت خوب، وہ آپ کو ایسا ہی سنائے گی،

ر:- عابدہ شاید بغداد کی رہنے والی ہے؟

ر:- بجا ارشاد ہوا،

ر:- تو ہم بغداد کی کوئی کہانی سننا چاہتے ہیں، اگرچہ بغداد والے ہم سے بیگانگی برتتے ہیں، لیکن ہمیں ان سے تعلقِ خاطر ہے، ہم بڑے شوق سے وہاں کی کوئی کہانی سنیں گے ——!

سعید نے عابدہ سے کہا۔

"تم پردہ سے باہر آجاؤ، امیر المومنین سے پردہ کے کوئی معنی نہیں!

وہ شرماتی ہوئی باہر آگئی، سعید نے اس سے کہا۔

"امیر المومنین بغداد کی کوئی حکایت سننا چاہتے ہیں!"

پھر اس نے خلیفہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا،

عالی جاہ ——————!

واقعی بغداد کی حکومت آپ سے جلتی ہے، اس کا دبدبہ ختم ہو گیا، اس کا عروج جاتا رہا، اس کی شان و شوکت افسانۂ پارینہ بن گئی، اب بغداد عربوں کا نہیں ترکوں کا ہے اور وہ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ خلیفہ ایک کٹھ پتلی کی طرح ان کے اشاروں پر رقص کرتا ہے، اس میں مجال نہیں کہ سرتابی کا تصور بھی کر سکے، اس کے برعکس اندلس کی حکومت دنیا کی سب سے بڑی حکومت ہے، اندلس کا فرماں روا (عبدالرحمٰن الناصر) دنیا کا سب سے زیادہ باجبروت، باوقار اور صاحبِ سطوت و عظمت شہنشاہ ہے، بغداد ڈوبتا سورج ہے اور قرطبہ چڑھتا سورج، ان دونوں کا مقابلہ کیا؟ وہ لوگ اگر حسد نہ کریں تو اور کر بھی کیا سکتے ہیں!"

الناصر نے سعید کی باتیں سن کر کہا،

تم سچ کہتے ہو، لیکن بغداد کی عظمت ایک افسانۂ پارینہ نہیں، ایک روشن اور تابندہ حقیقت ہے، جس مسند پر ہارون الرشید جیسے باجبروت خلفا متمکن ہوئے ہوں وہ کبھی بے وقعت نہیں ہو سکتی آج ہمارا کتب خانہ نادر ترین کتابوں سے بھرا ہوا ہے آج وہ کون سا علم ہے جس پر عربی زبان میں مکمل اور مستند کتابیں موجود نہ ہوں، تصنیف و تالیف بھی شرح و تعلیق بھی، ترجمے بھی، لیکن یہ کارنامہ کس کا ہے ——؟ کیا

خلفائے عباسیہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جاسکتا ہے، وہاں کے لوگ ہمارے بارے میں خواہ کیسی ہی رائے رکھتے ہوں، ہم ان سے محبت کرتے ہیں، ان کی عزت کرتے ہیں، ان سے دلچسپی لیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی باتوں، کہانیوں، حکائتوں اور داستانوں میں ہمیں لطف آتا ہے کہ ہم پہروں اور گھنٹوں یہی سنتے رہیں تو طبیعت نہیں اکتا سکتی!

عابدہ خاموشی سے یہ باتیں سن رہی تھی، اب وہ بھی گفتگو میں حصہ لینے لگی، اس نے کہا،

امیر المومنین نے بجا فرمایا، تاریخ ایک حقیقت ہے ایک سبق ہے ایک کہانی ہے، اسلاف کے واقعات وحالات سے وہ نصیحت ملتی ہے جو ایک سبق سے مل سکتی ہے وہ سچائی معلوم ہوتی ہے جو صرف تاریخ کا حصہ ہے اور اس میں وہ سحر طرازی اور دلچسپی ہوتی ہے جو ایک کہانی کی خصوصیت ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ امیر المومنین نے آج کی مجلس کے لئے اسلاف کے تذکرہ کو موضوع بنا کر ایک بڑی شاندار مثال پیش کی ہے اور کنیز اس امر پر فخر محسوس کر رہی ہے کہ وہ ایسے بیدار مغز اور اولوالعزم شہنشاہ کے سامنے بیٹھی ہے، اور اس کی خلوت گاہ میں اس سے ہم کلامی کا اعزاز حاصل کر رہی ہے!

الناصر عابدہ کی یہ باتیں سن کر خوش ہو گیا، اور اس نے کہا۔

"تم نے ہمارا مقصد پا لیا"!

۳۱

بغداد کا راگ

الناصر اور عابد سے بغداد کے سیاسی حالات بڑی دیر تک گفتگو ہوتی رہی، دوران گفتگو میں اس نے ہارون کی جانشینی کے سلسلہ میں مامون اور امین کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی، اس کی تفصیل بھی سنائی، جب بڑی دیر تک اس طرح کی باتیں ہوتی رہیں تو سعید نے محسوس کیا پردہ کے پیچھے کوئی اور بھی بیٹھا ہے اس لئے کہ چوڑیوں کے کھنکنے کی آواز آرہی تھی، وہ سمجھ گیا یہ زہرہ کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا، اس کے جی میں لہر اٹھی کہ زہرہ کی آواز سنے لیکن یہ ناممکن تھا۔ زہرہ اگرچہ ایک لونڈی تھی لیکن الناصر اسے دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ اسی کے خوش کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ صرف کر کے اس نے قصر زہرہ تعمیر کیا تھا، جس کی نظیر ساری دنیا میں نہیں مل سکتی تھی لیکن وہ جو فیصلہ کر لیتا تھا اس سے پیچھے نہیں ہٹتا تھا، اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ زہرا کی آواز سنے گا، اور یہ بات جب ناممکن نظر آئی تو اس کی ضدی طبیعت نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اس نے فیصلہ کر لیا وہ زہرہ کا گانا سنے گا یہ فیصلہ پہلے فیصلہ سے بھی زیادہ ناممکن العمل تھا، لیکن سعید کا

فیصلہ تھا اس لئے بہر حال اسے روبہ عمل آنا پڑا، سعید نے خلیفہ سے بصد ادب عرض کیا۔
" امیر المومنین اگر جان کی امان پاؤں تو ایک بات عرض کروں؟
الناصر نے التفات اور شفقت کے ساتھ کہا " تم بے دھڑک ہر بات کہہ سکتے ہو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ ہم سنیں گے اور وعدہ کرتے ہیں کہ مان لیں گے!"
سعید نے عرض کیا، فلسفہ اور سیاست کی باتیں کچھ مردوں کو زیب دیتی ہیں عورت کا شمار جنس لطیف میں ہوتا ہے، وہ رعنائی اور نزاکت کا پیکر ہے، وہ حسن ہے جمال ہے، خوب صورتی ہے وہ فلسفہ اور سیاست پر بحث کرنے کے لئے نہیں پیدا ہوئی ہے اس کی تخلیق نغمہ کے لئے ہوئی ہے وہ گانے کے لئے پیدا کی گئی، عابدہ کو حکم ہو کہ وہ گائے اور اپنی جاں فزا ترانہ سنجیوں سے عالی جاہ کے دل میں ——"
امیر المومنین الناصر نے سعید کا مطلب سمجھ لیا، وہ مسکرائے اور انھوں نے فرمایا
" تم ٹھیک کہتے ہو، اب گفتگو کا یہ سلسلہ بند ہوتا ہے —— عابدہ کوئی گیت سناؤ، تمہارے گانے کی ہم نے بہت تعریف سنی ہے!"
سعید نے عابدہ سے پہلے جواب دیا " عالی جاہ —— عابدہ کو بغداد کے راگ آتے ہیں اور کوئی شبہ نہیں کہ اس میں وہ اپنا نظیر و مثیل نہیں رکھتی!"
الناصر نے اشتیاق آمیز لہجے میں جواب دیا۔
" ہاں ہم وہی سننا چاہتے ہیں ہمیں وہاں کے گویوں کے ایجاد کئے ہوئے راگ بہت پسند ہیں"
سعید:۔ لیکن غلام کی ایک استدعا اور تھی!
الناصر:۔ تو کہتے کیوں نہیں؟
سعید:۔ عابدہ کے کمال فن کا صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا جب تک اس کا کوئی حریف بھی میدان میں نہ ہو"

الناصر:- کیا مطلب؟ ——— ہم تمہارا مقصد نہیں سمجھے؟

سعید:- امیر المومنین غلام یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ بغداد کے گویوں نے جو راگ ایجاد کئے ہیں ان کا صحیح لطف نہیں آسکتا جب تک ہم اندلس کے نغمے بھی نہ سُن لیں!

جب ہی صحیح اندازہ ہوسکتا ہے جب ہی صحیح موازنہ ہوسکتا ہے،

سعید کو یہ بات معلوم تھی کہ زہرا اُندلس کے نغموں کی ماہر ہے، اس کا تیر ٹھیک نشانہ پر بیٹھا، اس تجویز سے خلیفہ بہت محظوظ ہوا، اس نے کہا۔

"ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے!"

پھر اس نے دستک دی فوراً ایک خواجہ سرا نمودار ہوا اور گردن جھکا کر اپنے آقا کے سامنے دست بستہ اور مودب کھڑا ہوگیا، الناصر نے اس کے کان میں کچھ کہا، وہ فوراً رخصت ہوکر پردہ کے اندر چلا گیا سعید نے سمجھ لیا خلیفہ نے زہرہ کو پیام بھجوایا ہے کہ وہ گائے اور اندلسی طرز کا گانا سنائے فوراً ہی سازوں اور باجوں کا پردہ کے پیچھے ڈھیر لگ گیا اور ذرا دیر میں وہاں سے ایک گیت شروع ہوگیا ——— یہ زہرہ گا رہی تھی، واقعی زہرہ گانے کے فن میں اپنا جواب نہیں رکھتی تھی، اس کا گلہ ایسا رسیلا اور اس کی تانیں ایسی دلکش تھیں کہ سعید کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اور عابدہ کو پسینہ آگیا خلیفہ پر وجد اور محویت کا ایسا عالم طاری تھا کہ معلوم ہوتا تھا وہ مدہوش اور بیہوش ہوا جارہا ہے اس خلوت گاہ میں جو خواجہ سرا موجود تھے، جو لونڈیاں حاضر تھیں ان پر بھی محویت کا عجیب و غریب عالم طاری تھا!

زہرا خاموش ہوگئی۔

لیکن اس کی خاموشی کے بعد بھی بڑی دیر تک ایک سناٹا سا چھایا رہا کسی میں تاب گفتگو نہ تھی کسی میں یارائے تکلم نہ تھا سب خاموش تھے سب دم بخود تھے، سب پر ایک

عجیب کیفیت استغراق اور مدہوشی کی طاری تھی۔

آخر جب بڑی دیر گزر گئی تو خلیفہ نے عابدہ سے کہا۔

"اب تمہاری باری ہے!"

عابدہ کافی حسین تھی اس نے سوچا اگر میں فوراً گانا شروع کر دیتی ہوں تو زہرا نے جو طلسم اپنی موسیقی سے قائم کر دیا ہے، اسے نہ توڑ سکوں گی، میری توہین ہو گی، میں اپنا لوہا نہ منوا سکوں گی، اس نے ایک پوٹلی سی نکالی اس میں سے چند لکڑی کی کھپاچیں نکالیں اور انھیں ترتیب دے کر ایک چھوٹا سا باجہ بنا لیا الناصر بڑے تعجب سے یہ کاروائی دیکھ رہا تھا اس نے اس عجیب و غریب باجہ کو دیکھ کر عابدہ سے پوچھا،

"یہ کیا ہے؟"

سعید نے جواب دیا "یہ وہ باجہ ہے جسے سیف الدولہ کے حکیم ابونصر فارابی نے ایجاد کیا تھا میں نے اس کے ایک شاگرد سے سیکھا اور پھر عابدہ کو سکھا دیا!"

بڑی حیرت کے ساتھ خلیفہ نے دریافت کیا،

"کیا یہ وہ باجہ ہے جو قانون کہلاتا ہے"؟

سعید نے عرض کیا، "جی یہ وہی ہے اور اس باجہ سے جو راگ نکلیں گے وہ بھی اس کے ایجاد کئے ہوئے ہیں!"

الناصر۔ تو عابدہ موسیقی میں تمہاری شاگرد ہے؟

سعید۔ عالیجاہ کا خیال بالکل درست اور صحیح ہے!

الناصر۔ واقعی تم ہر فن مولا معلوم ہوتے ہو یاسر نے تمہاری جو تعریف کی تھی وہ غلط نہیں ہے"

سعید۔ غلام کو ان شفقت آمیز الفاظ پر فخر ہے!

الناصر:- اچھا تو اب یہ باجہ اپنا قفل خاموشی توڑ تا کیوں نہیں؟"۔

عابدہ مسکرائی اور اس نے بڑی تیزی کے ساتھ باجہ کو اپنی نازک انگلیوں کی گرفت میں لے لیا اور پھر واقعی اس کے اندر سے ایسے ایسے راگ نکلنے لگے جس محفل پر وجد اور سرخوشی کی عجیب کیفیت طاری کر دی خلیفہ کا یہ عالم تھا کہ بار بار نشست بدل رہا تھا کسی پہلو اسے قرار نہیں تھا جب عابدہ باجہ بجا چکی اور اس نے دیکھ لیا کہ زہرا کا جادو اتر چکا ہے تو اس نے گانا شروع کیا اور ایسا جی توڑ کے گائی کہ واقعی اس نے ایک سماں پیدا کر دیا باجہ سے خلیفہ اتنا متاثر نہیں ہوا تھا جتنا اس کی نغمہ سرائی سے متاثر نظر آتا تھا جب وہ ایک گیت ختم کر چکتی وہ دوسرے کی فرمائش کر دیتا۔ اس سے فارغ ہوتی تو تیسرے کا مطالبہ شروع ہو جاتا، عابدہ تھک کر چور ہو گئی تھی لیکن خود اس کا بھی جی چاہ رہا تھا کہ گاتی رہے۔ سعید کی ترکیب کامیاب ہوئی تھی، اس نے عابدہ اور زہرہ دونوں کے دل میں مقابلہ اور مسابقت کا وہ جذبہ پیدا کر دیا تھا جسے حسد کہتے ہیں، زہرا اپنا کمال دکھا چکی تھی، لیکن عابدہ اپنا کمال دکھانے پر تلی ہوئی تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا چاہے ساری رات بیت جائے لیکن وہ الناصر کی فرمائش رد نہیں کرے گی، جب وہ اشارہ کرے گا وہ گائے گی نئے نئے گیت سنائے گی، نئے نئے راگ پیش کرے گی، یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ ختم ہو گیا۔ سعید غور سے پردہ پر نظر جمائے ہوئے تھا۔ وہاں کوئی حرکت نہیں تھی، کوئی جنبش نہیں تھی کسی قسم کی آواز نہیں آ رہی تھی نہیں آ رہی تھی، ایک خاموشی سی طاری تھی اور سکوت سے وہ اندازہ لگا رہا تھا کہ اس کا وار خالی نہیں گیا زہرا خاموش تھی وہ عابدہ کی کامیابی پر دل ہی دل میں تلملا رہی ہے لیکن بے بس ہے کچھ نہیں کر سکتی محلس کو برخاست کرنا اس کے اختیار میں نہ تھا، خلیفہ کو محویت کے عالم سے نکالنا بھی اس کے اختیار میں نہ تھا۔ آخر جب بہت دیر ہو گئی اور سعید نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ عابدہ بہت زیادہ

تھک گئی ہے تو اس نے اشارہ سے اُسے منع کیا کہ اب نہ گائے وہ سعید کے اشاروں پر چلتی تھی، اس کا اشارہ پاکر یک بیک خاموش ہو گئی!

الناصر نے پوچھا "کیوں تم خاموش کیوں ہو گئیں؟"

عابدہ نے کوئی جواب نہ دیا سعید کی طرف دیکھنے لگی، الناصر نے سعید سے پوچھا "کیا تم نے منع کیا ہے؟"

سعید:- امیر المومنین یہ غلطی غلام سے سرزد ہوئی ہے!

الناصر:- لیکن کیوں؟ کیا تم دیکھ نہیں رہے تھے ہم کس طرح اس سحر موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں؟ کیا تم ہماری خوشی سے خوش نہیں ہوتے؟

سعید:- میرے آقا بات یہ ہے کہ آدھی رات سے زیادہ گذر چکی ہے!

الناصر:- تو اس سے کیا ہوتا ہے؟

سعید:- اب آرام فرمانے کا وقت ہے، آرام فرمائیے!

الناصر:- ہمارے آرام کی تم پرواہ نہ کرو جو لطف ہمیں عابدہ کی نغمہ سرائی سے آرہا ہے وہ شبستان عیش میں نہیں آسکتا، ہاں اگر خود عابدہ تھک گئی ہو تو دوسری بات ہے پھر ہم اصرار نہیں کریں گے!

سعید:- بجا ارشاد ہوا عابدہ بھی اب کافی مضمحل ہو چکی ہے وہ آپ کی لونڈی ہے، آپ ہی کے زیر سایہ رہ رہی ہے، وہ ہر وقت حاضر ہو سکتی ہے جب آقا کا حکم ہوگا وہ حاضر ہو جائے گی، جب اپنے آقا کا اشارہ پائے گی گانے لگے گی!

الناصر:- ہاں ٹھیک کہتے ہو تم ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے!

اتنے میں پردہ کے پیچھے کچھ جنبش سی ہوئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے بڑی تیزی کے

ساتھ لوٹی وہاں سے چل کر باہر چلا گیا، سعید نے آسانی سے سمجھ لیا کہ زہرا عابدہ کی اس پذیرائی کی تاب نہ لاسکی، خلیفہ نے اس کے بارے میں جو تعریفی الفاظ کہے ان سے مکدّر اور منغض ہو کر ہو کر بلکہ خلیفہ سے روٹھ کر وہ چلی گئی ہے! لیکن خلیفہ عابدہ کی ترنم ریزیوں سے اس درجہ متاثر تھا کہ اسے اس کا احساس بھی نہیں ہوا۔ زہرا پردہ کے پیچھے بیٹھی ہے یا چلی گئی؟

خلیفہ نے عابدہ کے گانے کی پھر تعریف شروع کر دی اور کہا،

الناصر:۔ ہمیں مسرت ہے کہ ایک ایسی نایاب اور یگانہ روزگار خاتون ہماری محلسرا میں ہے!

سعید:۔ امیر المومنین خاتون نہیں کنیز ——— عابدہ آپ کی ایک حقیر کنیز ہے!

الناصر:۔ وہ جو کچھ بھی ہے، ہمیں بہت عزیز ہے، ہم اس کی قدر کرتے ہیں، عزت کرتے ہیں!

سعید:۔ یہ عزت افزائی ہے امیر المومنین کی!

الناصر:۔ اچھا اب یہ مجلس برخاست ہونی چاہیئے ——— کل رات کو یہ مجلس جمے گی!

سعید:۔ زہے قسمت!

الناصر:۔ تم دونوں ہمارے نہایت معزز مہمان ہو، اگر کسی طرح کی تکلیف ہو تو ہمیں فوراً اطلاع دو!

سعید:۔ بھلا جنت میں بھی کسی کو تکلیف ہو سکتی ہے؟

۳۱

نئی سازش

دوسری رات!

محفل طرب جمی ہوئی تھی، عابدہ بلبل ہزار داستان کی طرح چہک رہی تھی، بیچ بیچ میں سعید بھی بول اٹھتا تھا، اور کوئی ایسی بات کہہ اٹھتا تھا جس سے اس کی ذہانت، وسعت معلومات اور قابلیت کا سکہ اور زیادہ جم جاتا تھا، خلیفہ خاموش سے ان دونوں کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ سعید تھوڑے تھوڑے وقفہ سے وہ بھی بات کے کسی پہلو پر اظہار خیال کرنے لگتا تھا، دفعتہً پردہ کو ایک جنبش سی ہوئی، پھر ایسا معلوم جیسے کوئی کھکھار رہا ہے کھکھار کی آواز سنتے ہی خلیفہ پر ایک اضطراب کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ اس کی انبساطی کیفیت ایک قسم کی دہشت سے بدل گئی، وہ اٹھ کھڑا ہوا، اور اس نے سعید اور عابدہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

کافی رات آگئی ہے، اب آپ لوگ جا سکتے ہیں!

یہ سنتے ہی عابدہ اور سعید نے اٹھ کر رخصتی سلام کیا، خلیفہ نے دستک دی، فوراً یاسر حاضر ہوا، اس سے فرمایا ہمارے ان دونوں عزیز مہمانوں کی راحت و آسائش کا پورا

خیال رکھا جائے، انھیں کسی طرح کی زحمت نہ ہو ورنہ تم ذمہ دار گردانے جاؤ گے!

خلیفہ یہ کہہ کر پردہ کے پیچھے چلا گیا۔ یاسر سعید اور عابدہ کو لے کر باہر آیا، باہر آکر اس نے سعید سے کہا،

آپ تو اپنی قیام گاہ سے واقف ہی ہیں تشریف لے چلیئے، میں عابدہ کو لے کر ان کی اقامت گاہ تک جاتا ہوں، اور اگر میری کوئی ضرورت ہو، تو انھیں پہنچا کر پھر آپ کے پاس ہو جاؤں گا،

سعید نے جواب دیا، نہیں، واپس آنے کی ضرورت نہیں، رات قریب الختم ہے، آپ شوق سے آرام کریں، انشا اللہ صبح ملاقات ہوگی۔

شب بخیر کہہ کر رخصت ہو گیا، سعید اپنی قیام گاہ میں پہنچا تو دیکھا جوہر موجود ہے اسے دیکھ وہ خوش ہو گیا۔

سعید:۔ خوب ہوا تم آگئے، میں اس وقت تم سے ملنے کے لئے بیقرار ہو رہا تھا،

جوہر:۔ مجھے اس کا اندازہ تھا میرے آقا!

سعید:۔ کہو تم نے کیا کہا؟

جوہر:۔ جو مجھے کرنا چاہیئے تھا، جس کی آپ نے ہدایت کی تھی!

سعید:۔ یعنی —— کچھ تفصیل بھی تو معلوم ہونی چاہیئے،

جوہر:۔ میں زہرا کے پاس ملازم ہو گیا۔

سعید:۔ (بیتاب ہو کر) اچھا تم اس کے پاس ملازم ہو گئے؟ کوئی رکاوٹ نہیں پیش آئی؟

جوہر:۔ جی نہیں ایک مشاق اور تجربہ کار خواجہ سرا ہر جگہ پہنچ سکتا ہے، اور جہاں پہنچے فوراً اپنا اعتبار اعتماد قائم کر لیتا ہے۔ جیسا میں نے کیا "

سعید:۔ تم وہاں پہنچ بھی گئے اور اعتبار و اعتماد بھی قائم کر لیا؟

جوہر:۔ آپ کی دعا سے!

سعید:۔ تو بس پھر سارا ماجرا ایک سانس میں سنا ڈالو!

جوہر:۔ میں زہرہ کے پاس گیا اور اسے عابدہ کے خلاف خوب بھڑکایا!

سعید:۔ کمال کر دیا!

جوہر:۔ میں نے اس طرح اسے شیشہ میں اُتارا کہ جب وہ پس پردہ عابدہ کا گانا سننے کے لئے آئی ہے تو میں اس کے ساتھ تھا!

سعید:۔ (خوش ہو کر) غضب کے آدمی ہو تم بھی، واقعی یہ تو معجزہ ہے!

جوہر:۔ اور جب عابدہ نے گانا گایا تو میرے پیش کردہ پس منظر کی روشنی میں وہ بہت متاثر ہوئی اس کا بس نہیں تھا ورنہ اسی وقت عابدہ کی لاش پھڑکتی ہوئی نظر آتی،

سعید:۔ (بہت زیادہ خوش ہو کر) اللہ رے انسان آخر کیا ہے تو؟

جوہر:۔ پھر جب خلیفہ گانا سننے میں مدہوش تھا، میں نے اس سے کہا عابدہ کند ذہن ہے تم ذہین ہو، اگر چاہو تو موسیقی میں اور خاص طور پر بغداد کے راگوں میں کمال حاصل کر سکتی ہو،

سعید:۔ اچھا تم نے یہ بھی کہہ دیا،

جوہر:۔ بے شک —— آپ کی ہدایت جو تھی!

سعید:۔ اچھا اچھا، پھر اس نے کیا کہا؟

جوہر:۔ وہ کہنے لگی، یہ میری توہین ہے میں ایک معمولی عورت کی ریس میں گانا نہیں سیکھ سکتی!

سعید:۔ پھر تم نے کیا کہا؟

جوہر:۔ میں نے عرض کیا اگر تم ایسا نہیں کر سکتیں تو سمجھ لو تو پھر لونڈی کی لونڈی رہ جاؤ گی

عابدہ تمہاری جگہ پر قبضہ کرلے گی، مردوں کی آنکھ بدلتے دیر نہیں لگتی، ان کا دل بہت جلد سیر ہو جاتا ہے، عورتوں کا عروج عارضی ہوتا ہے، آج تم ہو کل عابدہ آجائے گی۔ پرسوں کوئی اس کی جگہ لے لے گا۔ لیکن اگر تم خلیفہ کو اپنے حسن اور اپنے ناز و انداز کے علاوہ اپنے فن سے اپنی نغمہ سنجیوں سے، اپنی ترنم ریزیوں سے بھی قابو میں کرلو تو وہ تا زندگی بندۂ بے دام بنا رہے گا!

سعید:۔ بہت خوب، شاد باش، پھر؟

جوہر:۔ میں نے کہا، صرف یہی ایک ترکیب ایسی ہے کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہ سکتی ہو، ورنہ نہیں،

سعید:۔ پھر اس نے کیا کہا؟ وہ کیا بولی؟ یہ بھی تو کہو خدا کے بندے!

جوہر:۔ بات اس کی سمجھ میں آگئی کہنے لگی، لیکن بغداد کے گوّے، یہاں قرطبہ میں کیوں ملنے لگے،

سعید:۔ آخر آگئی راہ پر؟

جوہر:۔ جی ——— میں نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہے، عابدہ کا استاد سعید موجود ہے خلیفہ سے کہہ کر اسے روک لیجئے، عبداللہ کے پاس واپس نہ جانے دیجئے اسی سے سیکھئے اور چند ہی روز میں عابدہ آپ کے سامنے کنویں جھانکنے لگے گی۔

سعید:۔ ہاں پھر؟

جوہر:۔ وہ کہنے لگی، مجھے کیوں سکھانے لگے عابدہ کے استاد اور اگر سکھائیں گے بھی تو اس طرح جی لگا کر کیوں سکھائیں گے جس طرح عابدہ کو سکھایا ہے!

سعید:۔ واقعی جوہر خوب راہ پر لائے، میں تمہاری تعریف نہیں کرسکتا،

جوہر :۔ میں نے عرض کیا آپ کا یہ خیال غلط ہے فن کار اپنے ذہین شاگردوں سے محبت کرتا ہے، ان پر جان چھڑکتا ہے انھیں سب کچھ بتا دیتا ہے، میں کہہ چکا ہوں عابدہ کند ذہن ہے بلید ہے، اگر وہ ذہین ہوتی تو واقعی اس کا جواب نہ ہوتا ایسے باکمال اُستاد سے برسوں کی ریاضت کے بعد صرف اتنا حاصل کر سکی ہے، اگر آپ نے سعید کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور اس نے آپ کی ذہانت محسوس کر لی تو عابدہ سے کہیں زیادہ آپ کو کامل اور اکمل بنا دے گا۔

سعید :۔ بہت ٹھیک پھر ؟

جوہر :۔ کہنے لگی لیکن وہ تو شہزادہ عبداللہ کے ملازم ہیں ،

سعید :۔ تم کہہ دیتے اس سے کیا ہوتا ہے۔ آپ کا حکم شہزادے صاحب بھی کسی طرح نہیں ٹال سکتے !

جوہر :۔ میں نے یہی کہا تو وہ کہنے لگی، میں خلیفہ سے ذکر کروں گی !

سعید :۔ لیکن اگر خلیفہ نے انکار کر دیا تو کیا ہو گا ؟

جوہر :۔ خلیفہ انکار نہیں کر سکتا۔ وہ اس سے بے نابانہ محبت کرتا ہے آپ نے دیکھا نہیں اس کی ذرا سی کھکھار پر کس طرح بے تاب ہو کر وہ اُٹھا تھا ؟

سعید :۔ تو تمہارا خیال ہے خلیفہ اس تجویز کو مان لے گا ؟

جوہر :۔ خیال نہیں یقین ہے ـــــ بس اب میں نے اپنا فرض ادا کر دیا، آپ اپنا فرض انجام دینے کے لئے تیار ہو جائیے !

سعید :۔ میں اپنے فرض کو خوب سمجھتا ہوں ـــــــــ لیکن اگر جیسا تم کہتے ہو خلیفہ رضامند ہو گیا اور مجھے روک لیا تو عابدہ کا کیا ہو گا ؟

سعید:۔ ہاں ــــــــ مجھ سے زیادہ اس کا یہاں رہنا ضروری ہے بغیر اس کے
سارا پروگرام تشنۂ تکمیل رہ جائے گا!

جوہر:۔ تو یہ کون سا ایسا مشکل کام ہے۔

سعید:۔ نہیں تم نہیں سمجھتے۔ یہ بڑا ٹیڑھا کام ہے میرے بارے میں تو خلیفہ عبداللہ
سے کہہ سکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے یہ میرے پاس رہے گا لیکن۔

جوہر:۔ اور عابدہ کے بارے میں بھی فرمان چلا جائے گا!

سعید:۔ لیکن خلیفہ نے عابدہ کے بارے میں عبداللہ سے وعدہ کیا تھا کہ چند روز میں
واپس کر دے گا،

جوہر:۔ ہاں لیکن یہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں عابدہ کے بارے میں بھی اسی طرح کا فرمان
چلا جائے گا!

سعید:۔ کیا تم زہرا سے اس بارے میں کچھ کہو گے؟

جوہر:۔ ہاں کہوں گا، اگر آپ ناکام ہوئے یعنی خلیفہ نے آپ کی بات نہ مانی اور عابدہ
کو واپس جانے کا حکم دیا تب، ورنہ کوئی ضرورت نہیں،

سعید:۔ ٹھیک ہے معقول بات ہے!

جوہر:۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے، مجھے زہرا نے اپنا خادم خاص بنا لیا ہے
میرا باقاعدہ تقرر ہو گیا ہے، حرم سرا میں مجھے اپنی ڈیوڑھی پر ہر وقت موجود
رہنا چاہیئے جب ضرورت سمجھوں گا، آپ سے نہیں آکر مل جایا کروں گا۔!

۳۴

یہ کیوں آیا؟

جوہر کے جانے کے بعد سعید گھوڑے بیچ کر سویا اور صبح دن چڑھے تک سوتا رہا، بیدار ہوا تو اس کا متوقع تھا کہ خلیفہ کے ہاں سے طلبی کا فرمان آتا ہو گا۔ لیکن نہ کوئی خواجہ سرا آیا تھا نہ دربان اس نے اٹھ کر غسل کیا، کپڑے بدلے اور ناشتہ کیا پھر اپنے دربان کو بلا کر اس سے کہا ہم سامنے کے باغ میں ذرا ٹہلنے جاتے ہیں یہاں بیکار بیٹھے بیٹھے طبیعت اکتا گئی ہے۔ اگر امیر المومنین کے ہاں سے طلبی کا فرمان لے کر کوئی آئے تو تم اسے باغ میں بھیج دینا یا خود آکر ہمیں بلا لے جانا، دربان نے کہا بہت اچھا آپ اطمینان سے تشریف لے جائیے اگر قصر خلافت سے آپ کی طلبی ہوئی تو فوراً اطلاع دیدی جائے گی۔ اس جواب سے مطمئن ہو کر باغ میں چلا گیا۔ اور وہاں ٹہلنے لگا، اس باغ میں خوشنما نہروں کا سلسلہ جاری تھا، یہ پانی سیسہ کی نالیوں کے ذریعے پہاڑوں سے لایا گیا تھا، چمن بندی بڑے خوش نطع طریقہ پر کی گئی تھی، طرح طرح کے درخت تھے، نہ جن کے نام سے وہ واقف تھا، نہ جن کی صورت سے وہ آشنا تھا کبھی اس کنج میں جا بیٹھتا، کبھی اس جھاڑی کے پاس چلا جاتا کبھی نہر کے مصفا اور شفاف پانی

بعد مرکزی دروازے کی طرف دیکھنے لگتا کہ کہیں کوئی مجھے بلانے کے لئے تو نہیں آرہا ہے؟ لیکن ہر مرتبہ ناکام لوٹ آتی،

بڑی دیر اسی طرح گذر گئی، اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خواجہ سرا کمر میں خنجر حمائل کئے باغ میں داخل ہوا وہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں آرہا تھا، جیسے چوری چھپے یہاں آیا تھا اور اسی طرح واپس جانا چاہتا ہے۔ سعید کو حیرت ہوئی کہ یہ کون شخص ہے اور کیوں یہاں آیا تھا۔ اب غور سے جو اس نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ سائر ہے۔ عبداللہ کا معتمد خواجہ سرا، اب تو سعید چوکنا ہوا کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس محل میں اس کا آنا اور یوں دبے پاؤں واپس جانا قطعاً کسی واقعہ کا پیش خیمہ ہے، لیکن وہ واقعہ کیا ہو سکتا ہے؟ پھر سعید نے سوچا میرا اور سائر کا آمنا سامنا مناسب نہیں، چنانچہ وہ ایک درخت کی اوٹ میں ہو گیا، سائر چونکہ دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنی فکر میں تھا۔ اس لئے اس کی نظر بھی سعید پر نہیں پڑی وہ چپ چاپ نکلا چلا گیا، اور سعید سوچنے لگا، آخر یہ راز کیا ہے؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا دربان آتا ہوا دکھائی دیا، اس نے کہا، ابھی ابھی امیر المومنین نے آپ کو طلب فرمایا ہے، تشریف لے چلئے۔ سعید اس کے ساتھ ہو لیا۔ دربان نے اسے یاسر کے دفتر میں پہنچا دیا۔ یاسر نے خوش آمدید کہا، اخلاق و تپاک سے ملا، پھر اسے لے کر قصر خلافت کی طرف روانہ ہو گیا راستہ میں وہ دروازہ پڑا جدھر سے اس نے سائر کو نکلتے دیکھا تھا، وہ اسی طرف بڑھا یاسر نے کہا حضرت آپ ادھر کہاں جا رہے ہیں، سعید نے انجان بن کر کہا، میں سمجھا تھا امیر المومنین قصر کے اس حصہ میں اقامت گزیں ہیں، یاسر نے کہا آپ غلط سمجھے تھے، سعید نے پوچھا پھر یہاں کون رہتا ہے جو کہ پہرے کا تو ادھر بڑا اہتمام نظر آتا ہے، یاسر نے بتایا

یہاں زہرہ رہتی ہے۔ اور پرندہ پر نہیں مار سکتا، اس طرف سعید نے کہا، واقعی بڑی غلطی کر گیا تھا میں، لیکن خدا نے بچا لیا، ورنہ جان کی خیر نہیں تھی، یاسر مسکرانے لگا۔ کیا ساتر یہاں آیا تھا؟ ——— اور اگر یہاں آیا تھا تو کیوں؟ اور یہاں نہیں آیا تھا تو پھر کہاں آیا تھا؟

یہی سوچتے سوچتے ایوان خلافت آگیا۔ جہاں امیر المومنین اس کا انتظار کر رہے تھے اس وقت بارگاہ اور غلامان ذی شان کا پورا طائفہ موجود تھا، لیکن سعید کے آتے ہی خلیفہ نے پہلو بدلا یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ ہمیں خلوت مطلوب ہے سب لوگ چلے جائیں چنانچہ سب چلے گئے، حتیٰ کہ یاسر بھی واپس چلا گیا، تخلیہ کے بعد الناصر نے سعید سے کہا۔

" ہمیں امید ہے رات تم نے بڑے آرام سے گذاری ہوگی!

سعید نے جواب دیا۔

" عالی جاہ یہ زندگی کی پہلی رات تھی جو غلام نے اس عافیت اور راحت سے گذاری۔"

الناصر:- یہ کیوں؟

سعید:- غم دنیا اور فکر روزگار نے کبھی سکون اور دل جمعی کی نعمت نہیں عطا کی!

الناصر:- اچھا ہم سمجھے، اب تم ہمارے پاس رہو گے۔ یہاں سے تمہیں باقاعدہ مشاہرہ ملے گا! ——— کیا تمہیں منظور ہے؟

سعید:- غلام کے لیۓ اس سے بڑھ کر خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ آقائے ولی نعمت کے زیر سایہ زندگی بسر کرے!

الناصر:- تو ہمیں سمجھ لینا چاہیئے کہ تمہیں یہ منظور ہے؟

سعید:- دل و جان سے میرے آقا!

الناصر:- لیکن تم نے یہ نہیں پوچھا تمہارے ذمہ کام کیا ہوگا؟

سعید:۔ یہ پوچھنے کی ضرورت ہے؟ غلام کا کام آقا کی اطاعت کرنا اس کے اشارۂ چشم پر چلنا اور اس کے احکام بجا لانا ہے سو جب تک زندہ ہوں یہ کام پوری وفاداری کے ساتھ انجام دیتا رہوں گا!

الناصر:۔ ماشا اللہ، جزاک اللہ، تمہارے جواب سے ہم خوش ہوں پھر بھی جو کام تم سے لینا چاہتے ہیں اسے سن لو!

سعید (ہمہ تن گوش ہو کر) ارشاد ——!

الناصر:۔ تمہارا کام یہ ہوگا کہ زہرا کو بغدادی گانا سکھاؤ، اسے نہ جانے کیوں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ بغدادی گانا سیکھئے اس کام کے لئے تم سے موزوں شخص ہمیں کوئی نظر نہیں آتا، امید ہے تم اپنے تئیں فرائض کو خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دو گے!

سعید:۔ انشا اللہ!

الناصر:۔ ایک بات تمہیں اور پیش نظر رکھنی چاہیئے، زہرا اس محل میں سب سے بڑی اور باعظمت ہستی ہے ——!

سعید:۔ میں جانتا ہوں میرے آقا میرا یہ فرض ہے کہ انھیں خوش رکھوں ان کے اشارۂ چشم کو سمجھوں ان کی مرضی کی پابندی کروں!

الناصر:۔ ہمارا یہی مطلب تھا —— اب تم جاؤ اور کل سے اپنا کام شروع کر دو!

۳۴

زہرا۔ کہاں؟

دوسرے دن سعید اس امر کا متوقع تھا کہ زہرہ کے ہاں سے طلبی ہوگی اور وہ اسے موسیقی کی تعلیم دینے جائے گا، یہ خیال کچھ ایسا خوش آیند تھا کہ محض اپنی اس خیال کی لذت نے اسے دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا، کہاں زہرا اور کہاں وہ؟ وہ حسن کا مجسمہ تھی رعنائی و زیبائی کا پیکر دل نواز۔ جمال و کمال کی تصویر گویا اس کے ناز و انداز میں قیامت جھانکتی تھی، اس کی عشوہ گری پر پیر فلک دونوں ہاتھوں سے دل تھام لیتا تھا، اس کے تبسم سے پھولوں نے مسکرانا سیکھا تھا، اس کی چشم سے گوں دیکھ کر نرگس نہلا اندھی ہو گئی تھی اس کے رنگ میں وہ شوخی تھی کہ نگاہ کا ٹھہرنا ناممکن تھا۔ اس میں سادگی کے باوجود کچھ ایسی پرکاری تھی کہ جو دیکھتا تھا، سربسجود ہو جانے کا دل چاہنے لگتا تھا۔ سعید یہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ اب زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگا، وہ زہرا کے سامنے بیٹھے گا، وہ اس کی آنکھوں کے سامنے موجود ہوگی، وہ اس سے باتیں کرے گا، اسے موسیقی کی تعلیم دے گا گھنٹوں اور پہروں اس کے حضور میں حاضر رہے گا، اور پھر ـــــــ؟

اسی خیال آرائی میں سارا دن گذر گیا!

آفتاب کی روشنی ختم ہو گئی اور چاند ستاروں کی فوج لے کر نمودار ہو گیا، سعید کی محویت اب تک قائم تھی۔ اب تک اس کی طبیعت بحال نہیں ہوئی تھی اور وہ سوچ رہا تھا۔ یہ ماجرا کیا ہے؟ کیا زہرہ نے ارادہ بدل دیا؟ کیا اب وہ گانا نہیں سیکھے گی؟

اتنے میں اسے جوہر آتا ہوا دکھائی دیا، اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے یقین ہو گیا کہ جوہر اسی لئے آرہا ہے کہ اسے اپنے ساتھ زہرا کے حضور میں لے جائے وہ جلدی سے تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ جانے کے لئے لیکن جوہر آیا اور چپ چاپ بیٹھ گیا اس نے چھوٹے منہ یہ بھی نہ پوچھا کہ کیا سوچ رہے ہو؟ اس نے یہ بھی نہ کہا کہ زہرا تمہیں بلا رہی ہے خود اس کے چہرے پر اس وقت انتشار اور اضطراب کی عجیب سی کیفیت نظر آرہی تھی!

سعید یہ دیکھ کر بے تاب ہو گیا اس نے کہا۔

"جوہر تم کیا سوچ رہے ہو؟

جوہر:- کچھ نہیں! کوئی بات نہیں!

سعید:- کیوں آئے ہو؟

جوہر:- یونہی آگیا!

سعید:- شاید تمہیں نہیں معلوم مجھے امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ زہرا کو بغدادی موسیقی کی تعلیم دوں!

جوہر:- خوب معلوم ہے!

سعید:- تو شاید زہرا سے ابھی امیر المومنین نے اس انتظام کے بارے میں ذکر نہیں فرمایا؟

جوہر:- میرے سامنے گفتگو ہو چکی ہے اس بارے میں!

سعید:- تو یقیناً تم مجھے لینے آئے ہو، زہرا نے بلایا ہو گا!

جوہر:- جی نہیں یہ بات تو نہیں!

سعید:- کیا زہرا آج گانا نہیں سیکھے گی؟

جوہر:- معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے!

سعید:- شاید کچھ طبیعت خراب ہو ان کی؟

جوہر:- جی نہیں ماشا اللہ بالکل صحیح اور تندرست ہیں!

سعید:- پھر کیا بات ہے؟

جوہر:- میں کیا عرض کر سکتا ہوں،

سعید:- کیا کر رہی ہیں اس وقت؟

جوہر:- وہ وہاں ہوں تو میں بتاؤں بھی!

سعید:- کیا مطلب؟ ——— وہ وہاں نہیں ہیں؟ شاید امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوں گی!

جوہر:- وہاں بھی نہیں ہیں!

سعید:- حمام کر رہی ہوں گی،!

جوہر:- وہ بالکل خالی پڑا بھائیں بھائیں کر رہا ہے!

سعید:- تو کیا زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا؟

جوہر:- آپ تو مجھ پر خفا ہو رہے ہیں اور میں خود اسی لیے آیا تھا کہ آپ سے پوچھوں یہ ماجرا کیا ہے؟ میری خود عقل حیران ہے!

سعید:- آج ان کے پاس کوئی آیا تھا؟

جوہر:- ایک خادم آیا تھا، جو ایک عورت کا ذکر کر رہا تھا جو آرائش گیسو کے فن میں ماہر ہے

سعید:- خادم ـــــ ؟ بھلا کس طرح کا تھا وہ؟

جوہر:- جیسے ہم سب ہیں!

سعید:- بڑے بے وقوف ہو بھائی ـــــــــ مطلب یہ ہے کہ وہ کمر میں خنجر لٹکائے ہوئے تھا؟

جوہر:- جی ہاں اچھی طرح یاد ہے مجھے!

سعید:- موٹا سا تھا؟

جوہر:- جی ہاں دوہرے بدن کا آدمی تھا،

سعید:- اس کا پرتلا سنہرا تھا؟

جوہر:- جی ہاں!

سعید:- بس تو میں سمجھ گیا۔ وہ سائر تھا!

جوہر:- سائر کون؟

سعید:- عبداللہ کا خادم ـــــ وہ اسی کے ساتھ گئی ہے؟

جوہر:- جی ہاں اسی کے ساتھ تشریف لے گئی ہیں!

سعید:- کدھر؟ کس طرف؟

جوہر:- بائیں باغ کی طرف!

سعید:- میرے ساتھ چلو اس طرف،

جوہر:- ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے!

سعید:- کیا تم میرا کہنا بھی نہ مانو گے؟

جوہر:۔ چلئے! ——— آپ سے سرتابی کر کے کہاں رہوں گا!

یہ لوگ چوروں کی دبے پاؤں باغیچہ میں پہنچے، وہاں کوئی نظر نہ آیا، ہاں ایک طرف کچھ روشنی نظر آئی، جو درختوں کی ایک جھاڑی سے چھن چھن کر آرہی تھی، سعید اور جوہر اسی طرف بڑھے، جب ذرا قریب پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ شہزادہ عبداللہ اور زہرا میں گھل مل کے باتیں ہو رہی ہیں ایک طرف سائرہ خاموش کھڑا ہے سائرہ اور عبداللہ اور زہرا کو دیکھ کر سعید کے ادسان خطا ہو گئے اس کے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی، اس کے پاؤں کلپنے لگے۔ ڈر اور دہشت کے مارے اس کا چہرہ سفید پڑ گیا اس نے سوچا اگر ان میں سے کسی کی نظر مجھ پر پڑ گئی تو میں زندہ واپس نہ جا سکوں گا، وہ الٹے پاؤں واپس ہوا اس کی آواز تھرا رہی تھی، اس نے جوہر سے پوچھا،

"یہ میں نے کیا دیکھا؟"

یہ لوگ اب پائیں باغ سے زہرا کی اقامت گاہ تک آ چکے تھے، یہاں یاسر ملا اس نے سعید کو دیکھتے ہی کہا۔

"آہا آپ ——— شاید زہرا کو موسیقی کی تعلیم دینے آئے ہوں گے؟

سعید۔ آیا تو اسی غرض سے تھا لیکن وہ یہاں ہیں ہی نہیں؟

یاسر:۔ یہاں سے وہ کہاں جا سکتی ہیں؟ خلیفہ کے پاس سے میں آرہا ہوں وہاں تو ہیں نہیں (جوہر سے) جا ادھر ادھر کسی کمرہ میں ہوں گی، بلا لا فوراً!

جوہر:۔ جی نہیں میں نے اچھی طرح دیکھ لیا وہ یہاں نہیں ہیں،

یاسر:۔ (پریشان ہو کر) پھر کہاں ہیں؟

جوہر:۔ (ہاتھ پکڑ کر) آپ تو میں دکھا سکتا ہوں، بتا نہیں سکتا بس چلے آئیے میرے

پیچھے پیچھے ؟

یاسر پیکرِ حیرت بنا اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور جو کچھ سعید نے دیکھا تھا اس نے بھی دیکھ لیا!

وہ غصہ سے ہونٹ چبانے لگا، اس نے کہا،

"اچھا یہ بات ہے ؟ ابھی سمجھے لیتا ہوں !"

سعید اور جوہر اپنی اپنی جگہ پر منتشر ہو گئے، اور یاسر سیدھا الناصر کی طرف روانہ ہوا، وہ زہرا سے جلتا تھا، اس لئے کہ وہ اسے حقیر سمجھتی تھی منہ نہیں لگاتی تھی، وہ زہرا زک دینا چاہتا تھا وہ اپنے احساس کمتری کا اس سے انتقام لینا چاہتا تھا، وہ اسے ذلیل کرنا چاہتا تھا، اسے سزا دینا چاہتا تھا، اس کی زندگی برباد کر دینا چاہتا تھا، وہ بھرا ہوا خلیفہ کے حضور میں پہنچا، یہ وقت اس کا خاص کاموں کے لئے وقف تھا، سرکاری کاغذات پر اسی وقت دستخط کرنا تھا خلافِ معمول اور خلافِ وقت یاسر کو دیکھ کر اس سے کہا۔

ناصر:- خیریت تو ہے اس وقت تم کیسے آ گئے ؟

یاسر:- (سر کھجاتے ہوئے) وہ سعید کو آپ نے زہرا کی تعلیم کے لئے مقرر کر دیا ہے ؟

ناصر:- ہاں ——— تمہیں اعتراض ہے کچھ ؟

یاسر:- بھلا غلام کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے، ——— وہ بڑی دیر سے ان کا انتظار کر رہے ہیں !

ناصر:- کس کا انتظار کر رہے ہیں زہرا کا ؟

یاسر:- جی انہی کا !

ناصر:- تو وہ کہاں ہے ؟ کیا اسے اطلاع نہیں دی گئی ؟

یاسر:- وہ اپنے کمرہ میں نہیں ہیں !

الناصر:- پھر کہاں ہیں ؟

یاسر:- کیا عرض کروں ؟

الناصر:- کوئی خاص بات ہے ؟

یاسر:- جی ہاں ـــ اس وقت میں نے انھیں عجیب حال میں دیکھا ہے ؟

الناصر:- (چیں بہ جبیں ہو کر) کس حال میں دیکھا ہے ؟

یاسر:- امیر المومنین الفاظ میرا ساتھ نہیں دیتے ؟

الناصر:- کیوں ؟ ـــ کیا وہ کسی گناہ کی مرتکب ہوئی ہے ؟ کیا مقصد ہے تمہارا ۔ ؟

یاسر:- میرے آقا میں کچھ نہیں عرض کر سکتا !

الناصر:- (گرج کر) تمہیں کہنا پڑے گا بتاؤ !

یاسر:- میرے آقا، میں معافی چاہتا ہوں !

الناصر:- نہیں تمہیں معافی نہیں مل سکتی تم چپ کیوں ہو ؟ جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہتے کیوں نہیں ؟

یاسر:- میں صرف ایک کام کر سکتا ہوں میرے ساتھ چلئے اور دیکھ لیجئے، بس اس سے زیادہ نہیں !

الناصر سخت حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے ؟ وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا، اور بغیر کچھ کہے سنے اس کے ساتھ ہو لیا، یاسر اسے باغیچہ میں لے گیا اور ایک چبوترہ پر لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں سے اس جھاڑی کا منظر صاف نظر آرہا تھا، الناصر نے دیکھا عبداللہ اور زہرا باتوں میں مصروف ہیں یہ منظر دیکھ کر وہ مشتعل ہو گیا۔ لیکن اس نے اپنی کیفیت پر قابو پا لیا فوراً واپس آگیا اور یاسر کو جھڑکتے ہوئے کہا،

"کم بخت یہ کون سی بات تھی عبداللہ میرا بیٹا ہے زہرا اس کی ماں کا درجہ رکھتی

یاسر نے اپنی زبان پر قابو رکھا لیکن زبان حال سے کہہ رہا تھا!

"لیکن پھر مجرموں کی طرح اس کنج میں بیٹھے کیوں باتیں کر رہے ہیں؟"

الناصر نے یہ بات سن لی اور اپنے کمرہ میں آگیا وہ اس وقت واقعی بہت بر

تھا۔ اس کا جی چاہتا تھا عبداللہ اور زہرا دونوں کی گردن اڑا دے، لیکن اس وق

مصلحت اسی میں نظر آئی کہ چپ رہے!

تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک غلام کو حکم دیا کہ جاؤ زہرہ کو بلا لاؤ، و

تھوڑی دیر میں واپس آیا اور اس نے کہا،

"وہ اپنے کمرہ میں آرام کر رہی ہیں اور فرماتی ہیں میرے سر میں درد ہو رہا

اس وقت نہیں آسکتی!

یہ جواب نیا نہ تھا، الناصر دیوانہ وار زہرہ کو چاہتا تھا، کبھی کبھی زہرہ نار

سے کام لیتے ہوئے اسے اسی طرح کے جوابات بھجوایا کرتی تھی، اور وہ مسکرا کر خام

ہو جاتا تھا، اور اس ادائے محبوبیت سے لطف لیا کرتا تھا دل ہی دل میں!

لیکن آج یہ جواب سن کر اس کا چہرہ دفور غضب سے تمتما اٹھا، اور غصہ

عالم میں زمین پر زور زور سے پاؤں پٹکتا ہوا زہرہ کے کمرے کی طرف روانہ ہو گیا

جیسے اس وقت وہ زہرہ کو ہرگز معاف نہیں کرے گا، اسے ٹکڑے ٹکڑے کر

گا، ہلاک کر دے گا!

۳۵

خلیفہ کا غصہ

زہرہ بڑی حسین تھی مخمور چشم، سحر طراز، الناصر اسے جان و دل سے چاہتا تھا، محبت بدگمان بھی ہوتی ہے۔ الناصر محسوس کیا کرتا تھا کہ وہ پاس بیٹھی ہے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی ہے اشعار سنا رہی ہے گانا گا رہی ہے دفعتہً کچھ سوچنے لگی، کھو گئی ایسا معلوم ہوا جیسے یہاں ہے ہی نہیں، خلیفہ اس کے اس رنگ کو ایک ادا سمجھتا تھا، اس ادا سے لطف لیا کرتا تھا آج اس کے دل میں پہلی مرتبہ یہ خیال آیا کہ زہرا کا باتیں کرتے کرتے کھو جانا کسی خیال میں غرق ہو جانا کچھ سوچنے لگنا کہیں اسی لیے تو نہیں تھا کہ وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے؟ اور وہ بھی میرے بیٹے عبداللہ سے!

یہ سوچتے ہی الناصر کا خون تیزی سے گردش کرنے لگا، اس کی نبض کی رفتار بہت زیادہ سریع ہو گئی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، اس نے زہرا کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ سر میں درد ہے وہ نہیں آسکتی، وہ غصہ سے بھرا ہوا اٹھا، اور اس کی طرف چلا!

اور وہاں زہرا جب باغ سے واپس آئی تو اسے معلوم ہو گیا کہ عبداللہ سے اس کی بات چیت ہو رہی تھی اسے الناصر نے دیکھ لیا، اس نے پروا بھی نہ کی، بناؤ سنگار کیا اور

قتالہ عالم بن کر بستر پر اوڑھ لپیٹ کر لیٹ گئی، خلیفہ کی طرف سے طلبی ہوئی تو اس نے درد سر کا عذر کر دیا، وہ ایک خوش رنگ چادر اوڑھے لیٹی تھی اس چادر پر سونے اور چاندی کا خوشنما کام کڑھا ہوا تھا تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ستارے نصب تھے ان ستاروں کے وسط میں چاند کڑھا ہوا تھا جو بہت خوبصورت لگ رہا تھا اور اس کے نیچے کچھ اشعار کڑھے ہوئے تھے،

"اس کی محبت نے،

مجھے ہر حاجت سے بے نیاز کر دیا ہے،

میری خطا کاری کو،

اس کا لطف و کرم ڈھانپ لیتا ہے،

میری حسرتیں،

اس کی عنایت سے پوری ہوں گی،

وہ اگر کبھی خفا بھی ہو،

تو اس کی خفگی دیرپا نہیں ہوتی ——— !"

کمرہ میں عود و عنبر سلگ رہا تھا۔ ایک عجیب رومان پرور کیفیت طاری تھی اس وقت سارے کمرے پر!

خلیفہ جیسے ہی کمرہ میں داخل ہوا زہرا اٹھ بیٹھی وہ آگے بڑھی اور حسب معمول اس نے الناصر کے ہاتھ کو بوسہ دینا چاہا، لیکن وہ بھرا ہوا تھا، اس نے ایک جھٹکے میں ہاتھ چھڑا لیا اور چلتا رہا، یہاں تک کہ آکر صدر میں بیٹھ گیا، زہرا آکر سامنے کھڑی ہو گئی۔

دونوں خاموش تھے! کچھ دیر کے بعد زہرا نے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا،

زہرا: میں دیکھ رہی ہوں آج امیر المومنین کچھ خاموش سے کچھ برہم سے نظر آرہے ہیں!

الناصر:- تم ٹھیک محسوس کر رہی ہو،

زہرا:- لیکن وجہ؟ سبب؟

الناصر:- تمہیں اتنا عقلمند ہونا چاہیئے کہ خود سمجھ لو،

زہرا:- مجھے اپنی بے وقوفی کا احساس ہے میں امیر المومنین سے محبت کرتی ہوں: وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں میں اب تک لطف و کرم کی عادی رہی ہوں، لہذا اسے تو پہچان سکتی ہوں لیکن برہمی اور خفگی سے مجھے کبھی آج کے سوا سابقہ نہیں پڑا، لہذا اسے نہیں سمجھ سکتی! ——— بتا دیجئے کیا بات ہے؟

الناصر:- نہیں میں کچھ نہیں کہوں گا تمہیں خود سمجھنا چاہیئے،!

زہرا:- میں عرض کر چکی کہ بے وقوف ہوں اڑتی چڑیا کا پہچاننا مجھے نہیں آتا، آپ بتا دیں گے تو کیا غضب ہو جائے گا،!

الناصر:- مجھے تمہاری جرأت پر حیرت ہے!

زہرا:- یہ جرأت آپ ہی کی محبت نے پیدا کی ہے میں ایک لونڈی ہوں مگر شہزادیوں اور رانیوں سے زیادہ عیش و مسرت کی زندگی بسر کرتی ہوں، وہ کون سی نعمت ہے جو مجھے حاصل نہیں،

الناصر:- کاش اس نعمت کی قدر کرنا بھی تم نے سیکھی ہوتی!

زہرا:- میرا رواں رواں شکر گذار ہے، ضرورت ہو تو اپنے آقا پر میں اپنی زندگی بھی قربان کر سکتی ہوں، جب چاہیئے تجربہ کر لیجئے،

الناصر:- زہرا ناز و نیاز اور لگاوٹ کی ان باتوں کا زمانہ گذر گیا،

زہرا:- آخر کیوں؟ ——— کیا میں آپ کی نظروں سے اتر گئی؟ کیا کسی اور نے

آپ کے دل پر قبضہ کر لیا ہے، کیا امیر المومنین بھی دوسرے مردوں کی طرح ہیں جو محبت کو عارضی اور وقتی چیز خیال کرتے ہیں؟ میں تو اس نعمت کو، اس محبت کو، اس التفات کو، اس قدر دانی کو لازوال اور دائمی سمجھتی تھی، !

الناصر:۔ یہ سب بیکار باتیں ہیں!

زہرا:۔ تو پھر کام کی کیا باتیں ہیں ؟

الناصر:۔ ہم نے تمہاری چوری پکڑ لی ،

زہرا:۔ یا اللہ خیر کون سی چوری کی ہے میں نے کس کی چوری کی ہے ؟ یہ کیسی نئی نئی باتیں سُن رہی ہوں ؟

الناصر:۔ آج ہم نے معلوم کر لیا کہ تم کبھی کبھی کھوئی کھوئی سی کیوں نظر آتی تھیں ؟

زہرا:۔ تو مجھے بھی بتا دیجئے !

الناصر:۔ (غصہ سے) تمہاری دیدہ دلیری حد سے بڑھتی جا رہی ہے !

زہرا:۔ مجھ سے اگر کوئی گستاخی ہوئی ہے تو اس کی معافی چاہتی ہوں !

الناصر:۔ بعض جرم ایسے ہوتے ہیں جو کبھی اور کسی حالت میں معاف نہیں کئے جا سکتے ،

زہرا:۔ یہ تو میں بھی مانتی ہوں، لیکن میرا جرم کیا ہے یہ بھی تو معلوم ہو؟ مجرم کو سزا اس وقت تک نہیں دی جاتی جب تک اس کا جرم نہ بتا دیا جائے، آپ سزا تو دے رہے ہیں، لیکن جرم نہیں بتاتے، یہ سلوک تو ایک معمولی آدمی کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیئے نہ کہ میرے ساتھ!

الناصر:۔ تم نے آج گانا سیکھا ؟

زہرا:۔ جی نہیں!

الناصر:۔ لیکن جب ایک بات طے ہو گئی تھی اور تمہاری ہی فرمائش سے طے ہوئی تھی تو پھر اس کی خلاف ورزی کیوں کی گئی؟

زہرا:۔ گانا سیکھنا نماز کی طرح فرض تو نہیں تھا کہ اگر نہ پڑھی تو گناہ ہوا،

الناصر:۔ یہ الگ بات ہے سوال کا جواب دو، گانا کیوں نہیں سیکھا،

زہرا:۔ فرصت نہیں تھی!

الناصر:۔ یہ آج معلوم ہوا کہ تم مشغول بھی رہتی ہو!

زہرا:۔ ایک بہت ضروری کام درپیش آگیا تھا!

الناصر:۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیئے وہ کون سا کام تھا!

زہرا:۔ یہ میں نہیں بتا سکتی!

الناصر:۔ (اس گستاخی سے برہم ہو کر) کیا تم میرے حکم سے سرتابی کروگی!

زہرا:۔ اتنی ہمت کہاں سے لا سکتی ہوں؟

الناصر:۔ تو وجہ بتاؤ، بتانا پڑے گا اس خلاف ورزی کا سبب ورنہ کہے دیتا ہوں اچھا نہیں ہوگا!

زہرا:۔ میں صرف یہ کہہ سکتی ہوں کہ جس کام میں آج منہمک رہی، وہ اس کام سے کہیں بہتر اور برتر تھا جس کی خلاف ورزی پر آپ خفا ہو رہے ہیں!

الناصر:۔ (سختی سے) سچ سچ بتاؤ تم اس کمرہ سے باہر کہاں گئی تھیں؟

زہرا:۔ میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی اور آپ جیسے آقائے ولی نعمت سے تو جھوٹ بولنا میں گناہ سمجھتی ہوں!

الناصر:۔ یہ غیر ضروری باتیں ہیں، ان باتوں کو چھوڑو، یہ بتاؤ تم کہاں تھیں؟ ہم یہاں آئے تھے مگر تم نہیں ملیں، آخر کیوں؟

زہرا :۔ میں شہزادہ عبداللہ کے ساتھ گئی تھی!

الناصر:۔ (تیوری چڑھا کر) کیوں؟ کہاں؟

زہرا :۔ ایک ضروری کام تھا!

الناصر:۔ لیکن وہ کام کیا تھا یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیئے!

زہرا :۔ یہ نہیں بتا سکتی!

الناصر:۔ (غصہ سے) وہی دیدہ دلیری، وہی خیرہ سری! میں ایک موقع پھر دیتا ہوں!

زہرا:۔ افسوس ہے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی!

الناصر:۔ یعنی تم اپنے انکار پر قائم ہو؟

زہرا :۔ یہی سمجھ لیجئے،!

الناصر:۔ نمک حرام، کمینی،

زہرا :۔ یہ پہلا دن ہے کہ میں نے اپنے لئے امیر المومنین کے منہ سے اس طرح کے الفاظ سنے ہیں کاش زمین پھٹ جاتی اور میں اس میں سما جاتی کاش آسمان پھٹ پڑتا، اور میری زندگی ختم ہو جاتی کاش ملک الموت آتا اور میری جان لے لیتا،!

الناصر بہر حال زہرا سے غیر معمولی محبت کرتا تھا، ان الفاظ نے اس کی سختی کو نرمی سے بدل دیا، اس نے دل میں سوچا واقعی میں نے زہرا کی توہین کی ہے لیکن پھر یہ سوچ کر دل کو مضبوط کر لیا کہ اس نے بھی میری توہین کی ہے، اس نے میرے ساتھ غداری کی ہے، اس نے میری محبت کا نہایت برا بدلہ دیا ہے، اس نے کسی اور کو نہیں خاص میرے بیٹے عبداللہ کو پھانسنے کی کوشش کی ہے، لیکن اس برہمی کی کیفیت کو دباتے ہوئے نرم لب و لہجہ میں خلیفہ نے زہرا سے کہا۔

الناصر:۔ لیکن یہ بھی تو سوچو تم نے میرے اعتماد کو متزلزل کر دیا تم نے میرے دل میں شکوک و شبہات اپنے طرز عمل سے پیدا کر دیئے، تم نے میری محبت کی بے قدری کی، تم نے میری محبت کی توہین کی کیا تمہیں ایسا کرنا چاہیئے تھا۔

زہرا:۔ آپ جو کچھ کہہ چکے ہیں اس سے بھی زیادہ کہہ لیجئے، لیکن یہ سب باتیں غلط ہیں، میں نے کچھ نہیں کیا۔ میں کبھی آپ سے خیانت نہیں کر سکتی، آخر آپ نے مجھے سمجھا کیا ہے؟

الناصر:۔ جو کچھ میں نے سمجھا ہے اسے میری زبان سے ادا کرانے کی کوشش نہ کرو۔

زہرا:۔ آخر آپ اس قدر کیوں برہم ہیں مجھ سے!

الناصر:۔ یہ تم اب تک نہیں سمجھ سکیں؟

زہرا:۔ میں جو کچھ سمجھ سکی ہوں وہ یہ ہے کہ میں عبداللہ کے ساتھ کیوں گئی؟ اس سے کیوں ملی؟ اس سے کیوں باتیں کیں؟

الناصر:۔ ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے کہ تم اس سے کیوں ملیں اس سے کیوں باتیں کیں اعتراض اس پر ہے کہ تم نے اس سے چھپ کر کیوں باتیں کیں؟ اس کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے کیوں گئیں؟ خود اسے کیوں نہ بلا لیا؟ کیا یہ حرکت کر کے تم نے میرے اعتماد کو دھکا نہیں پہنچایا؟ اور عبداللہ نے اس طرح کی حرکت کر کے اپنے تئیں عتاب کا مستحق نہیں بنا لیا؟

زہرا:۔ امیرالمومنین آپ مجھے جو چاہیں کہہ سکتے ہیں، جو سزا چاہیں دے سکتے ہیں، لیکن عبداللہ کا نام نہ لیجئے، اس کی کوئی خطا نہیں ہے!

الناصر:۔ میں دونوں سے خوش ہو سکتا ہوں، اگر مجھے بتا دیا جائے کہ بات کیا تھی؟

زہرا:۔ ضرور بتا دوں گی ———

الناصر۔ لیکن کب ؟ قیامت میں ؟

زہرا۔ ابھی نہیں !

الناصر۔ پھر کب ؟

زہرا۔ ابھی وقت نہیں آیا ہے !

الناصر۔ کب آئے گا وقت ؟

زہرا۔ جب آئے گا ایک ایک حرف بتا دوں گی اور مجھے یقین ہے پھر امیرالمومنین کی یہ برہمی دور ہو جائے گی یہ شکوک رفع ہو جائیں گے ان غلط فہمیوں کے بادل چھنٹ جائیں گے۔

الناصر۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ ایک غیر معین وقت تک ہم اس وقت کا انتظار کریں !

زہرا۔ میں یہی عرض کر سکتی ہوں !

الناصر۔ اس طرح ہمارے شکوک میں اضافہ ہو رہا ہے !

زہرا:۔ تو میری گردن اڑا دیجئے لیکن میں اس وقت تک کچھ نہیں بتاؤں گی !

الناصر۔ تمہیں اس کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ہم برہم ہیں تم سے ؟ ہم شک کر رہے ہیں تم پر ؟

زہرا:۔ بہت زیادہ ہے لیکن جب میری گذشتہ وفاداریاں اور جانثاریاں میری شفیع نہ بن سکیں تو میں کیا عرض کروں ؟ پھر میں اپنی صفائی میں کیا کہہ سکتی ہوں ؟ سوا اس کے کہ قسمت پر قانع اور شاکر ہو جاؤں اور جو کچھ خدا دکھائے وہ دیکھوں !

یہ باتیں زہرا نے کچھ ایسے تیور کے ساتھ کہیں کہ الناصر خاموش ہو گیا !

زہرا:۔ کیا آپ کی برہمی اب بھی قائم ہے ؟

الناصر:۔ ہاں ہے !

زہرا:- میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ جب سے میں آپ کے زیر سایہ زندگی گزار رہی ہوں کیا آج تک کبھی کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس نے آپ کو مجھ سے مشکوک کیا ہو؟

الناصر:- نہیں، کبھی نہیں!

زہرا:- تو کیا اس کی مستحق بھی نہیں ہوں کہ چند روز آپ مجھ پر اعتبار کر لیں اور جو کچھ میں فی الحال نہیں بتانا چاہتی اُسے نہ پوچھیں؟

الناصر:- اچھا ایک بات کا جواب دو،

زہرہ:- ارشاد!

الناصر:- کیا تم عبداللہ سے محبت کرتی ہو؟

زہرا:- ضرور کرتی ہوں!

الناصر (تیوری چڑھا کر) اس کا اعتراف ہے تمہیں؟

زہرا:- امیرالمومنین آپ کیسی بات پوچھ رہے ہیں؟ کیا عبداللہ آپ کا لڑکا نہیں ہے؟ کیا آپ اس سے محبت نہیں کرتے ہیں؟ کیا مجھے اس سے محبت نہیں کرنی چاہئے؟

یہ الفاظ سنکر الناصر کچھ خفیف ہو گیا۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس نے کہا۔

الناصر:- ہم اب جانتے ہیں، ہمارا دل اب تک تم سے صاف نہیں، ہمارے شکوک دور کرنے میں تم ناکام رہی ہو!

زہرا! کاش ایسا نہ ہوتا!

الناصر نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہ اپنے ایوان زمردیں کی طرف روانہ ہو گیا اس نے سمجھ لیا زہرا سے جو کچھ میں پوچھ رہا ہوں، موقت ہرگز نہیں بتائے گی عورتیں ویسے ہی ضدی ہوتی ہیں نہ کہ زہرا، بہتر یہی ہے کہ اس گفتگو کو پھر کسی وقت کیلئے اٹھا رکھا جائے ـــ اور کیوں نہ سعید سے اس گتھی کو حل کرایا جائے اس میں جہاں اور بہت سی خصوصیتیں ہیں یہ خصوصیت بھی تو ہے کہ بہت بڑا منجم اور رمال ہے جو بات زہرا کے دل میں ہے وہ سعید کی زبان پر ہو گی! ـــ

۳۶

سسکیاں!

خلیفہ الناصر کے جانے کے بعد زہرا اپنے کمرہ میں واپس آ گئی، خادمہ نے آکر عرض کیا

"دستر خوان بچھا دیا گیا ہے تشریف لے چلئے!"

وہ بولی، اتنی رات گئے میں کھانا نہیں کھاتی بھوک لگی تو تھی لیکن مر گئی، تم کھالو، میں سوؤں گی!

خادمہ نے جو ایک بوڑھی عورت تھی، بہت اصرار کیا لیکن زہرا نے ایک نہ مانی، آخر وہ بستر کر کے کھانا کھانے چلی گئی، واپس آئی تو اپنی مالکہ کے پائنتیوں لیٹ گئی، لیکن اس نے محسوس کیا کہ زہرا سو نہیں رہی ہے کروٹیں بدل رہی ہے، جی چاہا نیند نہ آنے کا سبب دریافت کرے لیکن ہمت نہ پڑی پھر تھوڑی دیر میں اس نے محسوس کیا۔ زہرا رو رہی ہے سسکیوں کا ایک سلسلہ جاری ہے جو کسی طرح ختم ہونے ہی میں نہیں آتا، اب تو وہ ضبط نہ کر سکی اٹھ بیٹھی اور اس نے کہا

خادمہ:۔ آپ رو کیوں رہی ہیں؟

زہرا:۔ میں تو نہیں روتی!

خادمہ:۔ بیٹی مجھ سے کیوں چھپاتی ہو؟ میرے بال کچھ دھوپ میں تو سفید نہیں ہوئے!

زہرا:۔ مجھے تمہاری باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے!

خادمہ:۔ میری بچی کسی کو شریکِ غم بنا لینے سے غم کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے تم ہی میری لڑکی بھی ہو، اور میری آقا بھی!

زہرا:۔ (ان باتوں سے متاثر ہو کر) لیکن خالہ کوئی بات بھی تو ہو!

خادمہ:۔ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے۔

زہرا:۔ امیر المومنین آج خفا ہو گئے مجھ سے؟

خادمہ:۔ ارے یہ کیوں؟

زہرا:۔ بس ہو گئے، امیر المومنین جو ٹھہرے!

خادمہ:۔ لیکن خفا ہو کر جائیں گے کہاں؟ انھیں زہرا جیسی حسین و جمیل صورت ملے گی کہاں! آج خفا ہیں دیکھ لینا کل خوش ہو جائیں گے!

زہرا:۔ دیکھ لینا ایسا نہیں ہو گا!

خادمہ:۔ واہ ہو گا کیسے نہیں!

زہرا:۔ میں نے امیر المومنین کے تیور دیکھے تھے!

خادمہ:۔ آخر بات کیا ہوئی؟

زہرا:۔ وہ مجھ سے بدظن ہیں، بدگمان ہیں!

خادمہ:۔ تم سے؟ تم جیسی پاک دامن سے؟ تعجب!

زہرا:۔ ہاں مجھی سے،

خادمہ:۔ آخر کہہ کیا رہے تھے؟

زہرا:۔ تم نے دیکھا ہو گا کبھی کبھی میں باتیں کرتے کرتے کچھ سوچنے لگتی ہوں!

خادمہ:۔ ہاں بارہا دیکھا ہے اور اس ادا پر پیار بھی آیا ہے!

زہرا:۔ یہی امیرالمومنین کے سامنے بھی کبھی کبھی ہو جاتا ہے!

خادمہ:۔ تو اسی پہ خفا ہو گئے؟

زہرا:۔ ہاں — ان کا خیال ہے کہ میں کسی کی محبت میں گرفتار ہوں، آہ میرا وہ پیارا بھائی جو مجھ سے بچھڑ گیا اور اب شاید میں کبھی اسے نہ دیکھ سکوں گی!

خادمہ:۔ (حیرت سے) تمہارا کوئی بھائی بھی تھا؟

زہرا:۔ ہاں ایک بھائی تھا بڑا پیارا، بڑا ہنس مکھ!

خادمہ:۔ تو کیا ہوا وہ؟

زہرا:۔ کہہ تو رہی ہوں بچھڑ گیا!

خادمہ:۔ لیکن میری بچی کیسے؟

زہرا:۔ قسمت سے — وہی جب یاد آجاتا ہے تو میں نہ جانے کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہوں پھر میں اپنے ہوش میں نہیں رہتی!

خادمہ:۔ وہ تو ہوا ہی چاہیے، لیکن مجھے تو یہ آج ہی معلوم ہوا،

زہرا:۔ ہاں — میری کہانی کون سی ایسی دل خوش کن ہے کہ سب کو سناتی پھروں؟

خادمہ:۔ لیکن آج تو میں سُن کر رہوں گی۔

زہرا:۔ نہیں اس سے کچھ حاصل نہیں پرانے زخم تازہ ہو جائیں گے!

خادمہ:۔ وہ تو ہو چکے!

زہرا:۔ لیکن اس سے فائدہ؟

خادمہ:۔ جی بہلے گا، ممکن ہے میں تمہارے بھائی کو تلاش کرنے میں مدد دے سکوں!

۳۷

زہرا کی کہانی

خادمہ کی بات زہرا کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے اپنی درد بھری داستان یوں شروع کی!"میرا گھر کوہ صنعا پر تھا ہم پہاڑی لوگ بڑے جفاکش اور محنت کوش ہوتے ہیں۔ ہمارا گھرانہ ایک متوسط الحال آدمی کا گھرانہ تھا باپ جنگل میں کام کرتا تھا، ماں گھر سنبھالتی تھی میں اور میرا چھوٹا بھائی آپس میں بہت محبت کرتے تھے اس لیے ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے تھے ہم لکڑیاں چننے کے لیے دور دور نکل جاتے تھے کبھی ندی نالوں کے غوطے لگاتے کبھی وادیوں کی سیر کرتے کبھی سبزے کو مسلتے اور روندتے دوڑ لگاتے کبھی مرغابیوں کا شکار ڈھیلوں سے کرنے کی کوشش کرتے ہنستے کھیلتے گھر سے نکلتے، اور ہنستے کھیلتے گھر واپس آتے! وہ پہاڑ کی زندگی وہ بل کھاتی ہوئی ندیاں وہ شور مچاتے ہوئے چشمے وہ بھیڑ بکری کے ریوڑ وہ بڑے بڑے فلک فرسا درخت وہ پھلوں اور پھولوں کی کثرت جدھر نکل جاتے ایک نیا مزہ آتا۔ آہ اب وہ زمانہ کہاں واپس آ سکتا ہے اس کی یاد باقی رہ گئی ہے اور یہ یاد جب ستاتی ہے تو کلیجہ سے ہوک اٹھنے لگتی ہے!

خادمہ نے اس وقت تک خاموشی سے یہ باتیں سنی تھیں اب اس نے بھی کچھ بولنے کی ضرورت

محسوس کی اور کہا' ہاں بڑا ناز مانہ بڑا ظالم ہوتا ہے وہ جب یاد آتا ہے تو کلیجہ میں تیر بن کر لگتا ہے!
زہرا نے سنی اَن سنی کرتے ہوئے اپنی کہانی کا سلسلہ جاری رکھا'

ایک روز اسی طرح ہم دونوں بھائی بہن جنگل سے گھومتے گھامتے واپس آرہے تھے شام ہوچکی تھی لیکن آج کی شام نہ جانے کیوں بھیانک معلوم ہورہی تھی میں نے بھائی سے کہا "جلدی چلو شام ہوگئی ہے اور جیسے جیسے اندھیرا بڑھتا جاتا ہے میرا دل ہول رہا ہے نہ جانے کیوں ڈر لگ رہا ہے"!

وہ ہنسنے لگا' "تم تو بالکل ہو خواہ مخواہ ڈر رہی ہو ہم اکثر شام کو جاتے ہیں کبھی کچھ نہیں ہوا۔ آج بھی کچھ نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ پھر کھیل کود میں مشغول ہوگیا! جب تاریکی اور زیادہ بڑھ گئی تو میں نے کہا "اگر تم نہیں چلو گے تو میں اکیلی جاتی ہوں!" وہ پھر ہنسنے لگا اس نے کہا۔

جا چکیں اکیلی' میرے ساتھ جاتے تو ڈر رہی ہو بھلا تنہا کس طرح جاؤ گی؟ اگر راستہ میں کسی نے پکڑ لیا تو کیا کرو گی؟ یہ باتیں سن کر میں اور زیادہ سہم گئی میں نے کہا۔

"خدا کے لئے اب چلو ورنہ میں رونے لگوں گی!" یہ حربہ کارگر ہوا وہ میرا رونا کسی طرح نہیں دیکھ سکتا تھا' کہنے لگا' "اچھا چلو"

ہم گھر کی طرف چل پڑے راستہ سنسان تھا اور رات کی تاریکی بہت زیادہ بڑھ گئی تھی آج کچھ موسم بھی خراب تھا دوپہر ہی سے بادل آئے تھے اور اس وقت تو گویا گھنگھور گھٹا گھری کھڑی تھی! تھوڑی دور چلنے کے بعد گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی تھا دوڑ گئی میں نے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "کوئی آرہا ہے؟" وہ بھی سہم گیا تھا اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔" ہاں ــــ کوئی سوار معلوم ہوتا ہے نہ جانے کون ہے؟"

اتنے میں ہم نے دیکھا سامنے سے ایک نہیں بلکہ کئی سوار چلے آرہے ہیں ہم دونوں بھائی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے چپ چاپ راستہ چل رہے تھے جب وہ سوار قریب آئے تو گھوڑے سے اتر پڑے

ان میں سے ایک آدمی بڑھا اس نے ہم دونوں سے پوچھا "تم کون ہو؟" میں رونے لگی لیکن میرا بھائی ہمت کرکے بولا "ہم پاس کے گاؤں کے رہنے والے ہیں وہیں جارہے ہیں!" سوار نے قریب آکر میرا چہرہ دیکھا اور میرے بھائی کا چہرہ دیکھا پھر اپنے ساتھیوں سے کہا "بڑے خوش قسمت ہو یار بڑا اچھا تحفہ ہاتھ لگا ہے یہ لڑکی ہزاروں میں ایک ہے سال دو برس میں لاکھوں میں ایک ہوگی اس کے منہ مانگے دام ملیں گے اور یہ لڑکا بھی اچھے داموں بک جائے گا! پھر اس نے مجھ سے کہا "تمھیں ہمارے ساتھ چلنا ہے اگر تم نے انکار کیا یا شور مچایا یا چیخنے کی کوشش کی تو یاد رکھو یہ ہے میرے پاس!" یہ کہہ کر اس نے تلوار میان سے باہر نکالی اور کہا۔

ابھی تم دونوں کی گردن خاک پر لوٹتی نظر آئے گی!" میں اپنا مرنا گوارا کرسکتی تھی لیکن اپنے پیارے بھائی کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے نہیں دیکھ سکتی تھی! خادمہ بولی "ہاں سچ ہے بیٹی میرے تو آنسو نکلے چلے آرہے ہیں! پھر؟" زہرا بولی "میں نے کہا مجھے مار ڈالو لیکن میرے بھائی کو نہ مارو!" اس سوار نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"ہم سب سے پہلے اسی کی گردن ماریں گے اور اگر یہ چاہتی ہو کہ وہ زندہ رہے تو چپ چاپ چلی چلو!

میں راضی ہوگئی اس سوار نے مجھے اپنے ساتھ گھوڑے پر بٹھا لیا اور دوسرے نے میرے بھائی کو میرے پیارے بھائی کا چہرہ دہشت سے سفید ہو رہا تھا، میں نے اس کی یہ حالت دیکھی تو ڈھارس بندھائی لیکن وہ گم سم تھا کیا مجال ہے جو رویا ہو یا زبان سے کچھ کہا ہو۔ وہ سوار رات بھر چلتے رہے صبح ہوتے ایک شہر میں پہنچے جس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتی اس کا نام کیا ہے، وہاں دو دن رہے وہاں سے جہاز میں بیٹھ کر صقلیہ (سسلی) پہنچے جہاں عبیدی خاندان حکومت کرتا تھا وہاں ایک یہودی کے ہاتھ ہم دونوں کو منہ مانگے داموں فروخت کر ڈالا۔

۳۸

بپتا ـــــــ!

خادمہ کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے اور زہرا اپنی دکھ بھری کہانی ایک خاص سوز اور تاثر کے عالم میں کہے جا رہی تھی!

اب ہم غلام تھے! ـــــــ!

خادمہ نے کہا ''بیٹی وہ دور ختم ہو گیا اب تو تم ایک پورے ملک کی ملکہ ہو اب وہ دن کیوں یاد کرتی ہو؟''

زہرا نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔ ''خالہ تم نہیں سمجھ سکتیں، میری بپتا، میرا دکھ، میرا رنج!''

خادمہ بیٹی سمجھ سکتی ہوں سمجھ رہی ہوں لیکن میں تو یہ کہہ رہی تھی کہ خدا کا شکر کرو وہ دور ختم ہو گیا اب تم اس سے کہیں زیادہ بہتر حالت میں ہو!

زہرا۔ یہ تم نے کیسے جانا؟

خادمہ۔ بھلا سوچو تو سہی اگر تم وہیں رہتیں تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا کہ کسی کھاتے پیتے گھر میں کسی اچھے اور شریف آدمی کے ساتھ بیاہ دی جاتیں لیکن اب تو تم ایک ایسے شخص کی محبوبہ ہو جس نے تمھاری بادشاہت اپنے اوپر تسلیم کر لی ہے اور جو پورے ملک کا بادشاہ ہے جس کے قبضہ میں

خزانہ، عامو ہے جس کے رعب و دہشت سے سلاطین عالم کانپتے ہیں، جس کے جاہ و جلال کے آگے وقت کے بڑے بڑے گردن فراز ادب و احترام سے سر جھکاتے ہیں جس کے ایک اشارۂ چشم پر قوموں اور ملتوں کی تقدیر بدل جاتی ہے جس نے تمھیں سونے میں پیلا کر دیا ہے جس نے تمھارے سامنے ہیرے اور جواہرات کے ڈھیر لگا دیئے ہیں جس نے تمھیں پھولوں کی سیج عطا کی ہے، موتیوں کی مالاؤں سے تمھاری گردن پاٹ دی ہے جو تمھیں دیکھ دیکھ کر جیتا ہے، جس کی خوشی مسرت نشاط، طرب تم ہو، صرف تم'!

زہرا:۔ سچ کہتی ہو خالہ، لیکن دل پر گھر کے چھٹنے سے بھائی کے بچھڑنے سے جو زخم لگا ہے وہ اب تک تازہ ہے اور شاید وہ زندگی بھر یونہی ہرا رہے گا!

خادمہ:۔ اب بھی؟

زہرا:۔ ہاں ــــ جب میں پہلے پہل جزیرہ صقلیہ میں پہنچی تو وہاں خدا کی قدرت کا تماشہ نظر آگیا، شہر کی شان و شوکت، حسن و خوبی، آرائش و زیبائش دیکھ کر میں دنگ رہ گئی ایسے پرفضا کشش انگیز اور سحر طراز مناظر میری نظر سے کبھی نہ گذرے تھے کیونکہ میں ایک کوہستانی مقام کی رہنے والی تھی وہیں کے پہاڑوں، گھاٹیوں اور وادیوں میں میری پرورش ہوئی تھی جانور چرانا اور لکڑیاں چننا میرا بہترین مشغلہ تھا!

خادمہ:۔ وہ تو ہوا ہی چاہے، کہاں پہاڑ، کہاں شہر دونوں کی زندگی میں زمین و آسمان کا فرق ہے!

زہرا:۔ ہاں خالہ اور اس فرق کو میں آج تک محسوس کرتی ہوں کتنا پیارا زمانہ تھا وہ میں اور میرا بھائی جنگل میں جانور چرانے شام ہوتے ہوتے لکڑی کا گٹھر سر پر رکھ کر جانوروں کو ہنکاتے ہوئے گھر واپس آتے، ہنستے کھیلتے، شور کرتے، دند مچاتے، ماں راستہ دیکھ رہی ہوتی، باپ انتظار کر رہا ہوتا پھر کڑکڑاتی ہوئی سردی میں ہم لوگ ایک الاؤ کے گرد بیٹھ جاتے تاپتے جاتے اور کہانیاں

سنتے جاتے، ہماری جھونپڑی دھویں سے بھر جاتی آنکھوں میں آنسو بھر آتے لیکن خوشی اور مسرت تھی کہ پیچھا نہ چھوڑتی کسی طرح !

خادمہ۔ (متاثر ہوکر) ہاں سچ کہتی ہو بیٹی !

زہرا۔ کتنی سادہ تھی وہ زندگی ! معصومیت سے بھری ہوئی، شکر سے بھرپور، خوشی کا ایک نغمہ مسرت کا ایک طوفان !

خادمہ۔ لیکن وہ زندگی لاکھ سہانی ہو ایسی زندگی سے جو اب بسر کر رہی ہو اچھی نہیں ہو سکتی !

زہرا۔ خالہ غلط ---- یہ بات غلط ہے ! ہاں یہ سچ ہے کہ یہاں مجھے ہر طرح کا عیش و آرام میسر ہے، خلیفہ میرا عاشق ہے میں اسکی محبوبہ ہوں، جو چاہتی ہوں وہ ہو جاتا ہے، جو چاہوں وہ ہو سکتا ہے، یہ راحت یہ عیش جاودان، یہ سرور بے اندازہ، یہ تنعم، یہ عافیت یہ آرام، یہ بیش قیمت اور بے بہا زیور یہ قیمتی اور گراں مایہ قالین، یہ نرم گدے اور سب سے بڑھ کر یہ دنیاوی جنت قصر زہرا، بھلا ان چیزوں کا جواب ہو سکتا ہے کہیں ؟

خادمہ۔ وہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں میری بچی !

زہرا۔ لیکن ان سب چیزوں کو وہاں کی زندگی کے مقابلہ میں ہیچ اور کمتر سمجھتی ہوں !
---- ہائے اب وہ زمانہ کہاں، اب وہ آزادی کہاں، اب وہ نشاطِ سرمدی کہاں ؟ وہ سلگتی ہوئی لکڑیوں کے الاؤ کہاں ؟ وہ جانوروں کے ریوڑ کہاں ! وہ بے فکری کہاں وہ جاڑ کہاں ؟ وہ پہاڑ کہاں ؟ وہ وادی کہاں ؟ وہ چٹانیں کہاں ؟ وہ گھاٹیاں کہاں ؟
---- خالہ جب یہ باتیں یاد آجاتی ہیں تو دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے جیسے اندر ہی اندر کوئی کلیجہ مسلنے لگتا ہے !

خادمہ۔ لیکن اب نا ممکن تمنا سے حاصل کیا ؟ وہ دور ختم ہوگیا اب واپس نہیں آسکتا !

زہرا:۔ کاش میرا بھائی مجھے واپس مل جاتا میرے آنسو تھم جاتے اسے پا کر اُسے دیکھ کر!

خادمہ۔ اس سے ملنا بھی اب مشکل ہے!

زہرا:۔ خدا کے لئے ایسے بدفالی کے لفظ منہ سے نہ نکالو، خدا کرے وہ زندہ ہو، اللہ کرے

وہ مجھے مل جائے، خدا کی قدرت سے کچھ بھی بعید نہیں ہے!

خادمہ۔ تمہارا نام تو اب ساری دنیا میں مشہور ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو مل نہ جاتا آکر!

زہرا۔ نہیں یہ بات بھی نہیں، میرا اصلی نام زہرا نہیں، یہ نام تو یہاں آکر پڑا ہے میرا بھائی تو

وہی نام جانتا ہے جو تھا!

خادمہ۔ وہ کیا تھا؟

زہرا:۔ ضیا ـــــــ اور ٹھنڈی سانس لیکر اب اندھیرا اندھیرا چھایا ہوا ہے جس کے بچھڑنے سے

خادمہ۔ خدا کرے وہ مل جائے دل سے دعا کرتی ہوں!

زہرا:۔ آمین!

خادمہ۔ لیکن وہ بچھڑا کیسے؟

زہرا:۔ آہ کیا بتاؤں؟

خادمہ۔ کچھ تو کہو، درد کی کہانی کہنے سے دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے!

زہرا۔ جانتی ہوں، اسی لئے ایک سانس میں ساری کہانی سنا دی!

خادمہ۔ تو یہ بھی بتا دو وہ بچھڑا کس طرح؟

زہرا۔ ہائے وہ سماں نہیں بھولتا، کسی طرح نہیں بھولتا، اندھیری رات تھی ہماری
کشتی ڈگمگ ڈگ کرتی سمندر کے ہچکولے سہتی چلی جا رہی تھی کہ وہ میرا بھائی
میرا پیارا بھائی میرے پہلو سے پہلو ملائے بیٹھا تھا، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا

[illegible] سا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا کہ جبری قزاقوں نے ڈاکہ ڈالا، مجھے چھین لے گئے اور میرا بھائی وہیں رہ گیا وہ میرا ہاتھ پکڑ پکڑ کر زور لگا رہا تھا اور یہ ظالم اسے دھکے دے دے کر پیچھے ہٹا رہے تھے ——————— ——————— آہ اُف!

یہ کہہ کر زہرا بچوں کی طرح بلک بلک کر اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، خادمہ غریب کا خود یہ حال تھا کہ وہ زہرا سے زیادہ متاثر تھی، وہ بھی اس کے گلے میں باہیں ڈال کر رونے لگی! ——— رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ اور یہ دونوں گلے باہیں ڈالے رو رہی تھیں!

۳۹

وہ آدمی ــــــ!

بڑی دیر تک دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، پھر خادمہ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

خادمہ:۔ بیٹی صبر کرو!

زہرا:۔ خالہ صبر کے سوا اور کر بھی کیا سکتی ہوں! وہ تو کرنا ہی پڑے گا، کر ہی رہی ہوں ــــ!

خادمہ:۔ پھر تم یہاں کیسے پہنچ گئیں، امیرالمومنین الناصر کے محل میں؟

زہرا:۔ یہ بھی ایک لمبی داستان ہے!

خادمہ:۔ تو کہہ ڈالو نا، آخر نیند تو آنے سے رہی!

زہرا:۔ اب میں جن لوگوں کے قبضہ میں تھی، وہ سب مجھ پہ بہت مہربان تھے اور اس فکر میں تھے کہ مجھے کسی اچھی جگہ اچھے داموں پر بیچ دیں!

خادمہ:۔ اے ہے، یہ کم بخت بھی بردہ فروش تھے؟

زہرا :- جو چاہو سمجھ لو، میں کیا جانوں کون تھے ؟ ـــــــ انہی میں ایک شخص تھا، سلیمان، نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر مجھے وحشت سی ہونے لگتی تھی، وہ کچھ اس طرح للچائی ہوئی نظروں سے مجھے گھورا کرتا تھا، اس طرح گھس گھس کر میرے پاس بیٹھتا تھا کہ اسے دیکھ کر مجھے متلی سی ہونے لگتی تھی!

خادمہ :- آدمی کو دیکھ کر متلی ہونے لگتی تھی ؟

زہرا :- ہاں خالہ ـــــــ وہ جتنا جتنا مجھ سے گھلنے ملنے کی کوشش کرتا تھا۔ اتنا ہی اتنا میں اس سے متنفر اور بیزار ہوتی جاتی تھی،

خادمہ (ہنس کر) ہائے کیا گزرتی ہوگی بیچارے کے دل پر !

زہرا :- ایک دن اس نے کچھ بدتمیزی کی باتیں مجھ سے کرنا چاہیں !

خادمہ :- اتنا بڑھ گیا حوصلہ اس کا ؟

زہرا :- ہاں ـــــــ میں نے ڈانٹ دیا اور دوسرے جو لوگ تھے ان سے شکایت کر دی۔

خادمہ :- پھر تو خوب بنی ہوگی، !

زہرا :- ہاں خوب گت بنی بلکہ شاید پٹا بھی، !

خادمہ :- بہت اچھا ہوا،

زہرا :- لیکن وہ پھر میرا جانی دشمن ہوگیا !

خادمہ :- وہ تو ہونا ہی چاہیے، !

زہرا :- بلکہ ایک دن اس نے مجھے دھمکی بھی دی کہ وہ مجھے کہیں کا نہ رکھے گا ـــــــ ـــــــ اور ہاں یہی وہ بدبخت تھا جس نے میرے بھائی کو دھکے دے کر میرے ساتھ نہیں آنے دیا تھا، اسی کشتی میں دھکیل دیا تھا، اس لیے میں اور

زیادہ اس سے جلتی تھی، اور اس کی صورت دیکھ کر مجھے غصہ چڑھ آتا تھا!

خادمہ:- پھر تو تمہاری نفرت بالکل بجا تھی ——— اچھا تو اب دھمکی بھی دینے لگے حضرت؟

زہرا:- ہاں، لیکن میں بھی کب ماننے والی تھی، میں نے پھر شکایت کر دی اس مرتبہ پہلے سے زیادہ گت بنی، اور ان لوگوں نے اپنے گروہ سے اسے نکال دیا، اور کہا، اب اگر تو نے ادھر کا رُخ کبھی کیا تو ہم تیری ناک کاٹ لیں گے، یہ کہہ کر دو جوڑے کپڑے، اور چند روپے دے کر اسے چلتا کر دیا، جاتے وقت اس نے ان لوگوں سے کچھ نہ کہا، لیکن مجھ سے یہ کہتا گیا۔ تم نے مجھے اپنا دشمن بنا لیا ہے اور میں اپنے دشمن کو کبھی معاف نہیں کرتا، یاد رکھو ایسا انتقام لوں گا کہ عمر بھر یاد رکھو گی، ایسا تڑپا تڑپا کر ماروں گا کہ عبرت کا سامان بن جاؤ گی دوسروں کے لئے!

خادمہ:- اے واہ رے مردوے!

زہرا:- اتنے دنوں کے بعد پہلی مرتبہ مجھے سلیمان کی لاف زنی پر ہنسی آئی، میں جانتی تھی، اب یہ میرا کچھ نہیں کر سکتا، اب یہ یہاں قدم بھی نہیں رکھ سکتا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں کہ میرا بال بیکا کر سکے، لیکن دھمکی دیئے جا رہا ہے جیسے یہ سب کچھ کر سکتا ہے جیسے واقعی یہ میری زندگی غارت کر کے رکھ دے گا!

خادمہ:- کیا کہنے ہیں کا! ——— اچھا پھر کیا ہوا؟

زہرا:- سلیمان تو چلا گیا اور وہ لوگ میرے فروخت کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ مگر جب میرے منہ مانگے دام انھیں نہ ملے تو وہ مجھے لے کر قرطبہ میں آ گئے اور یہاں

مجھے نیلام پر چڑھا دیا۔ اتفاق سے امیر المومنین کے خواجہ سرا یاسر کی مجھ پر نظر پڑ گئی،
اس نے منہ مانگے داموں سے بھی زیادہ قیمت دے کر مجھے خرید لیا۔ اور امیر المومنین
کی خدمت میں پیش کر دیا، یہاں آ کر میری قسمت واقعی بدل گئی امیر المومنین نے اتنی
توجہ فرمائی کہ میں محسود بن گئی ایک دنیا مجھ سے رشک و حسد کرنے لگی، محل کا ایک
ایک ذرہ حسد کی آگ میں جلنے لگا، لیکن امیر المومنین کی محبت بڑھتی ہی گئی، سچ
کہتی ہوں خالہ: اگر بھائی کا غم مجھے نہ ہوتا تو واقعی امیر المومنین کے زیر سایہ میں
بڑے سکھ اور عیش کی زندگی بسر کرتی، لیکن کیا کروں وہ ہر وقت یاد آتا ہے اور
جب اسے یاد کرتے کرتے میں کھو جاتی ہوں تو امیر المومنین مجھ سے بدگمان ہو جاتے
ہیں، بھلا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظلم ہو سکتا ہے مجھ پر!

خادمہ: ہاں یہ تو سچ ہے لیکن امیر المومنین بھی قابل معافی ہیں، وہ بھلا ان تفصیلات
کو کیا جانیں، ...... یا جانتے ہیں سب کچھ؟

زہرا:۔ نہیں کچھ نہیں جانتے، وہ بھلا کیا جانیں!

خادمہ: انشا اللہ میں تمہارے بھائی کو ڈھونڈ کر رہوں گی!

زہرا:۔ بس وہ دن میرے لئے یوم عید ہو گا!

خادمہ:۔ اچھا ایک ترکیب کیوں نہ کرو؟

زہرا:۔ وہ کیا؟

خادمہ:۔ یہ تمہارے نئے استاد جو مقرر ہوئے ہیں گانا سکھانے کے لئے ......

زہرا:۔ کون سعید؟ ہاں تو ان سے کیا مطلب؟

خادمہ:۔ مجھے معلوم ہوا ہے، وہ بڑے اچھے نجومی بھی ہیں، کیوں نہ ان سے اپنے بھائی

کے بارے میں پوچھو ان سے، یقیناً نجوم کے زور سے سب کچھ بتا دیں گے!

زہرا:۔ (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں ترکیب تو اچھی ہے!

خادمہ:۔ میں نے سنا ہے سارے قرطبہ میں ان سے اچھا کوئی رمال اور نجومی نہیں ہے میرا دل گواہی دیتا ہے تمہارے بھائی کا پتہ ضرور مل جائے گا، اگر وہ زندہ ہوئے، !

زہرا:۔ پھر تم نے اگر کہا ———— وہ ضرور زندہ ہے۔ انشا اللہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا، بہر حال میں اس پر غور کر کے فیصلہ کروں گی، فوری طور پر

۴۰

ڈاک بیٹھ گئی!

جوہر نے آکر سعید کو وہ سارا ماجرا سنا دیا تھا، جو الناصر اور زہر کے مابین گزرا تھا۔ وہ
ردہ کے پیچھے کھڑا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے چند روز کی ملازمت میں زہرا پر اتنا اثر
مالیا تھا کہ وہ اسے اپنا معتمد ترین خادم گردانے لگی تھی، جب اس نے یہ ساری باتیں سن لیں تو اپنے
قا دمولا سعید کو جا کر بتا دیں، سعید سمجھ گیا کہ اب خلیفہ ضرور مجھے بلائے گا، اور میرے علم نجوم کی مدد سے
س واقعہ کی اصلیت اور ماہیت دریافت کریگا۔ یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا بستر پر لیٹا، اور آرام کی نیند
سو گیا جب سے وہ اس قصر میں آیا تھا آج پہلی مرتبہ اتنی گہری نیند آئی تھی اسے، !

صبح اٹھنے کے بعد وہ خلیفہ کے پیامبر کا انتظار کرنے لگا، لیکن اسے زیادہ دیر تک انتظار
نہیں کرنا پڑا، یاسر آیا اور اس نے کہا ذرا چلئے آپ کو امیر المومنین نے ابھی یاد فرمایا ہے سعید نے
نجان بن کر دریافت کیا چل تو رہا ہوں لیکن کوئی خاص بات ہے کیا؟ یاسر نے جواب دیا یہ میں
نہیں جانتا امیر المومنین نے مجھے جو حکم دیا ہے وہ میں نے آپ تک پہنچا دیا، لیکن کیوں بلایا
ہے؟ یہ مجھے بالکل نہیں، سعید نے فوراً کپڑے بدلے اور یاسر کے ساتھ ہو لیا، وہ جب الناصر
کے کمرہ میں پہنچا تو وہ اضطراب کے عالم میں ٹہل رہا تھا، اسے دیکھتے ہی اس نے یاسر سے کہا، تم جا

سکتے ہو وہ فوراً باہر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد خلیفہ نے لطف و مہر کی نگاہ سے سعید کو دیکھا اور کہا

الناصر:۔ اس وقت ہم نے تمہیں ایک مقصد سے بلایا ہے!

سعید :۔ غلام اسے انجام دینے میں اپنی جان کی پروا نہیں کرے گا!

الناصر:۔ جزاک اللہ ———— ہم نے سنا ہے تم فن نجوم میں کمال رکھتے ہو؟

سعید :۔ مجھ جیسا بے کمال انسان کسی فن میں دعویٰ تو نہیں کر سکتا، لیکن ہاں کچھ شُد بُد ضرور جانتا ہوں!

الناصر:۔ یہ تو بتاؤ حسب قرار داد کل تم زہرا کو موسیقی کی تعلیم دینے گئے تھے؟

سعید :۔ جی ہاں گیا تھا، لیکن وہ کہیں گئی ہوئی تھیں!

الناصر:۔ کہاں گئی تھیں؟

سعید :۔ غلام اس کے بارے میں کیا عرض کر سکتا ہے؟

الناصر:۔ اپنے نجوم کے زور سے بتاؤ تاکہ ہم بھی جانیں، واقعی کس حد تک یہ فن آتا ہے!

سعید :۔ بہتر میں کوشش کرتا ہوں ———— تھوڑا سا لوبان اور عود منگا دیا جائے!

خلیفہ کے حکم سے فوراً ایک انگیٹھی میں عود اور لوبان سلگنے لگا، جب دھواں سارے کمرہ کو محیط ہو گیا تو سعید نے اُسے دونوں ہاتھوں سے اپنے سینہ کی طرف الجھنا شروع کیا اور بڑبڑانے لگا،

"ایں یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ ————

"شہزادہ عبداللہ ———— ارے ارے زہرا بھی؟ ————

" یہ دونوں باغ کے کنج میں بیٹھے رات کے وقت باتیں کر رہے ہیں؟ حیرت تعجب"،

پھر سعید خاموش ہو گیا، الناصر نے اس کی باتیں سنیں تو اس کا اعتقاد اور زیادہ مضبوط و مستحکم ہو گیا، اس نے یقین کر لیا، سعید واقعی غیر معمولی ذہنی صلاحیتوں اور روحانی کمالات کا آدمی ہے، لیکن

اچپ چاپ اور خاموش بیٹھا رہا، تھوڑی دیر کے بعد جب دھواں کم ہوا تو سعید نے کہا۔

ید:۔ امیر المومنین میں اعترافِ خطا کرنا چاہتا ہوں۔!

اصر:۔ (حیرت سے) کیا ہوا؟ کیسی خطا؟

عید:۔ اب تک میں اپنے علم کو بے خطا سمجھتا تھا کبھی اس فن نے مجھے دھوکا نہیں دیا، میں یہ سمجھنے لگا تھا کہ میں نے اس فن پر مکمل قابو حاصل کر لیا ہے یہ اب کبھی مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔

ناصر:۔ لیکن ہوا کیا؟

عید:۔ آج معلوم ہوا یہ فن مجھے دھوکا دے سکتا ہے، بلکہ میں تو یہ سمجھنے لگا ہوں: فن ہی سرے سے جھوٹ اور لغو ہے!

ناصر:۔ لیکن آخر کیوں؟

سعید:۔ اس لئے کہ میں نے جو کچھ دیکھا وہ بالکل جھوٹ ہے!——— میں نے دیکھا زہرا اور عبداللہ رات کے وقت ایک درخت کی آڑ میں بیٹھے باتیں کر رہے ہیں——— یہ کبھی نہیں ہو سکتا یہ ناممکن ہے، یہ جھوٹ ہے، یہ انہونی بات ہے، لہذا میرے اعترافِ خطا کو قبول فرمایئے اور معاف کر دیجئے مجھے!

ناصر:۔ لیکن تم نے ان دونوں کو باتیں کرتے ہوئے بھی تو سنا تھا؟

سعید:۔ جی ہاں سنا تھا!

ناصر:۔ وہ باتیں کس قسم کی تھیں؟ کیا کہہ رہے تھے یہ لوگ آپس میں؟

سعید:۔ یہ میں نہیں بتا سکتا!

الناصر:۔ کیوں؟ وجہ؟

سعید:۔ اس لئے کہ میں باتیں نہیں سن سکا، باتیں بہت آہستہ آہستہ ہو رہی تھیں، پھر یہ علم

مشاہدہ میں کامل ہوتا ہے، سماعت میں نہیں ا

ناصر:۔ لیکن اگر کوشش کی جائے ،!

سعید:۔ تو سنا جا سکتا ہے ،!

ناصر:۔ تو کوشش کرو، ریاضت کرو، عمل کرو اور وہ باتیں سن لو کسی طرح ان دونوں میں ہو رہی تھیں ،!

سعید:۔ بہت خوب ،

ناصر:۔ یہ کام کب تک ختم کر سکو گے تم ؟

سعید:۔ چند روز تو لگ ہی جائیں گے، ممکن ہے زیادہ دن بھی لگ جائیں کیونکہ کسی فن سے وہ کام لینا جو اس کے اصول کے خلاف ہو بہت زیادہ محنت اور ریاضت کا طالب ہے!

ناصر:۔ کیا آج تم زہرا کے پاس تعلیم دینے جاؤ گے ؟

سعید:۔ اگر اجازت ہو!

ناصر:۔ وہ تو تمہیں مل چکی ہے ،

سعید:۔ تو ضرور جاؤں گا۔ کیونکہ رکھا اسی لیے گیا ہوں ،

ناصر:۔ ٹھیک ہے۔ وہاں جاؤ اور ہم کو ہر روز مطلع کرتے رہو کہ زہرا نے اس فن میں کہاں تک ترقی کر لی ہے ؟ اور کس رفتار سے ترقی کر رہی ہے ؟

۴۱

نجومی نے بتادیا!

الناصر کی خلوت گاہ سے رخصت ہوکر سعید اپنی قیام گاہ پر آیا، کھانا کھایا اور بستر پر لیٹ رہا، سہ پہر کو یاسر حاضر ہوا اور اس نے کہا زہرا خانم نے آپ کو یاد کیا ہے، انھوں نے تعلیم کا یہی وقت مقرر فرمایا ہے، سعید اس کے ساتھ زہرا کے قصر پر پہنچا۔ وہاں جوہر پہلے سے انتظار کر رہا تھا، یاسر تو چلا گیا، اور جوہر اس سے یہاں اس طرح پیش آیا، گویا وہ بالکل نہیں جانتا سعید کون ہے اور کیوں آیا ہے؟ وہ سعید کو لے کر ایک کمرہ میں پہنچا، یہاں بھی پردہ پڑا ہوا تھا، اور پردہ کے پیچھے زہرا بیٹھی تھی، سعید اپنی جگہ پر بیٹھ گیا، جوہر نے ذرا زور سے کہ زہرا بھی سن لے پوچھا۔

"کیا آپ ہی سعید کتب فروش ہیں جو ہماری ملکہ کو آدابِ موسیقی کی تعلیم دینے آئے ہیں؟"

سعید نے اقرار میں جواب دیا، جوہر نے فوراً ایک باجہ لاکر سعید کے سامنے رکھ دیا۔ اور کہا،

"ہماری ملکہ اسی باجہ سے جو کچھ سیکھنا ہے سیکھے گی۔"

سعید نے اس باجہ کو لیا، اور ادھر ادھر سے ٹھونک بجا کر تاروں کو ٹھیک کرکے

اور کھونٹیوں کو درست کر کے جوہر کے حوالہ کیا اور اس سے کہا،

" ملکہ سے کہہ دو اب اسے اسی سُر پر بجائیں جس پر میں نے اسے درست کیا ہے" !

زہرا نے وہ باجہ لے کر بجانا شروع کر دیا، لیکن بار بار غلطی کر رہی تھی، سعید ہر مرتبہ بتاتا تھا۔ یہ پردہ گھٹا دیجئے، وہ پردہ بڑھا لیجئے، اس کھونٹی کو کس دیجئے، اس کھونٹی کو ڈھیلا کر دیجئے،

لیکن زہرہ اس وقت کسی دوسرے عالم میں تھی، وہ اس کے علوم نجوم کا امتحان کرنا چاہتی تھی، اسے اپنا بھائی یاد آرہا تھا، اور وہ چاہتی تھی کہ اس سے اس کی خیریت دریافت کرے اس کا حال پوچھے اس کے مستقبل کے بارے میں معلومات حاصل کرے، اور خود سعید بھی اس وقت ہوش میں نہ تھا، وہ زہرا سے اس قدر قریب تھا، پھر بھی بہت دور تھا، ایک پردہ حائل تھا، اور اس نے اس کے جمال جہاں آرا کے دیدار سے محروم کر دیا تھا، اس کا جی چاہتا تھا، یہ پردہ ہٹ جائے اور وہ آزادی سے گلشنِ حسن کی گلچینی کر سکے

آخر اس نے تنگ آکر جوہر سے کہا، اس طرح تو تعلیم ہو چکی، ہر ہر بات مجھے تمہارے ذریعہ سے کہلانا پڑتی ہے، باجہ اور گانے کے سلسلہ میں ہر ہدایت کے پیامبر تم ہی بنتے ہو، اور تم فنِ موسیقی سے بالکل کورے ہو، نہ جانے کیا غلط سلط جا کر بتا دیتے ہو، ملکہ سے کہو، اگر وہ اس غلام پر اعتماد کر سکتی ہیں، تو پردہ ہٹا دیں اور تعلیم حاصل کریں، اور نہیں کر نیں تو غلام کو رخصت کر دیں، اس سے کیا فائدہ کہ میں آؤں بھی اور کام بھی نہ بنے، !

جوہر نے جا کر یہ باتیں زہرا سے کہہ دیں، تھوڑی دیر میں وہ واپس آیا۔ اور اس نے کہا،

ملکۂ عالیہ فرماتی ہیں، ہمیں پردہ اٹھا دینے میں کوئی عذر نہیں ہے، لیکن ایک شرط ہے!

شرط کا نام سن کر سعید چکرا گیا، اس نے کہا،

"شرط کیسی؟ میں بالکل نہیں سمجھا!"

جوہر نے جواب دیا۔

ملکہ عالیہ کچھ دریافت کرنا چاہتی ہیں، آپ اپنے نجوم کے ذریعہ ٹھیک ٹھیک جواب دے دیجیے، پھر پردہ اٹھے گا!"

سعید نے بڑی آمادگی اور مستعدی کے ساتھ کہا،

"ملکہ جو کچھ پوچھنا چاہتی ہیں شوق سے پوچھیں، انشاء اللہ بالکل صحیح جواب ان کی خدمت میں پیش کر دیا جائے گا!

جوہر:- وہ ایک گم شدہ شخص کے بارے میں دریافت کرنا چاہتی ہیں جس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا، اگر زندہ ہے تو کس حالت میں ہے ــــــ ــــــ کیا آپ ہماری ملکہ کو سلسلہ میں صحیح حالات بتا سکتے ہیں؟

سعید:- (جیب سے ایک ڈائری سی نکال کر ورق گردانی کرنے کے بعد) ملکہ عالیہ شاید اپنے گمشدہ بھائی کے بارے میں دریافت کرنے کی آرزومند ہیں؟

یہ سنکر زہرا وفور مسرت سے بے قابو ہو گئی، اس نے جوہر کے واسطہ بغیر خود پوچھا۔

"بتایئے اس کا نام کیا ہے؟"

سعید:- اس کا قدیم نام سالم ہے!

یہ سن کر زہرا اپنی جگہ سے اچھل پڑی اس نے بڑی بے تابی کے ساتھ پوچھا،

زہرا:- کیا وہ زندہ بھی ہے؟

سعید:۔ اب تک تو زندہ ہے،!

زہرا:۔ اب تک سے کیا مطلب؟ کیا اس کی زندگی خطرہ میں ہے؟

سعید:۔ بہت زیادہ خطرہ میں، یوں سمجھئے اس کے سر پر تلوار لٹک رہی ہے!

زہرا:۔ تو مجھے بتادیجئے، کیا خطرہ ہے؟ میں امیر المومنین سے کہہ کر اسے ہر خطرہ سے بچالوں گی!

سعید:۔ نہیں آپ اسے نہیں بچا سکتیں،!

زہرا:۔ میں نہیں امیر المومنین،!

سعید:۔ وہ بھی نہیں بچا سکتے،

زہرا:۔ واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ ہر خطرہ سے اُسے بچالیں گے!

سعید:۔ ملکۂ عالیہ اسے خطرہ کسی اور سے نہیں خود امیر المومنین سے ہے، وہ اس کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں، جو اس کی شفاعت کرے گا وہ بھی مارا جائے گا، کسی طرح نہیں بچ سکتا!

زہرا:۔ کیوں؟ کیا خطا کی ہے اس نے؟

سعید:۔ بہت بڑی ناقابلِ برداشت، ناقابلِ معافی!

۴۲

یا اللہ رحم!

زہرا، ابن الناصر سے بھی زیادہ سعید کے علم و فن کی معتقد ہو گئی تھی، وہ اسے نجومی نہیں دلی سمجھنے لگی تھی لیکن وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ باتیں ایک نئے خواجہ سرا جوہر کے سامنے ہوں، اس نے جوہر سے اشارہ کیا کہ وہ چلا جائے، چنانچہ وہ سامنے سے ہٹ گیا، اس کے جانے کے بعد زہرا نے پردہ ہٹا دیا، اور وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور سر پر خمار (اوڑھنی) ڈال کر چلمن کے قریب آکر بیٹھ گئی، جہاں سعید بیٹھا ہوا تھا، سعید اسے آتا دیکھ کر سر و قد تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا، زہرا پاس آکر بیٹھ گئی شرم سے اس کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں، اس نے دریافت کیا،

"کیا واقعی سالم کے لئے خطرہ ہے؟"

اتنے میں زہرہ کی نگاہ سعید پر پڑی، اس نے فوراً نیچی کر لی، لیکن پھر اسے دیکھا، اور ایسا محسوس کیا جیسے اسے پہلے کہیں دیکھ چکی ہے، پھر اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہ آیا اور غور سے سعید کو دیکھنے لگی!

سعید نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی اور کہا۔

سعید۔ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ خطرہ کی، اور دہشت کی کوئی بات نہیں ــــــ

——— آپ اطمینان رکھیئے، امیر المومنین سالم کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے، وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، وہ صحیح و سالم ہے اور صحیح و سالم رہے گا!

زہرا:۔ خدا آپ کو خوش رکھے، آپ نجومی نہیں میرے لئے ایک ولی ہیں ولی!

سعید:۔ استغفراللہ ——— یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، میں ایک معمولی آدمی ہوں گناہ گار، خطاکار، مستحق تعزیر و عقوبت ——— مجھے دیکھئے، میری طرف دیکھئے!

زہرا نے نگاہ غور سے سعید کے چہرے کو دیکھا، اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا لیا اور کہا،

زہرا:۔ آہ ——— یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟ یہ عالم بیداری ہے یا عالم خواب؟ یا اللہ مجھ پر رحم فرمائیں کہاں ہوں! کس حال میں ہوں؟

سعید:۔ آپ عالم بیداری میں ہیں آپ کا ایک کمترین نیاز مند آپ کے حضور میں حاضر ہے!

زہرا:۔ (دونوں ہاتھ منہ سے ہٹا کر) کاش یہ عالم خواب ہوتا!

سعید:۔ کیوں؟ یہ تمنا کس لئے؟

زہرا:۔ تاکہ جو کچھ دیکھ رہی ہوں، وہ نہ دیکھ سکتی!

سعید:۔ (ہنس کر) معاملات قدرت میں کون دخل دے سکتا ہے ——— اگر کچھ اور دریافت کرنا ہو تو فرمائیے، ورنہ اجازت مرحمت فرمائیے، تاکہ میں واپس جاؤں!

زہرا:۔ تمہیں کس نے روکا ہے؟

سعید:۔ تو کیا میں چلا جاؤں؟

زہرا:۔ ہاں فوراً،

سعید:۔ میری سمجھ میں نہیں آتا آپ دفعتہً اتنی برہم کیوں ہو گئیں؟ اگر کوئی خطا۔

ہوئی ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں!

زہرا:۔ خطا ــــــ معافی ــــــ!

سعید:۔ جی ــــ میں بالکل خلوصِ قلب سے عرض کر رہا ہوں!

زہرا:۔ تمہارا نام کیا ہے؟

سعید:۔ ــــ کتب فروشی میرا پیشہ ہے! اب موسیقی کے استاد کی حیثیت سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، آپ نے خواہ مخواہ مجھے رمل اور نجوم کے چکر میں ڈال دیا ہے،

زہرا:۔ تم جھوٹے ہو!

سعید:۔ میرا جھوٹ؟

زہرا:۔ تم سعید کتب فروش نہیں ہو،!

سعید:۔ پھر کیا ہوں؟

زہرا:۔ بدمعاش لچے، شیطان،!

سعید:۔ آخر کس صلہ میں یہ خطابات مجھے عطا کئے جا رہے ہیں؟

زہرا:۔ اس لئے کہ تم انہی کے سزاوار ہو!

سعید:۔ اور اس ہستی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو اپنے آقائے ولی نعمت کو دھوکا دے کر اس کی مہربانی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کے بیٹے سے رات کے وقت خلوت میں گھل مل کر باتیں کرے؟

زہرا:۔ (چین بہ جبیں ہو کر) یہ تیرے شیطان اور خبیث ہونے کا دوسرا ثبوت ہے!

سعید:۔ مانتا ہوں اس سے بھی بدتر خطابات کا مستحق ہوں، لیکن آپ کی مدد میرے سوا کوئی نہیں کر سکتا!

زہرا:۔ تجھ جیسے روسیاہ سے میں کسی مدد کی طالب نہیں ہو سکتی، چلا جا دفع ہو جا یہاں میں تیری صورت دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی!

سعید:۔ بہتر ہے چلا جاتا ہوں!

زہرا:۔ تو پھر جاتا کیوں نہیں؟ کھڑا کیوں ہے؟

سعید:۔ یہ خوب سمجھ لیجئے آپ کی مصیبت میرے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا!

زہرا:۔ مجھے موت منظور ہے تیری مدد کے مقابلے میں!

سعید:۔ لیکن ابھی تو آپ اپنے بھائی سالم سے بڑی محبت جتا رہی تھیں، گویا اس فراق میں مری جا رہی تھیں!

زہرا:۔ ہاں وہ میرا اکلوتا بھائی ہے۔ اس کے فراق میں واقعی میری جان پر بنی ہے تجھے اس سے کیا؟ تو اس کا نام کیوں لیتا ہے؟

سعید:۔ صرف میں ہی اس دنیا میں اسے موت سے بچا سکتا ہوں!

زہرا:۔ لیکن تم کون ہو؟

سعید:۔ کیا آپ نے اب تک اپنے دیرینہ خادم بلکہ غلام کو نہیں پہچانا ــــــ

زہرا:۔ تم اپنا نام کیوں نہیں بتاتے؟

سعید:۔ بتا تو دیا مجھے سعید کہتے ہیں، کتب فروشی کا پیشہ کرتا ہوں اس محل میں نجومی بن کر آیا ہوں!

زہرا:۔ یہ تمہارا اصلی نام نہیں ہے اصلی نام بتاؤ!

سعید:۔ آپ جانتی تو ہیں خواہ مخواہ پوچھ رہی ہیں میرا نام "سلیمان" ہے!

یہ سنتے ہی زہرا تیورا کر گر پڑی اور بے ہوش ہو گئی! ٭

۴۳

داؤں چل گیا!

سعید نے فوراً اُسے ہوش میں لانے کی تدبیریں کیں، اور ذرا دیر میں وہ ہوش میں آگئی۔ اس نے سعید کو نفرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"آہ تو ہی سیمان ہے میری ساری مصیبتوں، بربادیوں کا اور تباہیوں کا اصل سبب، میں تجھے معاف نہیں کر سکتی، تو اب بچ کر نہیں جا سکتا، تجھے ضرور سزا ملے گی، !

سعید:۔ یہ صلہ ہے میری محبت کا، زہرا تمہاری محبت میں میں نے کیا کیا نہ کیا؟ کیسے کیسے پاپڑ نہ بیلے، کیسے کیسے گناہ نہ کئے، کس کس طرح کے جرائم نہ کئے؟ صرف اس لئے کہ تم مجھے مل جاؤ، تمہیں میں پالوں اور تم مجھے یوں جھڑک رہی ہو؟ یوں میری محبت کی توہین کر رہی ہو؟ یوں میرے زخمی دل پر چرکے لگا رہی ہو ——————

زہرا محبت کو ٹھکرانا اچھا نہیں ہوتا،

زہرا:۔ خاموش اوبے ادب تو نہیں جانتا میں کون ہوں؟

سعید:۔ خوب جانتا ہوں تم زہرا ہو، الناصر کی محبوبہ، قصر زہرا کی مالک، قرطبہ کی فرمانروا لیکن مجھے دیکھو، مجھے پہچانو میں فقیر سہی، بے مایہ سہی، پریشان حال ہی، لیکن محبت بھرا دل اپنے سینہ میں رکھتا ہوں، تمہیں چاہتا تھا۔ تمہیں چاہتا ہوں، تم ہی کو چاہتا

رہوں گا، ایسی بے لوث محبت کا ٹھکرا دینا گناہ ہے، پاپ ہے، یہ نہ کرو!

زہرا:- تو قابل نفرت ہے!

سعید:- کس خطا میں؟

زہرا:- میری ساری بربادیوں کا سبب تو اور صرف تو ہے!

سعید:- میرا اگر کوئی گناہ ہے تو صرف یہ،

کہ تم کو پوجتا ہوں، چاہتا ہوں، پیار کرتا ہوں! اور اس گناہ کا مجھے اعتراف ہے، یہ گناہ میں نے کیا اور زندگی کی آخری سانس تک کرتا رہوں گا، یہ گناہ اب میری زندگی کا جزبن گیا ہے!

زہرا:- تو اسے بھول رہا ہے تو کس سے مخاطب ہے؟

سعید:- نہیں، یہ مجھے یاد ہے!

زہرا:- تو امیر المومنین کی محبوبہ سے بدتمیزی اور گستاخی کر رہا ہے!

سعید:- بالکل نہیں، میں اپنی محبوبہ سے بات کر رہا ہوں، پہلے تم میری محبوبہ ہو۔ پھر المومنین کی، پہلے میں نے تم سے محبت کی، پھر امیر المومنین نے، میرا حق امیر المومنین دام اقبالہٗ سے کہیں زیادہ ہے۔!

زہرا:- میں تیری اس زبان درازی کا ذکر امیر المومنین سے کروں گی اور اس کے بعد پھر تجھے موت سے کوئی نہیں بچا سکے گا!

سعید:- لیکن اس سے پہلے سالم اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہو گا!

زہرا:- تو اس پہ دسترس نہیں حاصل کر سکتا۔

سعید:- وہ میرے قبضہ میں ہے، جب چاہوں مرغی کی طرح اس کی گردن مروڑ ڈالوں۔

زہرا :- جھوٹ ! غلط !

سعید :- تو میں آپ کا یہ چیلنج منظور کرتا ہوں !

زہرا :- یعنی ـــــــــ ؟

سعید: تھوڑی دیر میں سالم کی گردن آپ کے سامنے پھڑکتی ہوگی صرف ذرا سا انتظار کر لیجئے!

زہرا :- (زخم پڑ کر) اس کی تجھے مہلت نہیں دے گی ! ابھی امیرالمومنین کو تیرے کرتوت سے واقف کرتی ہوں۔

سعید :- ہاں آپ یہ کر سکتی ہیں لیکن الٹی ذلت اٹھانا پڑے گی آپ کو !

زہرا :- یہ کیوں ؟

سعید :- اس لئے کہ امیرالمومنین مجھ سے بہت زیادہ عقیدت رکھتے ہیں، حد یہ ہے کہ وہ آپ کے کہنے سے بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہاں اگر میں چاہوں تو بلاشبہ آپ کو ان کی نظر میں ذلیل کر سکتا ہوں !

زہرا :- جعل ساز !

سعید :- آپ شوق سے جو چاہے کہئے، لیکن اسے نہ بھولئے کہ میں بھی بہت بڑی طاقت ہوں، مجھے خفا نہ کیجئے ! میری بر ہمی نہ مول لیجئے، یہ سودا گھاٹے کا سودا رہے گا، آپ بھی اپنی عظمت و وقعت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گی !

زہرا :- میں اپنی زندگی کی، اپنی عظمت و رفعت کی تجھ سے بھیک نہیں مانگنا چاہتی !

سعید :- لیکن اپنے بھائی پر تو رحم کیجئے اس کی جان تو نہ لیجئے !

زہرا :- تو اس کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا !

سعید :- ایسی باتیں کر کے مجھے مجبور نہ کیجئے !

زہرا:۔ کیا کرے گا تو ؟

سعید:۔ اسے ہلاک کر دوں گا۔ وہ میرے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کی جان میری مٹھی میں ہے وہ صرف میرے رحم و کرم پر زندہ ہے،

زہرا:۔ لیکن تم اس کے دشمن کیوں ہو ؟

سعید:۔ اس لئے کہ تم میری دشمن ہو !

زہرا:۔ اچھا میں تجھ سے دشمنی نہیں کروں گی !

سعید:۔ اس سے کیا ہوتا ہے؟

زہرا:۔ پھر تو کیا چاہتا ہے ؟

سعید:۔ محبت ــــــ تمہیں مجھ سے محبت کرنا پڑے گی۔

زہرا:۔ تو یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے آقائے ولی نعمت کی امانت میں خیانت کر دوں، جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھے محبوب ہے اسے دھوکا دوں جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھے چاہتا ہے اس کے ساتھ فریب کروں جو میرا محسن ہے اس کے احسان کو فراموش کر دوں؟ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا یہ خیال خام اور تصور ناتمام ہے منہ دھو رکھ !

سعید:۔ میں فی الحال صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم میری محبت کا جواب محبت سے دو، اس کے بعد جو چاہوں گا وہ بعد کی چیز ہے۔

زہرا:۔ ناممکن قطعاً ناممکن ہے تو مجھے عفت، پاک دامانی اور شرافت کے راستہ سے منحرف نہیں کر سکتا۔ میں تجھ سے نفرت کرتی ہوں اور ہمیشہ کرتی رہوں گی !

سعید:۔ اچھا آؤ ایک سمجھوتہ کر لیں،

زہرا:۔ کیا مطلب ؟

سعید:- تم مجھ سے نفرت کرتی رہو، لیکن مجھے محبت کرنے کی اجازت دے دو ——
اس میں تو تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اس میں تو کچھ حرج نہیں ؟

زہرا:- یہ سب بد معاشی اور خباثت کی باتیں ہیں، انھیں میں سننا بھی نہیں چاہتی !

سعید:- میں تمہیں تمہارے نوجوان، خوبصورت اور قابل بھائی کی زندگی کا واسطہ دیتا ہوں
اس پر رحم کرو اس کی جوانی پر رحم کرو، اس کی پر امید زندگی پر رحم کرو !

زہرا:- اس کے لیئے تو میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہوں، کاش —— !

سعید:- ہاں وہ زندہ رہ سکتا ہے، تمہیں مل سکتا ہے صرف ایک "ہاں" کہہ کر تم اسے
بچا سکتی ہو تم اسے موت کے منہ سے چھین لا سکتی ہو !

زہرا:- یہ سب تیری بکواس ہے ؟

سعید:- یعنی میں جھوٹ بول رہا ہوں ؟

زہرا:- ہاں تو اول درجہ کا لپاڑی اور جھوٹا ہے ۔

سعید:- یعنی سالم کے بارے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ غلط ہے ؟

زہرا:- بالکل غلط، از اول تا آخر غلط !

سعید:- (ہنس کر) اس کا نیا نام بتا دوں ؟ سنو گی ؟

زہرا:- اتنی دیر سے تیری بکواس ہی تو سن رہی ہوں !

سعید:- تو سن لو اس کا نام صاحب النقمہ ہے !

زہرا:- (چونک کر) کیا کہا ؟

سعید:- صاحب النقمہ !

زہرا:- صاحب النقمہ —— یعنی خلیفہ کا دشمن جانی !

سعید:۔ ہاں وہی!

زہرا:۔ جو تخت خلافت کا دشمن اور غدار ہے؟

سعید:۔ ٹھیک، بالکل وہی،

زہرا:۔ جو چاہتا ہے کہ خلافت اس خاندان سے نکل جائے؟

سعید:۔ جی درست!

زہرا:۔ جو عربوں اور بربروں کو خلافت کے لئے ابھار رہا ہے کہ وہ بغاوت کریں،

سعید:۔ ہاں تم تو خوب جانتی ہو اسے!

زہرا:۔ جس کے سر کی قیمت خلیفہ نے ایک لاکھ روپیہ مقرر کی ہے؟ جس کی تلاش میں ہمارے جاسوس سرگرداں ہو رہے ہیں، پھانسی کا تختہ جس کا انتظار کر رہا ہے؟

سعید:۔ تمہیں تو اسکی پوری تاریخ معلوم ہے ہاں بیگی یہی صاحب النغمہ تمہارا بھائی ہے۔

زہرا:۔ نہیں میں نہیں مان سکتی کسی طرح نہیں مان سکتی!

سعید:۔ اور اگر میں منوا دوں تب کیا کرو گی؟

زہرا:۔ تیرے جھوٹ کی مجھ پر حقیقت کھل چکی ہے، اب بکواس بند کر اور خیریت چاہتا ہے تو اپنی راہ لے، زیادہ سے زیادہ جو سلوک تیرے ساتھ روا رکھا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ خلیفہ سے تیری ان پاجیانہ باتوں کا ذکر نہ کروں، لیکن اب اگر ایک لمحہ بھی یہاں ٹھہرا تو یہ ساری رعائتیں واپس لے لی جائیں گی،

سعید:۔ لیکن سنو تو!

زہرا:۔ میں کچھ نہیں سننا چاہتی، تو یہاں سے چلا جا، خیریت اسی میں ہے،

سعید:۔ اسکے معنیٰ یہ ہیں کہ تم خود سالم کے خون کی پیاسی ہو؟

زہرا:۔ میں کیوں ہونے لگی؟ جھوٹے!

سعید:۔ کیا تم سمجھتی ہو صاحب النقمہ بچ جائے گا!

زہرا:۔ بچے یا نہ بچے مجھے اس سے کیا سروکار ہو سکتا۔

سعید: کیا وہ تمہارا بھائی نہیں ہے؟

زہرا:۔ ہرگز نہیں وہ میرا بھائی کیوں ہوتا!

سعید:۔ اچھا ثبوت دوں تب تو مان لوگی؟

زہرا:۔ (حیران ہوکر) ثبوت؟ تیرے پاس کچھ ثبوت بھی ہے؟

سعید:۔ ہاں ہے، اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے،

زہرا:۔ مجھے یقین نہیں آتا، میں تجھ سے اور تیرے فریب و دروغ سے اچھی طرح واقف ہوں،

سعید:۔ اچھا تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے، ثبوت دیکھ لو پھر نہ ماننا،

زہرا:۔ کیا ہے وہ ثبوت؟

سعید:۔ تم سالم کا خط پہچانتی ہو؟ اس کی طرزِ تحریر سے واقف ہو؟

زہرا:۔ خوب اچھی طرح!

سعید:۔ (جیب سے ایک کاغذ نکال کر زہرا کی طرف بڑھاتے ہوئے) لیجئے اسے ملاحظہ فرمایئے یہ سالم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے یا نہیں؟

زہرا نے کاغذ ہاتھ میں لے لیا یہ خون کی روشنائی سے لکھا ہوا تھا عبارت یہ تھی،

میں سالم، صاحب النقمہ ان لوگوں میں ہوں جو حق کے ساتھی، صداقت کے طرفدار اور راستی کے رفیق ہیں، میں اس بات کا عہد کرتا ہو کہ عبد الرحمٰن الناصر کو جب تک قتل نہ کر لوں چین سے نہ بیٹھوں گا، خواہ اس کام کے انتظار میں میری

ساری زندگی ہی کیوں نہ بیت جائے وہ اپنے تئیں الناصر کے لقب سے ملقب کرتا ہے حالانکہ قطعاً وہ اس لقب کا سزاوار نہیں، وہ اس قابل نہیں کہ مسند خلافت پر بیٹھے، وہ مسند خلافت کے لیئے ایک ننگ کے دھبہ کو ہمیں مٹانا ہے، خواہ ایک نہیں ہزار جانیں اس مقصد عظیم پر قربان ہو جائیں!"

زہرا نے خط پڑھا، واقعی اس کے بھائی سالم کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، وہ ایک ایک حرف پڑھتی جاتی تھی اور خوف و ہراس کی کیفیت اس پر طاری ہو جاتی تھی، سعید نے جلدی سے وہ کاغذ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اچھی طرح لپیٹ کر کے جیب میں رکھ لیا اور اس سے کہا۔

سعید:- پڑھ لیا یہ خط تم نے؟

زہرا:- (کانپتی ہوئی آواز سے) ہاں پڑھ لیا،

سعید:- یہ حرف سالم کے قلم کے ہیں یا نہیں؟

زہرا:- معلوم تو اسی کے ہاتھ کے لکھے ہوتے ہیں ـــــ لیکن یہ تمہاری جعلسازی بھی ہو سکتی ہے!

سعید:- زہرا اس سخن سازی سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا تمہارا بھی کچھ نہیں جائے گا، البتہ بیچارے سالم کا سر گردن سے صاف ہو جائے گا۔

زہرا:- اچھا مان لیتی ہوں یہ اسی کا خط ہے مگر اس کی جان لینے سے تمہیں کیا مل جائے گا؟

سعید:- کچھ نہیں بلکہ افسوس ہو گا!

زہرا:- پھر کیوں اس کے درپے آزار ہو رہے ہو؟

سعید:- میں؟ ـــ بالکل نہیں یہ خیال کیوں آیا تمہارے دل میں؟

زہرا:- بار بار کہہ چکے ہو کہ وہ نہیں بچ سکتا!

سعید:- وہ تو اس صورت میں کہ تم میری محبت ٹھکرا دو!

زہرا :- میں تم سے محبت تو کسی طرح نہیں کر سکتی !

سعید :- تو پھر سالم بھی نہیں بچ سکتا اسے مرنا پڑے گا !

زہرا :- کچھ بھی ہو تو مجھے راہِ راست سے نہیں بھٹکا سکتا !

سعید :- زہرا سمجھ سے کام لو ،

زہرا :- آخر کیا چاہتا ہے تو ؟

سعید :- کہو تو لاکھ مرتبہ کہہ دوں ——— !

زہرا :- ناممکن ——— !

سعید :- آخر کیوں ؟ — کیا اس لئے کہ میں غریب ہوں ؟ کیا اس لئے کہ میں وجاہت سے محروم ہوں ؟ ——— زہرا یاد رکھو ، یہ قصرِ زہرا ہمیشہ سلامت نہیں رہے گا ، دولت وحشمت ہمیشہ ساتھ نہیں دے گی یہ عیش و تنعم بہت جلد رخصت ہو جائیں گے ، تمہارا یہ حسن بھی لازوال نہیں ہے ، آج تم پھول کی طرح تر و تازہ ہو کل پھول ہی کی طرح مرجھا جاؤ گی ، کملا جاؤ گی ، ختم ہو جاؤ گی !

زہرا :- پھر ——— ؟

سعید :- لہٰذا اس محبت کی قدر کرو جو غیر فانی ہے !

زہرا :- الناصر کی محبت سے بڑھ کر لازوال محبت کون ہو سکتی ہے ؟

سعید :- غلط ——— الناصر تم سے محبت ہی نہیں کرتا ، بھلا ، کوئی بادشاہ بھی محبت کر سکتا ہے ، یہ محبت نہیں ہوس ہے ، اسے ٹھکرا دو ، محبت میں کرتا ہوں ، میری محبت کو قبول کر لو ——— ورنہ یاد رکھو آٹھ آٹھ آنسو روؤ گی ، اور اس غلطی کی تلافی پھر کبھی نہ ہو سکے گی ——— !" ٭

۴۴

جال ـــــ!

زہرا نے سمجھ لیا، سعید کے جال سے نکلنا ممکن نہیں ہے اس سے اگر کچھ خلاصی ہو سکتی ہے تو اس طرح کہ اسے دھوکا دیا جائے، وہ اس سے ظاہر داری کی باتیں کی جائیں کیونکہ اگر یہ ہاتھ سے نکل گیا تو سالم کی خیریت نہیں ہے، اور میری عزت و آبرو بھی نہیں بچ سکتی۔ امیر المومنین اس کے معتقد ہو چکے ہیں نہ جانے ان سے کیا لگا دے اور وہ یقین کر لیں، چنانچہ یہ سب کچھ سوچ کر اس نے کہا۔

زہرا:۔ اچھا یہ بتاؤ سالم ہے کہاں؟

سعید:۔ وہ ایسی جگہ ہے جسے صرف میں جانتا ہوں،

زہرا:۔ لیکن میں اس سے ملنا چاہتی ہوں،

سعید:۔ میں حاضر ہوں، چلئے ابھی ملا دوں گا،

زہرا:۔ کیا وہ یہاں نہیں آسکتا؟

سعید:۔ نہیں ـــــــ ایسا کرنا خطرناک ہے، اس کے لئے بھی اور تمہارے لئے

بھی میرا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ خود چلی چلو،

زہرا:۔ مجھے ایسا کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے!

سعید:۔ ڈر کا ہے کا؟

زہرا:۔ ممکن ہے تم دھوکا دو،

سعید:۔ ایک محبت کرنے والا اپنے محبوب کو کبھی دھوکا نہیں دے سکتا، وہ اپنی جان کی بازی لگا دے گا، لیکن یہ کام نہیں کر سکتا،

زہرا:۔ تو پھر کب چلنا چاہیئے؟

سعید:۔ جب چاہو، میں ہر وقت یہ کام کر سکتا ہوں، صرف تھوڑی دیر اور تھوڑی دور کا معاملہ ہے، اس سے ملو، باتیں کرو اور آجاؤ شرط بس یہ کہ۔

نگاہ لطف کے اُمید وار ہم بھی ہیں

اور دوسری شرط یہ ہے کہ اگر الناصر کو اپنے قبضہ میں رکھنا ہے تو جو بات میں اس سے یا تم سے کہوں اس سے اختلاف نہ کرنا تائید ہی کرنا!

زہرا:۔ ہاں اس کے لئے میں تیار ہوں، اس میں کوئی قباحت نہیں!

سعید:۔ تم سالم سے ملو گی تو تمہیں ایک عجیب بات کا اندازہ ہو گا!

زہرا:۔ وہ کون سی بات؟

سعید:۔ تم مجھ سے اتنی بدگمان ہو، برہم ہو، لیکن سالم تمہیں بتائے گا کہ میں ہی اس کا نجات دہندہ ہوں، میری ہی وجہ سے وہ زندہ اور سلامت ہے، میں نہ ہوتا تو اب تک کب کا اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا!

زہرا:۔ اگر یہ سچ ہے تو میں تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہوں!

سعید:- میں بالکل غلط نہیں کہتا آخر تمہیں سالم سے ملنا ہے وہ خود ہی سارا کچا چھٹا تمہیں سنا دے گا پھر تو مانوں گی؟

زہرا:- انکار تو میں اب بھی نہیں کرتی، تمہیں تو خواہ مخواہ ایک بات کی رٹ لگ گئی ہے۔

سعید:- بس تو ٹھیک ہے، موقع محل دیکھ لیں چپکے سے نہیں لے جاؤں گا ——— لیکن آج کا دن بیکار نہیں جانا چاہیئے، کچھ سیکھ لو تاکہ اگر خلیفہ تم سے پوچھے تو بتا سکو کہ ہاں اتنا میں نے سیکھا ہے، ورنہ تمہاری بھی ہسکی ہو گی، اور میں بھی معتوب قرار دیا جاؤں گا ———!

زہرا راضی ہو گئی، سعید نے بغدادی نے میں ایک راگ سکھایا اور بڑے اطمینان قلب کے ساتھ اپنی قیام گاہ پہ واپس آ گیا۔

۴۵

فاطمی تحریک خلافت

سلیمان یا سعید بڑے عجیب و غریب کردار کا آدمی تھا، وہ دراصل افریقہ کا رہنے والا تھا، وہ عبیدیین (خلفائے فاطمی) سے گہرے روابط رکھتا تھا، اور اس نے اپنی زندگی، ان کی تبلیغ اور پروپیگنڈے کے لئے وقف کردی تھی۔ عبیدی خاندان یہ نہیں چاہتا کہ اُندلس پر آل مروان حکومت کریں جس طرح انھوں نے افریقہ اور مصر پر قبضہ کرلیا تھا اسی طرح وہ اندلس کو بھی زیرنگیں لے آنا چاہتے تھے کہ عوام میں خلیفۂ اُندلس عبدالرحمٰن الناصر کے خلاف ایسا جذبہ پیدا کردیا جائے کہ جب کبھی افریقہ کی طرف سے اندلس پر حملہ ہو تو نہ صرف یہ کہ وہاں کے عوام مزاحمت اور مداخلت نہ کریں بلکہ دلی جوش سے نئے حملہ آور کا خیر مقدم کریں، سعید میں بہت سی صلاحیتیں تھیں، وہ علم نجوم کا ماہر تھا، وہ خطابت کے فن سے آشنا تھا، وہ علم مجلس میں وقوف رکھتا تھا، وہ بہترین شاعر، بہترین ادیب، بہترین انشاپرداز اور بہتر خطیب تھا، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سازش کرنے، لوگوں کو بھڑکانے اور اپنے مقصد کی راہ پر لگانے میں اپنا جواب نہیں رکھتا، عبیدی خاندان یہ سمجھ رہا تھا کہ اندلس کی رائے عامہ کو متاثر کرنے کا کام جتنے عمدہ طور پر سعید انجام دے سکتا ہے کوئی نہیں دے سکتا، چنانچہ وہ اس کام پر مامور کیا گیا کہ اندلس جائے وہاں کے علماء کو مذہب کے نام پر، وہاں کے عوام کو

معاش اور معیشت کے سوال پر بھڑکائے اور جب حالات سازگار ہو جائیں تو وہ اپنے مرکز کو اطلاع دے اور پھر اندلس پر ایسا بھرپور حملہ کیا جائے کہ خاندان مروان ٹپ نہ سکے، اور اس خاندان کا جس طرح دمشق سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا اسی طرح اندلس میں بھی اس کا چراغ ابد الآباد تک کے لئے بجھ جائے، اسعید نے بڑی خوشی سے یہ گراں بار ذمہ داری قبول کی، سب سے پہلے وہ صقلیہ گیا، وہاں اتفاقاً اس یہودی کے ہاں اس کی نظر زہرا پر پڑی، یہ نظر فیصلہ کن نظر بن گئی، وہ دل و جان سے اس پر عاشق ہو گیا، یہاں تک کہ اپنا مقصد تک کہ اپنا مقصد تک فراموش کر بیٹھا جس کے لئے وہ یہاں آیا تھا لیکن زہرہ نہ جانے کیوں اس کی صورت سے نفرت کرنے لگی تھی، وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہیں تھی، یہاں تک کہ اس نے محض اس لئے کہ زہرہ کو حاصل کر سکے ڈاکوؤں سے ساز باز کی، لیکن اسطرح بھی کامیاب نہ ہوا، زہرہ فرار ہو گئی اور سعید کو پتہ بھی نہ چل سکا کہ وہ کتنے میں بکی، کہاں بکی اور کہاں گئی، مایوس و دل برداشتہ ہو کر پھر صقلیہ واپس آیا اور وہاں ایک گوشۂ عافیت میں اپنے فرائض سے بیگانہ ہو کر زندگی کے دن کاٹنے لگا، اب اس کا کسی کام میں جی نہ لگتا تھا، دن رات اس کے سامنے زہرا کی تصویر پھرتی رہتی، اور وہ اسی کی یاد میں کھویا رہتا، ساتھی اور دوست اس تغیر احوال کا سبب دریافت کرتے مگر وہ ٹال جاتا مرکز سے اسے ہدایت کی جاتی کہ اپنے کام پر روانہ ہو جاؤ، مگر وہ کوئی عذر کر کے خاموش ہو جاتا ایک عجیب وارفتگی کا عالم طاری تھا اس پر، نہ کھانے میں جی لگتا تھا نہ دوستوں میں، نہ مطالعہ میں، نہ تحریک کے فروغ دینے میں وہ کئی کئی دن کھانا نہ کھاتا، وہ بھتیجوں اور بہنوں دوستوں سے نہ ملتا۔ اپنی اصلی تحریک کو یعنی اندلس سے خاندان مروان کے خاتمہ کو بھی عملاً وہ فراموش کر چکا تھا، اس کی امنگیں ختم ہو چکی تھیں، اس کے عزائم کمزور پڑ چکے تھے، اس کے ارادوں میں تزلزل پیدا ہو گیا تھا، اب وہ زندہ تھا لیکن مردوں سے بدتر، نہ گرمی تھی نہ جوش، نہ ولولہ، وہ

ہفتوں اپنی قیام گاہ سے باہر نہ نکلتا، اور اگر کبھی کسی ضرورت سے برآمد بھی ہوتا تو کسی واقف کار شناسا، دوست، اور ساتھی سے ملاقات نہ کرتا، اپنا کام کرتا اور چپ چپاتے پھر قیام گاہ پر واپس آجاتا، یہی اس کی زندگی کے لیل و نہار تھے اور اسی طرح وہ اپنی زندگی کے دس یاس و حرماں، حسرت واندوہ اور ہجر و فراق کے عالم میں بسر کر رہا تھا،

اتفاقاً ایک مرتبہ اسے صقلیہ کے بازار میں سالم نظر آگیا، یہ وہی سالم تھا جو زہرا کا بھائی تھا، اور جسے اس نے دھکے دے دے کر زہرا سے دور کر دیا تھا، اور وہ روتی، آہ و فریاد کرتی اس سے دور ہو گئی تھی، سالم کو دیکھتے ہی اس کی امنگیں پھر تازہ ہو گئیں، اس کے ارادوں میں پھر جان پڑ گئی، اس کے حوصلے پھر کام کرنے لگے، سالم کو اس کی صورت بھی یاد نہیں تھی اور اب اس میں تغیر بھی خاصا ہو چکا تھا، لیکن سعید کی آنکھوں میں سالم بسا ہوا تھا، اسے یقین تھا، کہ سالم کے مل جانے کے معنی یہ ہیں کہ زہرا مل گئی، اسے معلوم تھا، زہرا سالم کو کس قدر چاہتی ہے۔ اسے یقین تھا کہ وہ زہرا کو تلاش کرے گا۔ اور سالم کے واسطے سے اس کی نفرت کو خرید لے گا اور اس کے سینہ میں اپنی محبت کی چنگاری مشتعل کر دے گا، خواہ اسے تلاش کرنے میں اور اس تک پہنچنے میں کتنی ہی مدت کیوں نہ گذر جائے، پھر اس نے یہ بھی سوچا کہ سالم کو جو صرف ایک سادہ سلیٹ کی حیثیت رکھتا ہے، اگر ہموار کیا جائے، صحیح تربیت دی جائے اور اپنے راستہ لگایا جائے تو وہ بہت کام کا ثابت ہو سکتا ہے یہ سوچ کر وہ بیکس، بے بس اور بے سہارا سالم کی طرف بڑھا، جو آب کوچہ گردی پر مجبور تھا جس کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا، اس نے شفقت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا، محبت کی باتیں کیں اور اپنے ساتھ لے آیا، کچھ دن تک تو وہ صقلیہ ہی میں رہا پھر سالم کو لے کر اندلس پہنچا اور یہاں سعید کے نام سے کتب فروشی کا پیشہ اختیار کر کے قرطبہ میں رہنے لگا، اس نے بہت جلد علماء اور فضلا کے گروہ میں اپنی جگہ پیدا کر لی

اس احتیاط کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگا کہ پاس پڑوس کے لوگ اس کی شرافت، بھلمنساہت اور پاکیزہ اطواری کی بنا پر اس کے مداح بن گئے۔

سالم کو وہ تربیت دیتا رہا، سکھاتا رہا، پڑھاتا، اپنے ڈھب پر لاتا رہا، یہاں تک کہ وہ عبیدیوں کا سب سے زیادہ پرجوش جاں نثار اور فداکار مبلغ بن گیا، اس کے دل میں اس نے فاطمی خاندان کی عظمت اور اندلس کے فرماں روا اُموی خاندان کی نفرت اس طرح جاگزیں کر دی کہ وہ ایک سچا، پکا اور سرفروش عبیدی بن گیا، سعید نے جو خفیہ تحریک عبدالرحمٰن الناصر کے خلاف شروع کی تھی، سالم اس کا سربراہ بن گیا اور عوام کی نظروں سے روپوش ہو کر ایک ایسی جماعت کو منظم کرنے لگا، جو اشارہ پاتے ہی تلواریں سونت کر میدان میں اُترے، خوب خوں ریزی کرے اور خاندان مروان کا خاتمہ کر کے عبیدیوں کے لئے راستہ صاف کر دے سعید بظاہر ایک کتب فروش کی طرح عافیت کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن اس تحریک کا اصل قائد اور روح رواں وہی تھا، جماعت کے خفیہ جلسوں میں وہ شریک ہوتا تھا، مشورے دیتا تھا، پروگرام بناتا تھا اور نئی نئی اسکیمیں زیر بحث لاتا تھا،

کئی برس اسی طرح گزر گئے!

اور ایک روز دفعتاً سعید کو معلوم ہوا کہ جس ہستی کے عشق میں اس نے اپنی زندگی کو گھن لگا لیا تھا، اور جس کی تلاش میں وہ آشفتہ اور سرگرداں تھا، وہ یہیں قرطبہ میں ہے اور ایک معمولی عورت نہیں، بلکہ عبدالرحمٰن الناصر کی محبوبہ ہے قصر زہرا کی مالک ہے، اب اس کا نام بھی بدل گیا ہے، اب وہ ضیا نہیں زہرا ہے، اب وہ عبیر و گلال، سونے چاندی اور ہیرے جواہر سے کھیلتی ہے، زہرا اب اتنی بلند بام ہو گئی تھی کہ اس تک پہنچنا، یا اسے حاصل کرنا، بالکل ناممکن ہو گیا تھا، لیکن سعید ان لوگوں میں نہ تھا جو مایوس ہونا نہیں جانتے، ہر ناکامی

رحمٰن کے عزم میں اور زیادہ استحکام پیدا ہو جاتا ہے، چنانچہ اب اس کی سرگرمیاں اور بڑھ گئیں، ایک طرف تو وہ الناصر کی بیخ کنی کی تدبیریں سوچتا رہا، اس نے فقیہہ ابن عبدالبر کو ہموار کیا، یاسر سے پینگ بڑھائے، شہزادہ عبداللہ سے دوستی پیدا کی، حکم اور عبداللہ کے درمیان عابدہ کو واسطہ بنا کر منافرت پیدا کی دوسری طرف اپنی چالاکیوں اور دانائیوں سے کام لے کر وہ عبدالرحمٰن الناصر کے دربار میں اس کا سب سے زیادہ معتمد اور معتبر حاشیہ نشین بن گیا۔ پھر اس نے جوہر کی وساطت سے ایک طرف زہرا کے دل میں عابدہ سے رشک پیدا کیا کہ وہ الناصر پر ڈورے ڈالے، یہاں تک کہ وہ اس سے موسیقی سیکھنے پر آمادہ ہو گئی، اور اب اس نے یہ طے کر لیا کہ سالم کا راز منکشف کر کے اور اس کی زندگی کو واسطہ بنا کر وہ زہرا کو برضا و رغبت یا بہ جبر و اکراہ حاصل کر کے رہے گا!

چنانچہ آج زہرا سے اس کی جو باتیں ہوئی تھیں ان سے اسے یقین ہو گیا کہ اب زہرا اس کی دسترس سے باہر نہیں رہ سکتی!

زہرا کے ہاں سے واپس آنے کے بعد وہ اپنے بستر پر جب لیٹا تو بھی خوش آئند خیالات اس کے دل و دماغ پر مسلّط تھے، اس نے سمجھ لیا تھا کہ پکے ہوئے پھل کی طرح اب زہرا اس کی جھولی میں آ گرے گی، الناصر خواہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو، لیکن اب زہرا کو اس سے چھین نہیں سکتا، وہ اس کی ہے اور اس کی ہو کر رہے گی، اب وہ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ زہرا کیونکر اسے ملے گی؟ اس لئے کہ وہ تو مل چکی تھی، اب وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ زہرا کو لے کر کہاں جائے گا۔ اور کس شہر میں عیش و کامرانی کی زندگی کا آغاز کرے گا!

۴۶

جھڑپ

سعید اپنے بستر پر لیٹا ہوا انہی خیالات میں مستغرق تھا، سونا چاہتا تھا مگر نیند کا کہیں کوسوں پتہ نہیں تھا۔ آخر تنگ آ کر وہ بستر سے اٹھا اور ٹہلنے لگا۔ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔ مگر نہ طبیعت کو قرار آتا تھا، نہ نیند آتی تھی۔ یک بیک اس نے دیکھا کہ رات کی تاریکی میں کوئی شخص دبے پاؤں اس طرف سے گذر رہا ہے، یہ کون ہو سکتا ہے؟ اس وقت اس حالت میں یہ شخص کہاں جا رہا ہے؟ ضرور کوئی خاص بات ہے، یہ سوچ کر سعید کا جذبۂ تجسس تیز ہوا اور وہ اپنے دروازے کی اوٹ سے الگ کھڑا ہو گیا کہ یہ شخص جب بالکل قریب آجائے تو اسے پہچانے اور ضرورت ہو تو اس کا تعاقب بھی کرے تھوڑی ہی دیر میں وہ قریب آ گیا،

یہ سائر تھا، شہزادہ عبداللہ کا غلام!

سائر کو یوں دیکھ کر سعید سخت متحیر ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ اب اس نے دیکھا کہ سائر اس ایوان کی طرف جا رہا ہے جہاں زہرا رہتی ہے، سائر اور اس وقت اور زہرا کی طرف؟ یہ سوچ کر سعید اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا، وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا، سائر زہرا کے ایوان میں داخل ہو گیا، اور سعید چوروں کی طرح پردے کی آڑ میں کھڑا ہو کر ساری کارروائی دیکھنے لگا۔ س

نے دیکھا کہ زہرا آرائش و زیبائش کا پیکر بنی کھڑی ہوئی ہے، سائر کو دیکھ کر اس کا پھول سا چہرہ کھل گیا، اس پر نشاط و مسرت کی کیفیت طاری ہوئی، اس نے بڑی گرم جوشی سے اس کا خیر مقدم کیا، اور اس سے راز دارانہ باتیں کرنے لگی، سعید بہت کوشش کی کہ ان باتوں کی بھنک اس کے کان میں پڑ جائے، لیکن اس قدر آہستہ آہستہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اس کے پلے کچھ نہ پڑا، لیکن یہ غیرت کا معاملہ تھا، زہرا الناصر کی نہیں اس کی محبوبہ تھی، وہ پردہ کے پیچھے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ کہ اس کی محبوبہ ایک غیر شخص سے نہایت رازداری کے ساتھ رات کے اندھیرے میں گفتگو کر رہی ہے یہ منظر دیکھ کر اس کا خون کھول گیا، وہ برہمی، اشتعال اور جوش کے عالم میں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوا، اسے دیکھ کر سائر کے تو ہوش و حواس جاتے رہے لیکن زہرا پر بجائے اس کے کہ ندامت کی کیفیت طاری ہوتی، غصہ اور برہمی کی کیفیت طاری ہو گئی، اس نے بڑے درشت لہجہ میں کہا۔

زہرا:۔ آپ یہاں کیسے آئے ؟

سعید۔ (غصہ کے ساتھ) یہ تماشہ دیکھنے کے لئے !

زہرا:۔ (برہم ہوکر) آپ کو یہ ہمت کیسے ہوئی کہ اس وقت بلا اجازت میرے کمرہ میں داخل ہوں ؟

سعید:۔ کیا میں سائر ایسے غلام سے بھی گیا گزرا ہوں ؟ وہ تو آسکتا ہے اور میں نہیں آسکتا، اس سے تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ باتیں ہو سکتی ہیں اور میں صرف اس لئے ہوں کہ دھتکارا جاؤں، ڈانٹا جاؤں، ذلیل کیا جاؤں ؟

زہرا:۔ یہ سب بیکار باتیں ہیں، آپ کو ایسی جرأت نہ کرنی چاہیئے ———— خلیفہ ناصر بھی اتنی لوٹ نہیں لیتے جتنی آپ لیتے ہیں،

سعید۔ ہاں، لیکن الناصر کو تم سے اتنی محبت نہیں ہے جتنی مجھے ہے اس نے روپیہ سے تمہیں خریدا ہے اور میں نے اپنا دل تمہیں نذر کیا ہے مجھ میں اور اس میں جو فرق ہے

زہرا:۔ لیکن آپ میری توہین کر رہے ہیں، دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا ہے جو اپنے محبوب کی توہین کرتا ہو؟ اپنے محبوب کے چال چلن پر شبہ کرتا ہو؟ اسے آوارہ اور ذلیل سمجھتا ہو۔

سعید:۔ میں نے ——————

زہرا:۔ اگر آپ کی نظر میں میری حیثیت یہ ہے کہ میں ایک آوارہ عورت ہوں جو سائر جیسے غلام سے محبت کی پینگ بڑھا سکتی ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ اپنے دل سے میرا خیال نکال دیجئے اور اگر آپ مجھے عفیفہ اور پاکباز سمجھتے ہیں تو شرم کیجئے کہ آپ یہاں اس لئے آئے کہ مجھے گناہ کا ارتکاب کرتے پکڑ لیں!

سعید:۔ (نادم ہو کر) زہرا تم تو خفا ہو گئیں، بھلا یہ بھی کوئی خفا ہونے کی بات ہے؟

زہرا:۔ یہ آپ تھے کہ میں صرف خفا ہوئی، اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید میں اس سے بہت برا سلوک کرتی؟

سعید:۔ خواہ وہ امیر المومنین الناصر ہی کیوں نہ ہوتے؟

زہرا:۔ جی ہاں!

سعید:۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دل میں الناصر سے زیادہ میری عزت و وقعت ہے؟

زہرا:۔ خود ہی سمجھ لیجئے!

سعید:۔ (خوش ہو کر) گویا تم نے میری محبت قبول کر لی؟

زہرا:۔ (مسکرا کر) اپنے دل سے دریافت کیجئے!

سعید:۔ (بے خود ہو کر) زہرا تم نے مجھے خرید لیا، میں تمہارا بندۂ بے دام ہوں، مجھے معاف کر دو میری خطا کو بخش دو!

زہرا:۔ لیکن اگر آپ ایسی حرکتیں کرتے رہے تو میرے دل میں جو کچھ بھی آپ کا خیال پیدا ہوا ہے وہ نفرت سے بدل جائے گا!

سعید:۔ نہیں خدا کے لئے نفرت کا نام نہ لو میں تمہارا ہوں، تم میری ہو، دو محبت کرنے والے

دلوں کے اہن نفرت کا نام ہی نہ آنا چاہیئے مجھے اس نام سے نفرت ہے!

زہرا:۔ یہی میں بھی چاہتی ہوں، لیکن یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ آپ محبت کے قابل ہیں، یا نفرت کے! سچ کہتی ہوں آج آپ کی حرکت سے مجھے بہت صدمہ پہنچا!

سعید:۔ لیکن میں معافی جو مانگ رہا ہوں؟ کیا معاف نہ کرو گی؟

زہرا:۔ کیسے نہ کروں گی لیکن آپ کی حرکت سے میں خود اپنی نظر میں ذلیل ہو گئی!

سعید:۔ یہ کیوں،؟ میری زہرا یہ کیوں؟

زہرا:۔ اس لئے کہ میں نے محسوس کیا ناصر کے دل میں میری عزت کہیں زیادہ ہے بہ نسبت آپ کے دل کے، کاش اس کا الٹا ہوتا!

سعید:۔ یہ حرکت کسی بدظنی کسی بدگمانی کی بنا پر نہیں صرف محبت کی بنا پر سرزد ہو گئی، ورنہ بھلا ایسا ہو سکتا تھا کہ میں اور اتنی بڑی خطا کرتا!

زہرا:۔ آپ کو سمجھنا چاہیئے کہ میں اب زندگی کا راستہ بدل رہی ہوں کس لئے؟ کس کے لئے؟

سعید:۔ (مسرور ہو کر) کیا میرے لئے؟

زہرا:۔ آپ کو شک ہے ابھی تک شاید اس میں!؟ آخر آپ کو کس طرح یقین دلایا جا سکتا ہے؟ کیا اپنی گردن کاٹ کر رکھ دوں آپ کے سامنے تب یقین کریں گے آپ؟

سعید:۔ نہیں زہرا، مجھے اتنا زیادہ شرمندہ نہ کرو، میں یقین دلاتا ہوں کہ اب تمہیں مجھ سے ہرگز کوئی شکایت نہ پیدا ہوگی!۔۔۔۔۔ لیکن کیا ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟

زہرا:۔ فرمایئے!

سعید:۔ (اِدھر اُدھر دیکھ کر) ہائیں ساگر کہاں گیا؟

زہرا:۔ وہ آپ کو خوں آشام دیکھ کر اتنا سہم گیا کہ فوراً بھاگ گیا۔ اب تو شاید وہ وہاں پہنچ گیا ہو گا جہاں سے آیا تھا!

سعید:۔ اور میں نے دیکھا بھی نہیں؟

زہرا:۔ آپ تو میری خبر لینے میں اتنے منہمک تھے کہ دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے!

سعید:۔ (ہنس کر) ہاں یہی بات تھی!

زہرا:۔ لیکن آپ کچھ کہہ رہے تھے؟

سعید:۔ ہاں یہ کہ ساز اس وقت تمہارے پاس کیوں آیا تھا؟

زہرا:۔ پھر وہی باتیں؟ گویا اب تک آپ کے دل میں میری جانب سے بدگمانی موجود ہے؟

سعید:۔ بخدا نہیں، یونہی ایک سوال کر رہا ہوں!

زہرا:۔ لیکن اس کا جواب اس وقت نہیں دے سکتی!

سعید:۔ اس وقت کے کیا معنی؟

زہرا:۔ بات یہ ہے کہ آپ سے اپنی کوئی بات چھپانا گناہ سمجھتی ہوں ضرور بتادوں گی، وہ کیوں آیا تھا؟ اور میں اس سے کیا باتیں کی تھیں لیکن ہر بات کا ایک وقت اور موقع ہوتا ہے، اس وقت بتانا مصلحت کے خلاف ہے! ـــــ کہہ رہی ہوں نہ پوچھیئے!

سعید:۔ اچھا نہیں پوچھتا ـــــــــــ اب اجازت دو رات بہت بیت گئی تمہیں بھی نیند آرہی ہو گی!

زہرا:۔ ہاں جایئے، لیکن ایک بات کا خاص طور پر آپ کو خیال رکھنا چاہیئے،

سعید:۔ وہ کون سی بات ہے جس کا مجھے خیال رکھنا چاہیئے،

زہرا:۔ یہ کہ یہاں میرے پاس کبھی ناوقت نہ آیئے،

سعید:۔ یہ کیوں؟

زہرا:۔ اس لئے کہ اگر آپ زیادہ آتے رہے یا ناوقت آئے اور کسی نے دیکھ لیا تو پھر میں آپ سے اتنی دور کر دی جاؤں گی کہ شاید ہم پھر کبھی نہ مل سکیں، احتیاط اور دوراندیشی کا تقاضہ یہی ہے!

سعید:۔ (خوش ہو کر) زہرا تم جو کہو گی، میں وہی کروں گا! *

۲۷

بیچاری عابدہ!

زہرا سے جب سعید رخصت ہوا، تو ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے کوئی شرابی پاؤں کہیں رکھتا تھا کہیں پڑتا تھا۔ کئی سال کی ریاضت شاقہ کے بعد اب زہرا اس کی ہوگئی تھی۔ ابتک تو زہرا کو جبر اور جور سے حاصل کرنے کی تدبیریں سوچا کرتا تھا، لیکن آج کی گفتگو نے ثابت کر دیا کہ جبر و جور کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ؎

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی!

——وہ خود بھی محبت کا جواب محبت سے دینے پر مجبور ہوگئی ہے!

یہی باتیں سوچتا انہی خیالات میں مگن وہ اپنے کمرہ میں آیا، روشنی گل کی اور بستر پر لیٹ گیا، وہی نیند جو اب تک روٹھی ہوئی تھی، اب آکر اس کے پاؤں دابنے لگی اس کی آنکھوں میں جاگزیں ہوگئی، اب وہ بے فکر تھا، آسودہ تھا، خوش تھا مطمئن تھا، اور سونے کی تیاریاں کر رہا تھا یکایک اندھیرے میں اسے ایک سایہ اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا، وہ بڑے مضبوط دل کا آدمی تھا، لیکن نہ جانے کیوں اس سایہ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ سہم گیا۔ اس کا مضبوط دل زور زور سے دھڑکنے لگا، طرح طرح کے اندیشے اسے ستانے لگے آخر بڑی مشکل سے اس نے حواس مجتمع کئے اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا "کون ہے؟"

وہ سایہ بالکل قریب آ گیا، اور اس کے کانوں میں آواز آئی،

"عابدہ!"

اب سایہ بالکل قریب آ چکا تھا، سعید اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے عابدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر محبت بھرے لہجہ میں کہا۔

سعید:۔ عابدہ تم؟ اس وقت؟

عابدہ:۔ جی ہیں، زمانہ کی ستائی، قسمت کی ماری آپ کے در پر اسی وقت حاضر ہو سکتی تھی، سو آ گئی، اگر میرا آنا گوار ہوا ہو تو واپس چلی جاؤں؟

سعید:۔ کیسی باتیں کرتی ہو عابدہ، بھلا تمہارا آنا اور مجھے ناگوار ہو گا، ایسا ممکن ہے؟

عابدہ:۔ میں تو اب ایسا ہی سمجھنے لگی ہوں،

سعید:۔ غلطی تم سے بھی ہو سکتی ہے، اگرچہ تم بڑی اچھی آدمی ہو،

عابدہ:۔ آج میں آپ سے لڑنے آئی ہوں، فیصلہ کرنے آئی ہوں!

سعید:۔ (ہنس کر) اگر تم لڑنے آئی ہو تو میری گردن جھکی ہے، اگر تم فیصلہ کرنے آئی ہو۔ تو اس کا حق میں تمہیں دیتا ہوں،

عابدہ:۔ میں اتنے دنوں سے یہاں محل میں پڑی ہوں، لیکن آپ نے جھوٹوں بھی نہ پوچھا، مر رہی ہوں یا زندہ ہوں؟

سعید:۔ عابدہ خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو، جو خلافِ حقیقت ہوں، ہر روز نہ جانے کے بار یاسر سے تمہاری خیریت دریافت کرتا ہوں!

عابدہ:۔ اگر واقعی آپ کو میرا اتنا ہی خیال ہے تو ملتے کیوں نہیں؟

سعید:۔ ہاں بظاہر یہ اعتراض بڑا وزنی ہے لیکن درحقیقت بودا!

عابدہ:۔ اس لئے کہ آپ کے پاس اس کا جواب نہیں ہے؟

سعید:۔ جواب ایک نہیں دس ہزار ہیں، تم کو میں یہاں ایک خاص مقصد سے لایا ہوں پہلے

حکایت ہجر و فراق بیان کرنے، افسانۂ محبت سننے اور سنانے کے لئے نہیں ــــ اس کام کے لئے تو ساری عمر پڑی ہے بلکہ سچ پوچھو تو اسی پر ہماری کامرانی شادکامی اور نشاط و مسرت کا انحصار ہے، اگر یہ کام نہ تو ہم کبھی ایک دوسرے سے نہ مل سکیں گے، اور اگر ہو گیا تو جانتی ہو کیا ہو گا؟

عابدہ:- میں نہیں جانتی!

سعید:- پھر ــــ اندلس کی حکومت سعید کے ہاتھ میں ہو گی اور اندلس کی ملکہ عابدہ ہو گی!

عابدہ:- بس ایسی ہی دل خوش کن باتیں کر کے آپ مجھے چپ کر دیتے ہیں،

سعید:- یہ حقیقت ہے ــــ ہماری ساری جد و جہد کیوں ہے؟ کس لئے ہے؟ عبدالرحمٰن الناصر کو زک دینے کے بعد میں عبداللہ کو تخت حکومت پر کیوں بٹھاؤں؟ خود کیوں نہ بیٹھوں اور جب یہاں کی عنانِ حکومت میرے ہاتھ میں ہو گی تو ظاہر ہے اس ملک کی ملکہ تم ہی ہو گی!

عابدہ:- جی بخشیئے اس اعزاز سے مجھے،

سعید:- یہ کیوں آخر؟

عابدہ:- میں ملکہ بننا نہیں چاہتی!

سعید:- پھر کیا بننا چاہتی ہو؟

عابدہ:- آپ کی خادمہ، آپ کی کنیز، آپ کی لونڈی ــــ مجھے کچھ نہیں چاہیئے، نہ دولت نہ ثروت، نہ محل، نہ لونڈی غلام نہ خزانۂ عامرہ، نہ حکومت، نہ بادشاہت،

سعید:- عجیب احمق ہو پھر کیا چاہیئے،

عابدہ:- وہ شخص جس کا نام سعید ہے میں اس دنیا پر اس کی نعمتوں اور لذتوں پر لعنت بھیجتی ہوں مجھے یہاں کی کوئی چیز مطلوب نہیں ہے، اگر آپ مل جائیں،

سعید:- مجھے تم سے کون چھین سکتا ہے؟ میں محبت سے نا آشنا تھا تم نے میرے دل میں اپنی محبت کی چنگاری سلگائی میں نے عشق کا صرف نام سنا تھا لیکن تم نے مجھے عشق کرنا

سکھایا، میں حسن و جمال کی کیفیت کا قدر شناس کبھی نہ تھا، لیکن تمہارے حسن نے مجھے متوالا اور دیوانہ بنا دیا جب یہ کیفیت ہے تو خود ہی سوچو میں تمہارے سوا کس کا ہو سکتا ہوں!

عابدہ :۔ بس تو میرے بن جایئے!

سعید :۔ بن کیا جاؤں؟ ہوں! عبدالرحمٰن الناصر کو زہرا سے وہ محبت نہیں ہے جو مجھے تم سے ہے!

عابدہ :۔ یہ نہ کہیئے، امیر المومنین زہرا کو بہت چاہتے ہیں!

سعید :۔ چاہتے ہوں گے لیکن مجھ سے زیادہ نہیں۔

عابدہ :۔ اتنا بڑا محل، اربوں روپیہ صرف کر کے انھوں نے صرف زہرا کی خوشنودی ہی کے لیئے تو بنوایا ہے!

سعید :۔ حکومت کی باگ میرے ہاتھ میں آجانے دو، اگر میں اس سے زیادہ شاندار محل تمہارے لیئے "قصر عابدہ" کے نام سے نہ تعمیر کرادوں تو میرا نام سعید نہ رکھنا!

عابدہ :۔ میرا سب سے بڑا محل آپ کی ذات ہے!

سعید :۔ تو پھر اسی پر قناعت کرو!

عابدہ :۔ لیکن کب تک؟

سعید :۔ بس یوں سمجھو کہ سارے بدن کی سوئیاں نکل چکی ہیں، صرف آنکھوں کی باقی رہ گئی ہیں یہ بھی بس اب نکلا ہی چاہتی ہیں!

عابدہ :۔ کتنے دنوں سے یہی سنتی چلی آرہی ہوں!

سعید :۔ بس اب صرف چند ہفتوں کی بات ہے ——— عابدہ میں محسوس کرتا ہوں میری وجہ سے تمہیں بہت سی کٹھنوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو تکلیف تم جھیل رہی ہو اس کا مجھے پورا پورا اندازہ ہے لیکن جس طرح رات کے بغیر دن نہیں نکلتا، اندھیرے کے بغیر اجالا نہیں ہوتا انشاء اللہ یہ دور ختم ہوگا اور ہم دونوں اپنی زندگی کا نیا اور شاندار دور بہت جلد شروع کر دیں گے! مجھ پر اعتبار کرو، میری محبت پر یقین کرو، وہ کون کون رات ہوتی ہے، جب تم میری آنکھوں میں

بسیرا نہیں لیتیں؟ وہ کون دن ہوتا ہے جب تم میرے دل میں متمکن نہیں ہوتیں؟ وہ کون گھڑی ہوتی ہے جب تمہاری یاد میری رفیق نہیں ہوتی؟ لیکن میری عابدہ اگر میں تمہیں ہمیشہ کے لئے حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو پھر یہ تکلیفیں، یہ دکھ، یہ مصائب جھیلنے ہی پڑیں گے!

عابدہ:- میں انکار تو نہیں کرتی صرف یہ کہتی ہوں کہ اب طبیعت اُکتا گئی ہے ان دکھوں کو جھیلتے جھیلتے

سعید:- جب تم اپنی حالت پر کڑھتی ہو تو خدا کے لئے ایک لمحہ کے لئے میری حالت پر غور کر لیا کرو!

عابدہ:- یعنی ——————؟

سعید:- میں کس طرح زندگی بسر کر رہا ہوں، کھاتا ہوں مگر لطف نہیں آتا۔ تفریحوں میں شریک ہوتا ہوں لیکن بددلی سے، خلیفہ کے دربار میں جاتا ہوں، لیکن جی چاہتا ہے بھاگ کھڑا ہوں ——

عابدہ:- اور زہرا کو جب گانے سکھائے جاتے ہیں تب کیا کیفیت ہوتی ہے؟ سچ سچ کہیئے گا، دیکھئے جھوٹ نہ بولئے گا کہے دیتی ہوں!

سعید:- جھوٹ کیوں بولوں؟ سچ کہتا ہوں سچ ہی کہوں گا!

عابدہ:- تو بتایئے پھر؟

سعید:- وہاں جاتا ہوں، اسے گانا سکھاتا ہوں صرف ایک فرض سمجھ کر ورنہ نہ جانے کیا بات ہے اس عورت سے مجھے کچھ وحشت سی ہوتی ہے، اب تم نے سچ پوچھا ہے تو بتانا پڑتا ہے کہ زہرا مجھ پر ڈورے ڈالنے کی کم کوشش نہیں کرتی ہے مسکراتی ہے خواہ مخواہ کی باتیں کرتی ہے گانا کم سیکھتی ہے۔ عشق و محبت کی باتیں زیادہ کرتی ہے، لگاوٹ کی باتیں۔ میں اوبھ جاتا ہوں ان باتوں سے، بلکہ کل تو بڑی نازک صورت پیدا ہو گئی تھی!

عابدہ:- کیا ہوا تھا؟

سعید:- ہوا یہ کہ زہرا صاحبہ گانا سیکھتے سیکھتے کہنے لگیں۔ یہ بتایئے آپ نے کبھی محبت بھی کی ہے کسی سے؟

عابدہ:- سچ؟ سچ کہئے!

سعید:۔ ہاں بھئی بالکل سچ!

عابدہ:۔ پھر آپ نے کیا جواب دیا؟

سعید:۔ میں نے صاف صاف کہہ دیا، ہاں محبت کرتا ہوں ایک دوشیزہ سے ——— یہ سنتے ہی چہرہ اتر گیا۔ بڑی بے دلی سے پوچھا کس سے؟ میں نے کہا ہے ایک شریف اور پاک دامن لڑکی، کہنے لگی، کچھ تو اتہ پتہ بتایئے، میں نے کہا وہ اپنے عاشق کے سوا کسی مرد سے باتیں نہیں کرتی، کسی کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش نہیں کرتی، کسی سے چاہ اور لگاوٹ کے پینگ نہیں بڑھاتی میں ایسی ہی عورت سے محبت کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں!

عابدہ:۔ یہ سن کر جل ہی تو گئی ہوں گی بیگم صاحبہ،

سعید:۔ اجی کچھ نہ پوچھو، کوئلہ ہو گئی جل کر،

عابدہ:۔ کیا جس عورت کو اس کا عاشق اتنا چاہتا ہو کہ اسے لونڈی سے ملکۂ عالم بنا دے وہ بھی بدراہ ہو سکتی ہے؟

سعید:۔ ہے جو ——— اجی ان باتوں میں فطرت پر انحصار ہوتا ہے، اگر فطرت خراب ہو تو وہ ہر حالت میں خراب ہی رہتی ہے۔ ایک تم ہو کہ عبداللہ کی محلسرا میں، اور خلیفہ کے محل میں بھی کوئی کوشش نہیں کرتیں!

عابدہ:۔ کیوں کریں ہمیں کیا ضرورت ہے؟

سعید:۔ وہی تو کہتا ہوں ایک وہ عورت ہے کہ اسے محل میں رہ کر بدنظری کی عادت ہے۔

عابدہ:۔ خدا بچائے ایسی عورتوں سے!

سعید:۔ ایسی عورتوں سے تو بزرگوں نے پناہ مانگی ہے!

عابدہ:۔ ہاں سچ تو ہے!

سعید:۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں میری ثابت قدمی پر یقین آیا یا نہیں؟

عابدہ:- مجھے شک کب تھا؟
سعید:- بس تو اب کبھی شکایت نہ کرنا، جاؤ اور جس طرح میں نے کہا ہے۔ اپنا کام انجام دیتی رہو!
عابدہ:- اس سے تو مجھے ذرا بھی انکار نہیں، اگر آپ کی خوشی اور خوشنودی مطلوب ہے تو یہ کیا جو کچھ بھی آپ کہیں گے کرنا ہی پڑے گا۔ اور خوشی سے کروں گی!
سعید:- میرا پروگرام اگر کامیاب ہو گیا تو دیکھ لوگی، چند ہی روز میں کیا سے کیا ہوتا ہے؟۔
— ہاں یہ تو بتاؤ وہ ڈبیہ جو میں نے دی تھی کہاں ہے؟
عابدہ:- میرے پاس ہے، آپ کی امانت ہے، اس لئے ہر وقت اپنے پاس رکھتی ہوں اس وقت بھی میرے پاس ہے۔ ایک مرتبہ میں نے اسے کھولا تھا۔ تو اس میں کچھ سفوف سا نظر آیا تھا، کوئی دوا ہے کیا؟
سعید:- ہاں —— اسے بہت احتیاط سے رکھنا۔ کبھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دینا۔ جب میں طلب کروں دے دینا!
عابدہ:- اس وقت چاہیئے، تو اس وقت حاضر ہے —— لیکن ہے کیا؟
سعید:- بڑے کام کی چیز ہے، —— اچھا اب تم جاؤ، ایسا نہ ہو کہ محل میں کسی کو معلوم ہو جائے کہ تم وہاں سے غائب ہو تو بنا بنایا کام بگڑ جائے!

(۰)

۴۸

بس صرف زہرا!

عابدہ کے جانے کے بعد سعید عجیب کشمکش میں مبتلا ہو گیا! وہی بات تھی،

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے!

ایک طرف عابدہ کی بے لوث محبت تھی وفاداری تھی اطاعت تھی، سپر افگندگی تھی دوسری طرف زہرا تھی جس کے حسن و جمال کا وہ پرستار تھا جس سے وہ کسی طرح دست بردار ہونے پر آمادہ نہیں تھا کبھی دل مشورہ دیتا کہ عابدہ کی ان وفاداریوں اور دلداریوں کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کو چاہا جائے، اس کی محبت قبول کر لی جائے ساری زندگی اسی کے لئے وقف کر دی جائے اور پھر دل یہ فیصلہ کرتا تھا، غلط ——— ایسا نہیں ہو سکتا، عابدہ زہرا کی خاک پا کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتی، عابدہ حسین ہے اور زہرا حسینانِ جہاں کی سرتاج ہے، عابدہ میں اطاعت ہے، فروتنی ہے، خاکساری ہے، زہرا میں رعنائی ہے، پندار ہے نخوت ہے اور میں اپنے دل کو کیا کروں، وہ اطاعت، فروتنی اور خاکساری سے پیار نہیں کرتا، وہ رعنائی، پندار اور نخوت کے آگے سر جھکاتا ہے!

نہیں میں زہرا کو نہیں چھوڑ سکتا، اس کی محبت سے دستبردار نہیں ہو سکتا، اس کا عشق

حاصلِ حیات ہے، اگر وہ نہیں اس کی محبت نہیں تو یہ زندگی بیکار ہے، پھر زندہ رہنے میں لطف کیا؟

لیکن پھر کروں کیا؟ کیا عابدہ کو چھوڑ دوں؟

نہیں یہ بھی نہیں ہو سکتا! عابدہ سے مجھے بہت سے کام لینے ہیں!

اگر وہ نہ ہوتی تو میں زہرا کو نہیں پا سکتا تھا! الناصر کے محل میں بار نہیں پا سکتا تھا!

حکم اور عبداللہ میں منافرت اور دشمنی نہیں پیدا کر سکتا تھا!

یاسر اور فقیہہ ابن عبدالبر کو اپنے دام میں اسیر نہیں کر سکتا تھا!

یہ سارے کارنامے، میرے نہیں عابدہ اور صرف عابدہ کے ہیں، اسے میں چھوڑ نہیں سکتا اسے مایوس نہیں کر سکتا، اس کا دل نہیں توڑ سکتا۔ اسے خفا نہیں کر سکتا، جب تک اپنا مقصد نہ حاصل کر لوں، جب تک زہرا کا مالک نہ بن جاؤں جب تک اندلس کی حکومت پر قبضہ کر لوں اس وقت تک عابدہ میرے لئے اتنی ہی ضروری ہے، جتنی ہوا جتنا پانی!

اور یہ سوچتے سوچتے کہ ایک دوسرا خیال اس کے دل میں کروٹ لینے لگا!

وہ یہاں افریقہ کے خاندان شاہی کی طرف سے ایک کارِ خاص پر مامور ہو کر آیا تھا۔ اس کے یہاں آنے کا مقصد یہ تھا کہ عبیدیوں کے لئے فضا ہموار کرے، لوگوں میں ان کی حمایت کا پروپیگنڈہ کرے اور اندلس کے عوام کو ان کے حملہ کے لئے آمادہ اور مستعد کر دے، لیکن جب سے اسے زہرا کا پتہ چلا تھا، جب سے زہرا سے اس نے باتیں کیں تھیں جب سے زہرا نے اس سے اپنی محبت کا اقرار کیا تھا، وہ سب کچھ فراموش کر چکا تھا، اب نہ اسے افریقہ یاد تھا، نہ صقلیہ، نہ اندلس صرف ایک فکر تھی کہ زہرا حاصل ہو جائے! — آہ، اس عشق میں — وہ سوچنے لگا — میں نے کیا کیا نہیں کیا، گھر چھوڑا، در چھوڑا، ملک چھوڑا، دوست احباب سے کنارہ کش ہوا۔ اپنی اصل تحریک سے غافل ہو گیا، آج اگر عبیدیوں کو پتہ چل جائے کہ میں ان کی تحریک کو فروغ دینے کے بجائے یہاں عشق بازی کر رہا ہوں تو یہ سر گردن پر سلامت نہیں رہ سکے گا، لیکن میں انہیں بھی دھوکا دے رہا ہوں، ان سے بھی فریب کر رہا ہوں، آخر اس کا انجام کیا ہوگا؟

کچھ بھی ہو انجام عشق نے مجھے جس راستہ پر ڈال دیا ہے اب اس سے منحرف ہونا میرے بس میں نہیں، زہرا کی خاطر میں سب کچھ کر سکتا ہوں، ہر دکھ جھیل سکتا ہوں ہر بدنامی قبول کر سکتا ہوں، لیکن اسے اور اس کے خیال کو چھوڑ دوں، یہ نہیں ہو سکتا، زندہ رہوں گا تو زہرا کو حاصل کر کے ورنہ پھر موت سے بہتر کوئی رفیق نہیں، مجھے نہیں چاہیئے ایسی زندگی جو بغیر زہرا کے ہو!

اور پھر وہ سوچنے لگا!

وہ حسرت پوری ہو گئی جو دل میں ایک عرصہ سے انگڑائیاں لے رہی تھی، میں زہرا کو چاہتا تھا اس سے عشق کرتا تھا۔ اس پر جان دیتا تھا، اور وہ مجھ سے نفرت کرتی تھی، بیزار تھی، مجھ سے، میرا ذکر نہیں سننا چاہتی تھی، میری صورت نہیں دیکھنا چاہتی تھی ! ــــ اور اب ؟

ابھی کل ہی رات کی تو بات ہے جب اس کی آنکھوں نے محبت کا اقرار کیا۔ اس کی بے زبانی نے اعتراف کیا کہ وہ محبت کرتی ہے سچی بات تو یہ ہے کہ محبت کبھی بے اثر نہیں رہتی، کیونکر ممکن تھا کہ میں تو اسے چاہوں اور وہ مجھ سے نفرت کرتی رہے بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ آبِ حیات کا جام لب تک آجائے، اور ٹھکرا دیا جائے۔ زہرا میری محبت کی قدر کرنے لگے، اور میں اسے ٹھکرا دوں کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ننگِ انسانیت حرکت ہو سکتی ہے ؟

میں اب عبیدیوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، حکم سے، عبداللہ سے، الناصر سے، یاسر سے، سائر سے، کسی سے مجھے کوئی مطلب نہیں، مجھے صرف اپنی زہرہ سے مطلب ہے، میری زندگی کا مقصد اب صرف یہ ہے کہ اسے پوجوں، اسے چاہوں اور اس کا ہو رہوں، اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ غلط ہے، لغو ہے، مہمل ہے، یہی میرا ایمان ہے یہی میرا عقیدہ، یہی میری دنیا، یہی میری زندگی اور یہی میرا حاصل حیات! ــــ خدائی اور خدا سب کو بھول چکا ہوں، مجھے صرف ایک نام یاد ہے، اور وہ ہے ــــ زہرا ــــ!

۴۹

نیا عہد!

ادھیڑبن خیالات کے اسی طوفانی ہنگام میں سعید نے دیکھا کہ یاسر اس طرف آرہا ہے۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا، ضرور کوئی خبر ملے گی ممکن ہے امیر المومنین نے یاد فرمایا ہو، لیکن یہ کم بخت یاسر معلوم ہوتا ہے موت اس کے سر پر کھیل رہی ہے یہ زہرا کا بدترین مخالف ہے، اس کا دشمن ہے اسے زک دینے کی ذلیل و رسوا اور نام کرنے کی خلیفہ کی نظر سے اسے گرانے کی سرگرم کوششیں کرتا رہتا ہے، ہاں مانتا ہوں، اسے زہرا کے خلاف بھڑکانے میں میرا بہت بڑا حصہ ہے لیکن غلطی کس سے نہیں ہو سکتی، مجھ سے بھی ہوئی، مگر اس کا خمیازہ زہرا بھگتے یہ نہیں ہو سکتا اس کا خمیازہ یاسر ہی کو بھگتنا پڑے گا، اپنے علم نجوم کے زور سے کسی دن اس کے خلاف خلیفہ سے کوئی ایسی بات کہدوں گا کہ پھر زندگی سلامت رہنا مشکل ہو جائے گی مروّت اور رعایت کی حد ہو چکی، اب میرا اور یاسر کا ساتھ نہیں نبھ سکتا!

لیکن نہیں ــــ جب تک مرحلہ بالکل سر نہ ہو جائے اس کم بخت یاسر سے بگاڑنا.. ٹھیک نہیں، کھوٹا سکہ بھی کبھی کبھی کام آجاتا ہے ممکن ہے اس کی ضرورت پڑے حالات نہ جانے کیا رُخ اختیار کریں، مناسب یہی ہے کہ ابھی اس سے ربط ضبط قائم رہے!

اتنے میں یاسر بالکل قریب آگیا، سعید اس کے استقبال کو اٹھ کھڑا ہوا۔ بڑے تپاک اور گرمجوشی سے معانقہ کیا،

سعید:۔ خوب آگئے بھئی،

یاسر جی ہاں سنہ دیکھے کی محبت اسی کو کہتے ہیں!

سعید:۔یہ کیوں جناب؟ آخر اس بدگمانی کی وجہ؟ سبب؟ علت؟

یاسر:۔ہم نہ آئے تو آپ نے خبر بھی نہ لی، کچھ پاؤں میں مہندی تو نہیں لگی تھی، خود آگئے ہوتے کیا بگڑ جاتا؟

سعید:نہیں بھائی، مجھے غلط نہ سمجھو، میں ادھر کچھ ایسی ذہنی الجھنوں میں گرفتار رہا کہ بس نہ آسکا،!

یاسر:۔ سبحان اللہ آخر وہ ذہنی الجھنیں کیا ہیں؟

سعید:۔فکر مستقبل اور کیا؟

یاسر:۔اب بھی مستقبل کی فکر! الناصر کی ناک کے بال تو بنے ہوئے ہو؟

سعید:۔لیکن اس سے کیا ہوتا ہے یار، ان لوگوں کے بارے میں بالکل سچ کہا ہے کسی دل جلے نے کہ "دوگاہے بہ سلامے برنجند، وگاہے بہ دشنامے خلعت دہند!"

یاسر:۔ (ہنس کر) نہیں ہمارے مولانا امیرالمومنین ایسے نہیں ہیں

سعید اس وقت کیسے آنا ہوا؟ کیا امیرالمومنین نے یاد فرمایا ہے؟

یاسر:۔نہیں امیرالمومنین یہاں کہاں؟ وہ تو قرطبہ کے قلعہ میں تشریف فرما ہیں

سعید:۔(متحیر ہوکر) یہ کیوں؟

یاسر:۔ فرانس اور اطالیہ کے سفرا آئے ہیں، ان سے ملاقات اور بات چیت کے لئے وہی جگہ منتخب فرمائی!

سعید:۔لیکن عام طور پر تو ایسی تقریبات یہیں قصر زہرا میں منعقد ہوا کرتی ہیں

یاسر:۔ ہاں، لیکن اس مرتبہ وہ دہیں تشریف لے گئے ہیں،

سعید:۔ کب تک واپس آئیں گے؟

یاسر:۔ کل یا پرسوں تک آجائیں گے!

سعید:۔ کوئی اور تازہ خبر؟

یاسر:۔ خبر کیا! اس کم بخت زہرا نے ناطقہ تنگ کر دیا ہے، لیکن میرا نام بھی یاسر نہیں اگر اسے چھٹی کا دودھ نہ یاد دلا دوں، ایسا انتقام لوں گا کہ عمر بھر یاد کرے گی، آٹھ آٹھ آنسو روئے گی منھ میں کالک لگا دوں گا ——————— دیکھ لینا!

سعید:۔ (مسکرا کر) لیکن میرے بھائی کیوں خفا ہو اس قدر؟

یاسر:۔ باتیں ہی ایسی کرتی ہے؛

سعید:۔ کیا ہوا آخر؟

یاسر:۔ کل پھر عبداللہ صاحب کا پیامبر سائر آیا تھا!

سعید:۔ (انجان بن کر) سچ؟ واقعی؟

یاسر:۔ ہاں بھئی، میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا!

سعید:۔ پھر کوئی کارروائی کیوں نہیں کی؟ خاموش کیوں رہے؟

یاسر:۔ اس لئے کہ امیرالمومنین تشریف فرما نہیں تھے!

سعید:۔ تو اس سے کیا ہو سکتا ہے۔ محل کے نگہدار اور پاسبان تو تم ہی ہو!

یاسر:۔ لیکن خلیفہ کی عدم موجودگی میں، میں بالکل بے بس ہوں، سارے اختیارات اس عورت کے ہاتھ میں ہیں، اگر چوں بھی کروں تو وہ کان پکڑ کر نکال دے اور خلیفہ صاحب بھی اس کے فیصلہ کی اپیل نہیں سن سکتے!

سعید:۔ واہ بھئی یہ تو اچھی خاصی دھاندلی ہوئی!

یاسر:۔ اور کیا؟ ——————— لیکن امیرالمومنین کو آلینے دو، اگر عبداللہ اور سائر

کی داستان نمک مرچ لگا کر نہ سنائی، تب کہنا،

سعید:۔ اس سے کیا ہوگا؟

یاسر:۔ خلیفہ کی نظر سے گر جائے گی اول تو وہ اسے مار ڈالیں گے اور اگر جان نہ لی تو ذلیل کر کے محل سے ضرور نکال دیں گے

سعید:۔ ٹھیک ہے وہ اسی سزا کی مستحق ہے۔!

یاسر:۔ لیکن اس سلسلہ میں آپ کو میری مدد کرنی ہوگی!

سعید:۔ میں ہر خدمت کے لئے ہمہ وقت حاضر ہوں!

یاسر:۔ اگر خلیفہ علم نجوم کے زور سے معلوم کرائیں کہ زہرا اور عبداللہ کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے تو صاف صاف کہدینا کہ دونوں میں ناجائز تعلقات ہیں۔

سعید:۔ کہہ تو دوں، لیکن اس طرح دو بے گناہوں کا خون ہوگا میری گردن پر!

یاسر:۔ آپ ان دونوں کو بے گناہ سمجھتے ہیں؟

سعید:۔ میرے علم کا جہاں تک تعلق ہے ان دونوں میں ناجائز تعلقات نہیں ہیں!

یاسر:۔ پھر کیسے ہیں؟

سعید:۔ اس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے میرے لئے!

یاسر:۔ یہ کیوں؟ یہاں آپ کا علم بے کار کیوں ہوگیا؟

سعید:۔ میں معلوم کرسکتا ہوں، معلوم کرلوں گا لیکن ذرا دیر لگے گی، کچھ عملیات ہیں، جن کی تکمیل کے بغیر اس قسم کی باتیں نہیں معلوم ہوسکتیں!

یاسر:۔ خیر مجھے اس سے کچھ بحث نہیں میں تو خلیفہ سے یہی کہوں گا اور تمہیں میری تائید کرنا پڑے گی!

سعید:۔ یار یہ مشکل ہے جھوٹ نہ بلواؤ مجھ سے!

یاسر:۔ میری محبت، خلوص، دوستی اور رفاقت کا یہی صلہ ہے!

سعید:۔ لیکن اتنا بڑا مسئلہ ؟

یاسر:۔ اگر ضرورت ہو تو میں آپ کی خاطر جھوٹا حلف بھی اٹھا سکتا ہوں، اپنی گردن بھی کٹا سکتا ہوں، دنیا بھر سے لڑائی مول لے سکتا ہوں اور تم ذرا سا جھوٹ بھی نہیں بول سکتے ؟

سعید:۔ اچھا ایک بات کرو! آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو کچھ تم کہو گے اس کی میں تائید کروں گا۔ جو کچھ میں کہوں گا اس کی تم تائید کرو گے۔

یاسر:۔ (ہاتھ بڑھا کر) میں عہد کرتا ہوں، اور زندگی بھر اس پر قائم رہوں گا!

سعید:۔ لیکن تمہیں ایک رعایت مجھے دینی ہوگی!

یاسر:۔ کس قسم کی رعایت چاہتے ہو مجھ سے ؟

سعید:۔ یہ کہ میں علم نجوم سے واقف ہوں، علم رمل کا ماہر ہوں تم سے زیادہ قیافہ شناس ہوں۔ اگر کبھی۔ بظاہر تمہاری مخالفت کر دوں، تو اسے مخالفت پر نہ محمول کرنا!

یاسر:۔ خوب —— پھر اسے دوستی سمجھوں؟ تائید یقین کروں؟

سعید:۔ ہاں —— اور یہ میرا ذمہ میں اس بات کو سنبھال لوں گا، تم پر کسی طرح کی آنچ نہیں آنے پائے گی!

یاسر:۔ یاسر سعید کے بہت سے کرشمے دیکھ چکا تھا اور وہ اس سے عقیدت رکھنے لگا تھا اس نے کہا:

"مجھے منظور ہے"!

سعید نے کہا۔

"شاباش —— آج سے ہماری دوستی کا ایک نیا اور شاندار اور ہمیشہ قائم رہنے والا عہد شروع ہو رہا ہے آؤ مصافحہ کرو!

دونوں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر اس عہد کی توثیق کر دی!

(۵۰)

پھر وہی کنج تنہائی!

یاسر اب اس فکر میں تھا کہ کسی طرح ایک مرتبہ عبداللہ اور زہرا کو باتیں کرتے ہوئے اور دیکھ لے، اور الناصر کو لا کر وہاں کھڑا کر دے، اسے یقین تھا اگر ایسا ہو تو پھر زہرا کی خیر نہیں یا تو وہ فوراً ہلاک کر ڈالی جائے گی، یا ذلت و خواری کے ساتھ محل سے نکال دی جائے گی، اس فکر میں کئی دن گزر گئے۔ لیکن موقع نہ ملا، اتفاق کی بات کہ جس روز الناصر قرطبہ کے قصر سے سفر لئے فرانس والالیہ کے خیر مقدم اور ضروری تقریبات سے فارغ ہو کر قصر زہرا میں واپس آیا اسی دن عبداللہ اور زہرا کی پھر اسی کنج میں رات کے وقت بالکل تنہائی کے عالم میں ملاقات ہوئی۔ سائر کو آتے ہی جیسے یاسر نے دیکھا سمجھ گیا آج قسمت نے پانسہ میرے حق میں پھینکا ہے۔ اور اب، زہرا میرے جال سے سلامت نہیں نکل سکے گی، اس نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ محل کے کچھ لوگ یقیناً عبداللہ اور سائر سے ملے ہوئے ہیں، ورنہ کیوں کر ممکن تھا کہ یوں وہ آتا رہے، عبداللہ کو اپنے ساتھ لاتا رہے اور کنج میں تخلیہ کی ملاقاتیں ہوتی رہیں، اس نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ زہرا کے ساتھ ان لوگوں کو بھی قرار واقعی سزا ملے گی اور میری اس

وفاداری سے الناصر اتنا خوش ہوگا کہ غلام کا درجہ ختم ہو جائے گا، اور میں پھر اپنے اصلی مقام پر فائز ہو جاؤں گا۔ اس نے زہرا اور عبداللہ کو تخلیہ میں باتیں کرتے دیکھا تو تیر کی طرح سیدھا الناصر کے کمرہ میں پہنچا، جہاں وہ ابھی ابھی قصر قرطبہ سے واپس آکر کچھ ضروری کاغذات کے مطالعہ میں مصروف و منہمک تھا، یاسر پہنچا، اور حسب عادت ادب سے گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا، لیکن الناصر اس درجہ اپنے کام میں محو و مستغرق تھا کہ اس نے محسوس ہی نہیں کیا، کون آیا ہے اور کیوں کھڑا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد جب اس نے نظر اٹھائی تو یاسر کو سامنے کھڑا دیکھا، بغیر طلبی کے یاسر کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے محسوس کیا ضرور کوئی خاص بات ہے لیکن اپنی یہ کیفیت اس نے ظاہر نہیں ہونے دی بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا

الناصر:۔ کہو یاسر قصر کا کیا حال ہے؟

یاسر:۔ میرے آقا قصر کے تمام امور ٹھیک طور پر انجام پا رہے ہیں!

الناصر:۔ ہمیں تمہارے حسن انتظام سے توقع بھی یہی تھی!

یاسر:۔ ویسے بھی غلام اپنے فرائض میں غفلت کا مرتکب نہیں ہوتا لیکن جب امیر المومنین قصر سے باہر تشریف فرما ہوتے ہیں تو غلام اپنی ذمہ داریوں کو اور گراں بار محسوس کرنے لگتا ہے، دن کا آرام اور رات کی نیند اڑ جاتی ہے، کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا، صرف ایک ہی فکر رہتی ہے کوئی ایسی بات رونما نہ ہو جائے، جو امیر المومنین ذہنی اور قلبی پریشانی کی موجب ہو!

الناصر:۔ شاباش: شاباش ـــــ ہمیں یقین ہے ہماری عدم موجودگی میں ایسی کوئی بات رونما نہیں ہوئی ہوگی!

یاسر:۔ کاش اس سوال کا جواب غلام اثبات میں دے سکتا!

الناصر:۔ (پریشان ہو کر) کیوں؟ کوئی خاص بات رونما ہوئی!

یاسر:۔ وہی جس کا مشاہدہ امیر المومنین ایک مرتبہ کر چکے ہیں!

الناصر:۔ یعنی ——— ؟

یاسر:۔ وہی شہزادہ عبداللہ ———

الناصر:۔ اوہ میں سمجھ گیا ——— کیا وہ اب بھی یہاں آتا ہے؟

یاسر:۔ جی تشریف لاتے ہیں!

الناصر:۔ چوروں کی طرح، مجرموں کی مانند، دبے پاؤں؟

یاسر:۔ جی بالکل یہی کیفیت ہے!

الناصر:۔ اور زہرا؟ ——— کیا وہ اب بھی اس سے ملتی رہتی ہے؟

یاسر:۔ انکار کیوں کر کردوں میرے آقا؟

الناصر:۔ اور وہیں؟ اس کنج میں، رات کے وقت، تنہائی کے عالم میں؟

یاسر:۔ امیر المومنین روشن ضمیر ہیں، ان پر سب کچھ روشن ہے، ان کی زبان سے وہی الفاظ نکلے جو حقیقت ہیں، جو واقعہ ہیں!

الناصر:۔ (سر پکڑ کر) اُف کتنا بڑا سانحہ ہے!

یاسر:۔ بے شک، بہت بڑا سانحہ، بہت رنجدہ حادثہ!

الناصر:۔ یہ عبداللہ میرا بیٹا ہے، میرا لخت جگر ہے، میرا نور نظر ہے، اس میں محبت کرتا ہوں، اسے چاہتا ہوں، اس کی دلداری کرتا ہوں اور وہ اس کا صلہ یہ دے رہا ہے کہ میری حرم کو جو اس کی ماں کا مرتبہ رکھتی ہے اس طرح گناہ اور پاپ کے راستے پر ڈال رہا ہے!

یاسر:۔ یا امیر المومنین شہزادے صاحب نوجوان ہیں ———

الناصر:۔ برہم ہو کر تو اس سے کیا ہو سکتا ہے، نوجوان کے معنی یہ ہیں کہ ماں اور بہن میں امتیاز نہ کیا جائے؟ پھر اس میں اور ایک کتے میں کیا فرق ہے؟

یاسر:۔ بجا ارشاد ہوا ۔ —— لیکن غلام یہ عرض کر رہا ہے کہ وہ دنیا سے ابھی ناواقف ہیں۔ ——

الناصر:۔ غلط، مہمل، جھوٹ —— وہ تمہاری نظر میں اس بدمعاشی اور بیہودگی کے باوجود دنیا سے ناواقف ہے، اگر وہ ناواقف ہو کر یہ کچھ کر سکتا ہے تو پھر واقف ہو کر تو شاید قیامت برپا کر دے!

یاسر:۔ میرے آقا غلام کچھ اور عرض کرنا چاہتا تھا —— اس کا مدعا یہ تھا کہ وہ ابھی نوآموز ہیں، ناتجربہ کار ہیں ——

الناصر:۔ پھر وہی بکواس —— نہیں وہ نوآموز اور ناتجربہ کار نہیں ہے، وہ شیطانوں کا شیطان ہے۔ وہ بدمعاشوں کا بدمعاش ہے۔ یہ حرکتیں جو وہ کر رہا ہے میرا خیال ہے کوئی بڑے سے بڑا غنڈہ اور عادی مجرم بھی نہیں کر سکتا اور تم اسے ناتجربہ کار اور نوآموز سمجھ رہے ہو؛ حد ہو گئی حماقت کی!

یاسر:۔ میرے مالک، شاید غلام اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے ادا نہیں کر پایا،

الناصر:۔ (اٹھ کر) کیا ہے وہ مافی الضمیر؟

یاسر:۔ یہ کہ عورتیں ہی فتنہ و فساد کی جڑ ہوتی ہیں، مرد انہیں نہیں ورغلاتا وہ خود مردوں پر ڈورے ڈالتی ہیں!

الناصر:۔ (گردن ہلا کر) یہ تھا تمہارا مطلب —— ؟

یاسر:۔ جی —— خود غور فرما لیجئے، اگر جرم عبداللہ کا ہوتا تو زہرا اس کے محل میں اس سے ملنے جاتی، جرم چونکہ زہرا کا ہے، لہٰذا عبداللہ یہاں آتا ہے وہ اسے بلاتی ہے اس کی شہ پر ملازمین اس کی اور سائر کی آمد پر چشم پوشی سے کام لیتے ہیں!

الناصر:۔ میں ان لوگوں میں سے کسی کو زندہ نہیں رہنے دوں گا!

یاسر:۔ (خوش ہو کر) بجا ارشاد ہوا، یہ لوگ اسی سلوک کے مستحق ہیں، محسن کشوں اور

احسان فراموش، غداروں اور خود غرض ہوس پرستوں کا انجام یہی ہونا چاہئیے

الناصر۔ بے شک ــــــــ اور میں یہی فیصلہ کر چکا ہوں!

یاسر۔ بہت مبارک فیصلہ ہے،!

الناصر۔ میں چاہتا ہوں، ان لوگوں کو موقع پر گرفتار کروں ــــــــ

یاسر:۔ جی ــــــــ آج ــــــــ

الناصر:۔ اب جس دن یہ لوگ آئیں اور اس طرح ملیں، فوراً مجھے اطلاع دو، میں تمہارے ساتھ چل کر بچشم خود حالات کا معائنہ کروں گا، اور تقفیہ زمین برسر زمین کے مصداق وہیں اور اسی جگہ فیصلہ کر دوں گا،!

یاسر۔ غلام اس وقت اسی مقصد کے لیے حاضر ہوا تھا،!

الناصر۔ (چونک کر) کیا مطلب کیا عبداللہ محل میں آیا ہوا ہے؟

یاسر:۔ جی ہاں وہ تشریف فرما ہیں!

الناصر (غصہ سے) اچھا یہ جرأت ــــــــ اور زہرا وہ کہاں ہے؟

یاسر۔ وہیں! ــــــــ عبداللہ کے پاس، دونوں میں گھل مل کر باتیں ہو رہی ہیں!

الناصر۔ سچ کہتے ہو؛

یاسر۔ غلام اپنے آقا کے سامنے کس طرح جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ بالکل سچ عرض کر رہا ہوں،

الناصر۔ ہم چلیں گے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور وہیں ان دونوں کی گردن تلوار سے اڑا دیں گے ــــــــ یہ دونوں زندگی کے حق سے محروم ہو چکے ہیں، آج موت نے ان دونوں کو ایک جگہ کیا ہے!

یاسر: بجا ارشاد ہوا،

الناصر۔ ہماری تلوار کہاں ہے لاؤ،

یاسر:۔ (جلدی سے تلوار اٹھالاتا ہے) یہ حاضر ہے!

الناصر:۔ چلو —— کہاں ہیں وہ لوگ،

یاسر:۔ وہیں، اسی باغ میں، اسی کنج میں جہاں سے پہلے آپ نے دیکھا تھا،!

الناصر یاسر کے ساتھ روانہ ہوا، رات کافی آچکی تھی، محل کی اکثر خادمائیں اور کنیزیں سو چکی تھیں،!

الناصر اس طرح روانہ ہوا کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے یاسر سایہ کی طرح ساتھ ساتھ چل رہا تھا باغ کے دروازے پر پہنچے تو اسے بند پایا، الناصر نے کہا۔

الناصر:۔ دروازہ تو بند ہے شاید وہ لوگ اٹھ گئے!

یاسر نہیں میرے آقا، وہ لوگ یہیں موجود ہیں، وہ لوگ چور دروازے سے گئے ہیں ہم صدر دروازے سے داخل ہو رہے ہیں، کنجی میرے پاس ہے ابھی کھولتا ہوں۔

—— آئیے، دروازہ کھل گیا،

الناصر اور یاسر باغ کے اندر داخل ہوئے، دوایک طرف کچھ ہلکی ہلکی سی روشنی نظر آئی یاسر نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"بس وہیں مجلس جمی ہوئی ہے —— ایک طرف سائرہ ان دونوں کے سامنے، لیکن اتنے فاصلہ پر کہ گفتگو نہ سن سکے بیٹھا ہوا ہے، اور زہرا وعبداللہ راز و نیاز میں مصروف ہیں!

الناصر:۔ (دانت پیس کر) یہ ان دونوں کی آخری ملاقات ہے —— لیکن قبل اس کے کہ موت ان دونوں کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدا کر دے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی گفتگو بھی سن لیں!

یاسر:۔ میرے آقا اس کا انتظام بڑی خوبی سے ہو سکتا ہے، دیکھئے وہ اس کنج کے پاس ایک بہت بڑا درخت ہے ہم دونوں اس کی آڑ میں کھڑے ہو جائیں گے، وہ ہمیں نہ دیکھ سکیں گے، اور ہم ان کے اتنے قریب ہوں گے کہ بڑی آسانی سے گفتگو سن لیں گے۔

الناصر:۔ ہاں ٹھیک ہے چلو!

۵۱

پانسہ پلٹ گیا!

یاسر نے عبدالرحمٰن الناصر کو لے جاکر واقعی ایک ایسے درخت کے پاس کھڑا کر دیا کہ ان دونوں کی باتیں بہت آسانی سے سنی جاسکتی تھیں، یاسر الناصر دم سادھے سانس روکے کھڑے ہو گئے کہ زہرا اور عبداللہ اور سائر کو کسی غیر کی موجودگی کا شبہ نہ ہو، الناصر تلوار کی ٹیک لگائے درخت سے لگا کھڑا تھا زہرا عبداللہ سے کہہ رہی تھی،

زہرا:۔ عبداللہ: تم میری محبت سے ناجائز اور غلط فائدہ اٹھا رہے ہو، اب یہ نہیں ہوسکے گا!

عبداللہ:۔ نہیں، تم نہیں سمجھتیں، اگر میں نے تمہاری محبت کا صحیح اندازہ لگایا ہے تو تمہیں میرے راستہ کا پتھر نہ بننا چاہیئے، میری مدد کرنی چاہیئے میرا ساتھ دینا چاہیئے —— تخت خلافت میرا منتظر ہے،!

یاسر نے آنکھ کے اشارہ سے الناصر سے کہا،

ملاحظہ فرمایا آپ نے؟ —— یہ ہیں آپ کے فرزند سعادت مند، یہ ہے آپ کی محبوبۂ دلنواز، کس بے تکلفی سے محبت کا اعلان و اظہار ہو رہا ہے، کس اطمینان سے تخت خلافت پر قبضہ کی اسکیمیں بنائی جارہی ہیں، کتنی ڈھٹائی اور بے غیرتی سے آپ کی مملکت آپ کے محل میں، آپ کا نمک کھا کر آپ کے سہارے زندگی بسر کرکے یہ لوگ آپ ہی کو راستے

سے ہٹانے کا منصوبہ بنا رہے ہیں!

الناصر نے اس اشارہ کو سمجھ لیا، اس کی آنکھوں سے چنگاریاں برس رہی تھیں، اس کا چہرہ فورِ غضب سے تمتمایا ہوا تھا۔ اس کے پاؤں غصہ اور صدمہ کے باعث کانپ رہے تھے لیکن اس نے اپنے جذبات پر قابو پالیا اور انگلی کے اشارہ سے کہا خاموش ——— مجھے سننے دو، سن لینے دو، پھر وہی ہوگا جس کا فیصلہ کرکے میں آیا ہوں!

یاسر خاموش ہوگیا، لیکن دل میں بہت خوش ہو رہا تھا!

اسے یقین تھا انتقام کا وقت آگیا!

تھوڑی دیر میں شہزادہ عبداللہ اور زہرا کی گردنیں اسی باغ میں پھڑپھڑا رہی ہوں گی!

زہرا کے مرتے ہی تمام کی تمام ہو جائے گی، آج میں خلیفہ کی نظر سے اترا ہوا ہوں کل تمام کی یہی کیفیت ہوگی، میں پھر امیرالمومنین کی نظر پر چڑھ جاؤں گا، پھر میرا وہی دبدبہ اور طنطنہ ہوگا جو پہلے تھا۔

اور عبداللہ اور زہرا کی باتیں جاری تھیں!

زہرا:۔ کیا تم تختِ خلافت کے مدعی ہو؟

عبداللہ:۔ کیوں نہیں؟ ——— والد محترم نے ایک ایسے شخص کو ولی عہد بنایا ہے جسے دنیا کے مقابلہ میں عقبیٰ کی کوئی فکر نہیں۔ علم میں عمل میں شرافت میں، شجاعت میں کس چیز میں یہ خاکسار حکم سے کم ہے؟

زہرا:۔ تمہیں حکم پر بھی اعتراض ہے، نہ تم اس کی ولیعہدی چاہتے ہو، نہ باپ کی خلافت پر راضی ہو

عبداللہ:۔ بالکل نہیں؟

زہرا:۔ لیکن آخر کیوں

عبداللہ:۔ اس لئے کہ حکم نااہل اور نالائق ہے، اور میرا باپ ——— میرے باپ کی یہ حالت ہے کہ اس نے چند روز کے وعدہ پر عابدہ کو بلایا تھا اور اب وہ اس کے محل میں

اسیر ہے، بھائی اور باپ اگر میری ذرا سی خوشی بھی نہیں برداشت کر سکتے، پھر میں کیوں ان کا خیال کروں!

زہرا:۔ لیکن عبداللہ یہ تو سوچو بڑے بھائی کا حق فائق ہوتا ہے:

عبداللہ:۔ میں اسے نہیں مانتا، یہ اسلام کا حکم نہیں ہے کہ بڑی اولاد ہی کو اگرچہ وہ کتنی ہی نالائق اور نااہل کیوں نہ ہو ولیعہد بنایا جائے اور چھوٹی اولاد کو گو وہ کتنی ہی اہل اور قابل کیوں نہ ہو نظرانداز کر دیا جائے میں اس فیصلہ کے خلاف بغاوت کرونگا، اس فیصلہ کو بزور بازو تبدیل کرونگا

زہرا:۔ زور بازو کا مظاہرہ باپ کے مقابلہ میں کروگے؟

عبداللہ:۔ مجبوری ہے جب باپ خود مجبور کر دے تو بیٹا کیا کرے؟

زہرا:۔ لیکن تم سمجھتے ہو کہ اگر تم نے بغاوت کی تو کامیاب ہو جاؤ گے؟

عبداللہ:۔ ضرور کامیاب ہوں گا

زہرا:۔ یہ اندازہ کس طرح کیا تم نے یہ بھی تو بتاؤ!

عبداللہ:۔ اس لئے کہ رعایا کو میرے ساتھ ہمدردی ہے خصوصاً ابن عبدالبر جیسا زبردست اور ہمہ دان شخص میرا پشت پناہ ہے

زہرا:۔ لوگ اپنے خاندان کا نام روشن کرتے ہیں اور تم اپنے خاندان کو مٹانے پر تلے ہوئے ہو، کیا سعادت، شرافت اور شجاعت اسی کو کہتے ہیں؟

عبداللہ:۔ کچھ بھی ہو ـــ جب لوگ مجھے حکم پر ترجیح دیتے ہیں تو میں کیوں نہ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤں!

زہرا:۔ لیکن یہ تو سوچو کس سے مقابلہ کی ٹھانی ہے تم نے؟ ـــ باپ سے ـــ؟

عبداللہ:۔ ہاں ـــ اور یہ باپ وہ ہے جس نے میری خوشی چھین لی، میری مسرت لوٹ لی نشاط خاطر سے مجھے محروم کر دیا!

زہرا:۔ عقل کے ناخن لو عبداللہ، ایک عورت کے لئے تم باپ کے دشمن ہو گئے ہو؟ جس نے تمہیں پالا پوسا، شہزادہ بنا کر رکھا، تمہیں مال و دولت سے بے نیاز کر دیا!

عبداللہ:۔ معاذ اللہ میرا یہ مطلب نہیں ـــ قومی نقطہ نظر سے بھی یہ ضروری ہے والد محترم سے

مسند خلافت چھین لی جائے وہ ہرگز اس منصب بلند کے سزاوار نہیں ہیں،

زہرا: یعنی قوم بھی ان کی مخالف ہے؟

عبداللہ:۔ ہاں بہت زیادہ،

زہرا۔ لیکن کس جرم میں؟ کیا خطا سرزد ہوئی امیرالمومنین سے؟

عبداللہ:۔ (طیش میں آکر) بتاؤں؟ سن سکو گی؟

زہرا:۔ ہاں ضرور سنوں گی، بتاؤ،

عبداللہ:۔ انہوں نے عربوں اور بربروں میں افتراق پیدا کیا، انہوں نے عربوں کے فخر کو ختم کر دیا، انہوں نے خواجہ سراؤں کو وہ عروج دیا کہ عرب بھی ان پر رشک کرتے ہیں، انہوں نے فضول خرچی کا ریکارڈ قائم کر دیا، یہ محل بنایا، وہ قصر زریں تعمیر کر ڈالا، نئے نئے پل بنوا ڈالے، نئی نئی نہریں نکال دیں، مسافر خانوں اور سرائے کی تعمیر پر بے دریغ روپیہ صرف کر دیا، عجائب خانے بنا ڈالے، چڑیا گھروں کی بنیاد رکھ دی، حکومت کا سارا روپیہ انہی ذہنی تعیشات پر صرف ہوتا ہے، اس سے قوم اور ملک کو کیا فائدہ پہنچا ہے؟ دنیا والے واہ واہ کرتے ہیں، شہرت بڑھتی ہے لیکن قوم کو ملک کو، دین کو ملت کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا،

زہرا:۔ ٹھیک کہتے ہو!

عبداللہ غلط ہو تو ٹوک دیجئے، میں اپنی غلطی مان لوں گا!

زہرا:۔ اچھا امیرالمومنین کے جرائم کی فہرست ختم ہوگئی؟

عبداللہ:۔ سوچوں تو اور بھی بہت سے بیان کر سکتا ہوں، لیکن جتنے کچھ میں نے بیان

کر دیئے ہیں وہ بھی کچھ کم ہیں؟

زہرا: نہیں بہت زیادہ ہیں ——— اچھا اب میری ایک بات سنو، لیکن گوش ہوش سے!

عبداللہ: سن رہا ہوں فرمایئے!

زہرا: تمہیں یقین ہے کہ تم سے محبت کرتی ہوں؟

عبداللہ: ہے اور بہت زیادہ!

زہرا: اور اتنی محبت کیوں کرتی ہوں؟

عبداللہ: اس لئے کہ آپ کو یقین ہے میں بھی آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ کا لحاظ کرتا ہوں، آپ کا ادب کرتا ہوں، آپ کی بات مانتا ہوں!

زہرا: نہیں یہ کچھ نہیں میں اس لئے محبت کرتی ہوں کہ تم عبدالرحمٰن الناصر کے بیٹے ہو جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھے چاہتا ہے، اور جو اس دنیا میں سب سے زیادہ مجھے عزیز ہے!

عبداللہ: ہاں ہو سکتا ہے!

زہرا: تمہیں یاد ہے، ایک مرتبہ اور یہاں اسی طرح اسی وقت آئے تھے؟

عبداللہ: ہاں یاد ہے!

زہرا: اور تم نے عابدہ کے بارہ میں اپنا دکھڑا سنایا تھا؟

عبداللہ: جی ہاں یہ بھی یاد ہے!

زہرا: اور میں نے تمہیں نصیحت کی تھی کہ صبر سے کام لو، بڑے بھائی اور باپ سے دشمنی پر کمر نہ باندھو؟ ——— ٹھیک ہے نا؟

عبداللہ:۔ بالکل ٹھیک۔

زہرا:۔ اور پھر جانتے ہو کیا ہوا تھا؟

عبداللہ:۔ میں نہیں جانتا،

زہرا:۔ امیرالمومنین کو کسی میرے دشمن نے بتا دیا کہ تم چوروں کی طرح یہاں آئے تھے، باغ کے کنج میں میری اور تمہاری تنہا رازدارانہ اور پراسرار ملاقات ہوئی تھی ——

عبداللہ:۔ حیرت سے اچھا! واقعی؛

زہرا:۔ اور امیرالمومنین مجھ سے بدگمان ہو گئے، خفا ہو گئے، متنفر ہو گئے، انہوں نے بات چیت تک بند کر دی مجھ سے!

عبداللہ:۔ ارے میں نہیں جانتا، یہ کچھ ہو چکا ہے!

زہرا:۔ ہاں میں نے بدنامی گوارا کی، امیرالمومنین کی بدگمانی بھی برداشت کی ان کی طنز بھری باتیں بھی سن لیں، انہیں یہ نہ بتایا کہ تم کیوں آئے تھے۔ تم سے کیا بات چیت ہوئی تھی: جانتے ہو کیوں؟

عبداللہ:۔ بتایئے میں نہیں جانتا!

زہرا:۔ صرف اس لئے کہ تم میں اور امیرالمومنین میں بدمزگی نہ ہو، اگر وہ تم سے خفا ہو جاتے تو تم کہیں کے نہ رہتے، میں مرتبۂ محبوبیت پر فائز تھی، مجھے یقین تھا مجھ سے وہ ہمیشہ کے لئے برہم نہیں ہو سکتے!—— لہذا میں نے تم پر آنچ نہ آنے دی، اپنے اوپر اوڑھ لیا سب کچھ،!

عبداللہ:۔ میں شکر گزار ہوں، اس محبت کا، واقعی مجھے اندازہ نہ تھا کہ آپ میرے لئے اتنا کچھ کر سکتی ہیں!

زہرا:۔ اور اب میں تم سے اپنی اس محبت اپنے اس بچاؤ اور اپنے اس کارنامہ کا صلہ طلب کرتی ہوں!

عبداللہ:۔ جو کہیے، میں آپ کا خادم ہوں کسی حکم سے باہر نہیں،

زہرہ:۔ عہد کرو کہ اب ایسے ناپاک اور ذلیل خیالات تمھارے دل میں نہیں آئیں گے اب کبھی ایسی بات نہیں سوچو گے، زندگی بھر باپ کی اور بڑے بھائی کی اطاعت و فرمانبرداری کرو گے ان تمام لوگوں سے قطع تعلق کر لو گے جنھوں نے تمھیں باپ سے بغاوت کا مشورہ دیا تھا —— بتاؤ کرتے ہو وعدہ؟

عبداللہ:۔ اس تمام احترام کے باوجود جو میرے دل میں آپ کا ہے میں یہ بھلا کرنے سے قاصر ہوں،

زہرہ:۔ یعنی تم اپنی رائے پر قائم ہو؟

عبداللہ:۔ جی ہاں! اسلئے کہ میں نے سوچ سمجھ کر وہ رائے قائم کی تھی!

زہرا:۔ لیکن سوچ سمجھ کر جو رائے قائم کی جائے وہ بھی غلط ہو سکتی ہے!

عبداللہ:۔ میں اسے نہیں مانتا،

زہرا:۔ تم میرے اخلاص کا صلہ اسی نافرمانی کی صورت میں دوگے؟

عبداللہ:۔ کاش میں ایسا نہ کر سکتا!

زہرا:۔ نہیں تمہیں میرا کہنا ماننا پڑے گا' میری بات پر عمل کرنا پڑے گا تم غلط راستے پر جارہے ہو' اور میں اس راستے پر تمہیں نہیں چلنے دوں گی!

عبداللہ:۔ میں آپ کا حکم مان لیتا اگر غلط راستے پر چل رہا ہوتا لیکن میں جانتا ہوں کہ امیرالمومنین کے خلاف بغاوت کر کے میں ملک و قوم اور مذہب کی بہت بڑی خدمت انجام دوں گا!

زہرا:۔ مجھے تم سے یہ امید نہ تھی کہ اس طرح تم مجھے میری نظر میں ذلیل کرو گے کتنی امیدیں تھیں مجھے تمہاری ذات سے!

یہ کہکر زہرا رونے لگی لیکن عبداللہ پر کوئی خاص اثر نہ ہوا اس نے کہا "آپ نہ روئیے کاش میں آپکو خوش رکھ سکتا اس ایک بات کے علاوہ آپ جو کچھ کہیں گی اسکی دل و جان سے تعمیل کروں گا"

زہرا:۔ مجھے اس کے سوا کچھ اور نہیں کہنا ہے ——— عبداللہ اب تک میں تم سے استدعا کر رہی تھی التجا کر رہی تھی اب حکم دیتی ہوں کہ اس خیال خام سے باز آجاؤ!

عبداللہ:۔ افسوس ہے اس حکم کو بھی میں نہ مان سکوں گا!

زہرا:۔ تمہیں ماننا پڑے گا!

عبداللہ:۔ میں مجبور ہوں!

زہرا:۔ لیکن میں مجبور نہیں ہوں میں اپنے حکم کی تعمیل کرا سکتی ہوں' کراؤں گی!؟

یہ کہکر زہرا نے دستک دی اور دستک کی آواز سنتے ہی' ایک دوسرے کنج سے جو بالکل سامنے تھا دس مسلح غلام نمودار ہوئے اور سامنے آکر کھڑے ہو گئے!

زہرا نے عبداللہ اور سائر کی طرف اشارہ کر کے کہا "ان دونوں کو گرفتار کر لو"!

سائرتو کانپنے لگا اس نے ذرا بھی مزاحمت نہ کی اسکی گرفتاری بغیر کسی دشواری کے عمل میں آ گئی لیکن جب وہ مسلح غلام عبداللہ کے سامنے پہنچے تو اس نے کہا

"کیا تم مجھے پہچانتے نہیں؟ تم نہیں جانتے میں کون ہوں"؟

زہرا نے کہا۔

اگر یہ لوگ نہیں پہچانتے تو میں بتائے دیتی ہوں یہ ہیں شہزادہ عبداللہ امیرالمومنین عبدالرحمن الناصر کے فرزند دلبند لیکن میں حکم دیتی ہوں کہ اس شخص کو گرفتار کرلو اگر یہ ذرا بھی مزاحمت کرے تو اسے قتل کر دو تمہارے اس فعل کی ذمہ دار میں ہوں، تم پر کوئی الزام نہیں آسکتا تمھیں کوئی سزا نہیں مل سکتی تم کسی تعزیر وعقوبت کے مستحق نہیں قرار دیئے جاسکتے تم جو کچھ کر رہے ہو میرے حکم سے کر رہے ہو، کیا تمھیں تامل ہے میرا حکم ماننے میں؟

سب نے متفق اللفظ جواب دیا۔

"ہم کسی کو جانتے ہم آپ کے غلام ہیں اور تعمیل حکم اپنا فرض سمجھتے ہیں!

زہرا نے کہا۔

شاباش وفاداری کے معنی یہی ہیں —— بس اب دیر نہ کرو میں پھر کہتی ہوں عبداللہ کو گرفتار کرلو اور اگر یہ ذرا بھی مزاحمت کرے تو بے تامل اس کی گردن اڑادو!

یہ سنتے ہی وہ دسوں آدمی عبداللہ کی طرف لپکے زہرا کی باتوں سے عبداللہ کچھ اتنا ہراساں اور سراسیمہ ہوچکا تھا کہ ذرا بھی مزاحمت نہ کرسکا اس نے کچھ بھی مزاحمت نہ کی اور آن کی آن میں وہ ایک قیدی بن گیا!

عبدالرحمن الناصر، یہ سارا ماجرا دیکھ رہا تھا!

شروع میں اس پر برہمی اور غضب کی کیفیت طاری تھی لیکن جیسے جیسے گفتگو آگے بڑھی اس کا غصہ کم ہوتا گیا اور دلچسپی بڑھتی گئی یہاں تک کہ جب زہرانے مردانہ تیوروں کے ساتھ عبداللہ کی گرفتاری، ورنہ قتل کا حکم دیا تو وہ اپنی مسرت نہ دبا سکا بے ساختہ اس کے منہ سے جزاک اللہ نکل گیا لیکن اس وقت کچھ ایسی آپا دھاپی اور افراتفری کی کیفیت طاری تھی کہ کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور یاسر کا یہ عالم تھا کہ چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آئے گئے حواس باطل ہو رہے تھے الناصر نے یاسر سے چلنے کا اشارہ کیا اور ان سب کو اسی حالت میں چھوڑ کر یاسر کے ساتھ باغیچہ سے باہر نکل کر اس نے یاسر کے منہ پر ایک طمانچہ لگایا اور اپنے کمرہ میں جا کر لیٹ گیا! ٭

۵۲

قتل کا مشورہ!

یاسر خلیفہ کا طمانچہ کھا کر سیدھا سعید کے پاس پہنچا اسکا بدن کانپ رہا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے، سعید نے اس حالت میں اسے دیکھا تو گھبرا گیا اس نے کہا "کیا بات ہے یاسر تم اتنے پریشان اور آشفتہ حال کیوں نظر آ رہے ہو کیا کوئی خاص واقعہ پیش آیا؟

یاسر کی گھگی بندھی ہوئی تھی بڑی مشکل سے اس نے اپنے اوپر قابو پایا اور آج کی ساری داستان از اول تا آخر اسے سنا دی اور کہا۔

میں نے سوچا تھا آج زہرا کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن وہ نہ صرف بچ گئی بلکہ خلیفہ کی نظر میں اور زیادہ محبوب و معزز بن گئی" میں نے سوچا تھا میں اپنا کھویا ہوا اقتدار واپس لے لونگا خلیفہ کی نظر میں میری وقعت بڑھ جائیگی لیکن ہوا یہ کہ میں انکی نظر میں اور زیادہ ذلیل و رسوا ہو گیا اب کیا ہوگا؟

سعید یہ باتیں سن کر سکتہ میں آگیا اس نے یاسر کی تسلی اور دلدہی کرتے ہوئے کہا۔ کچھ فکر نہ کرو سب کچھ ٹھیک ہوگا ——— آخر میں کس مرض کی دوا ہوں تم نے ہر

موقع پر میرا ساتھ دیا ہے کیا میں اتنا بھی نہیں کرسکتا کہ امیرالمومنین کا دل تمہاری طرف سے صاف کر دوں ؟ جاؤ تم اطمینان کی نیند سوؤ اور اس معاملہ کو مجھ پر چھوڑ دو !

یاسر کے تن مردہ میں زندگی کی نئی رمق پیدا ہوئی اور وہ اپنی قیام گاہ پر واپس چلا گیا۔

یاسر کے جانے کے تھوڑی دیر بعد سعید بستر پر سونے کے لئے لیٹا ہی تھا کہ خلیفہ کا خادم ہانپتا کانپتا حاضر ہوا اس نے عرض کیا "امیرالمومنین نے آپ کو فوراً طلب فرمایا ہے"

یہ سن کر سعید پر ایک گھبراہٹ تو ضرور طاری ہوئی لیکن اس نے یہ کیفیت خادم پر ظاہر نہیں ہونے دی وہ کتاب نجوم بغل میں داب کر الناصر کے حضور میں پہنچا اس نے دیکھا کہ خلیفہ پر اسوقت اضطراب و اضطرار کی کیفیت طاری ہے وہ ٹہل رہا ہے کچھ سوچ رہا ہے اور کبھی کبھی زیر لب باتیں بھی کرنے لگتا ہے سعید خلیفہ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا خلیفہ نے کہا

الناصر:۔ تم آگئے۔؟

سعید:۔ عالی جاہ !

الناصر:۔ تمہیں یاد ہے آج سے کچھ روز پیشتر ہم نے تم سے کچھ دریافت کیا تھا ؟

سعید:۔ جہاں تک غلام کو یاد پڑتا ہے زہرا اور عبداللہ کے بارے میں آپ نے دریافت فرمایا تھا ؟

الناصر:۔ ہاں ــــــ تم نے اپنے علم کے زور سے اب تک نہ بتایا کہ ان دونوں کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے ؟ ان دونوں کے مابین گفتگو کیا ہوئی تھی ؟

سعید:۔ جی ہاں ــــــ بات یہ ہے کہ ان تفصیلات کے معلوم کرنے کے لئے کچھ عملیات کی ضرورت تھی !

الناصر:۔ تو وہ کب پایۂ تکمیل کو پہنچیں گے !

سعید۔ میں ان سے فارغ ہوگیا،

الناصر۔ تو اب تم ہمیں بتا سکتے ہو ؟

سعید۔ جی ہاں اب اس سلسلہ میں آپ جو کچھ دریافت فرمائیں، میں سب کچھ بتا سکوں گا!

الناصر۔ تو بتاؤ زہرہ اور عبداللہ میں پھر کوئی ملاقات ہوئی یا نہیں ؟

یہ سنتے ہی سعید نے فوراً عود و عنبر سلگایا اپنی کتاب کو اس کے دھوئیں میں غسل دیا پھر کتاب کے اوراق اپنے اوپر جھلنے لگا اس کے بعد اس پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی، ڈراونی اور بھیانک سی کیفیت اور اس نے کہنا شروع کیا۔

"وہی کنج رات کا وقت، سائر کی موجودگی، زہرا سے رازدارانہ باتیں!"

الناصر۔ ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو، ابھی ابھی یہ تماشہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا! —— اب یہ بتاؤ زہرا اور عبداللہ کے تعلقات کی نوعیت کیا ہے؟

سعید۔ پاکبازانہ زہرا کی عصمت مآبی شک و شبہ سے بالاتر ہے! کیا آپ اس پر کچھ شبہ کرتے ہیں؟

الناصر۔ نہیں —— یہ بتاؤ ان دونوں کی گفتگو کا موضوع کیا تھا؟

سعید۔ (بھیانک صورت بنا کر) موضوع —— ؟ ایں یہ میں کیا سن رہا ہوں

عبداللہ تخت خلافت کا دعوے دار ہے!

زہرا اسے منع کر رہی ہے، روک رہی ہے!

سائر اس کے سامنے موجود ہے!

فقیہہ ابن عبدالبر عبداللہ کو بغاوت پر آمادہ اور مستعد کر چکے ہیں!

اور یہ یاسر! جو خلیفہ کے پہلو میں درخت سے لگا کھڑا ہے!
یہ بھی فتنہ کی جڑ ہے! لیکن نہیں امیرالمومنین کا مستقبل روشن ہے بشرطیکہ

الناصر:- کہو، کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ کس شرط سے میرا مستقبل روشن رہ سکتا ہے

سعید:- قتل ——— !

الناصر:- قتل ——— یعنی میں عبداللہ کو قتل کرا دوں؟

سعید:- ہاں ——— لیکن صرف عبداللہ ہی کو نہیں،

الناصر:- پھر اور کسے کسے قتل کروں؟

سعید:- ان تمام لوگوں کو جو اس سازش میں شریک ہیں جنہوں نے بغاوت کی اسکیم بنائی جنہوں نے حکم کو اور آپ کو قتل کرنے کی تدبیریں کیں جنہوں نے چاہا کہ آل مروان کی حکومت ختم ہو جائے!

الناصر:- لیکن وہ کون لوگ ہیں؟ ان کا نام بتاؤ؟ بلاشبہ ان لوگوں میں سے ایک بھی نہیں بچ سکتا سب کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا، بتاؤ عبداللہ کے سوا اور کون کون قتل کا مستحق ہے، ذرا بھی پروا نہ کرو، صاف صاف کہہ دو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ فتنہ کی جڑ قطع کر کے رہوں گا!

سعید:- عبداللہ، فقیہہ، ابن عبدالبر، سائر، یاسر، ان سب کو قتل ہو جانا چاہیئے!

الناصر:- میں سمجھ گیا واقعی فتنہ و فساد کے بانی مبانی یہی لوگ ہیں، یہ ہرگز نہیں بچ سکیں گے!

سعید:- لیکن میری ایک گذارش سن لیجئے!

الناصر:- کہو، تمھاری ہر بات ہم مانیں گے اس لیئے کہ تمھیں ہم نے سچا اور

کھلا پایا ہے!

سعید:۔ میری گذارش صرف یہ ہے کہ اس موقع پر آپ کو سنگ دل بن جانا چاہیئے، رحم و مروت اور خون کے رشتہ کی پروا نہیں کرنا چاہیئے میں آپکو متنبہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زندہ بچ گیا تو پھر آپ بھی زندہ نہیں بچیں گے ہم بھی زندہ نہیں رہیں گے آل مروان کا چراغ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بجھ جائے گا!

الناصر:۔ (سہم کر) نہیں ایسا نہیں ہوگا ان میں سے کوئی بھی نہیں بچ سکتا نہ عبداللہ نہ سائرہ نہ یاسر نہ ابن عبدالبر!

سعید:۔ بے شک یہی ہونا چاہیئے!

الناصر:۔ عبداللہ اور سائرہ تو گرفتار ہو چکے ہیں یاسر اور ابن عبدالبر کو بھی گرفتار کرتا ہوں"!

یہ کہکر اس نے دستک دی، فوراً کئی غلام نمودار ہو گئے، الناصر نے ان سے کہا" جاؤ ابھی فقیہہ ابن عبدالبر کو اس کے گھر سے اور یاسر کو اسی محل کے کسی گوشہ سے گرفتار کر کے لاؤ اور ہمارے سامنے پیش کرو"!

وہ لوگ ان دونوں کو گرفتار کرنے کیلئے چلے گئے اور سعید سوچنے لگا آج وہ تمام لوگ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے جن سے مجھے ذرا بھی خطرہ ہو سکتا ہے یہ عبداللہ ہر وقت میرا نام لیکر ایک فتنہ کھڑا کر سکتا تھا ابن عبدالبر بھی میرے تمام رازوں سے واقف تھا یاسر تو کہنا چاہیئے ہمراز اور دمساز تھا، یہی کیفیت سائرہ کی بھی تھی، وہ بھی اب میرے ہراز کا امین بن چکا تھا ان سب ہی کے مر جانے کے بعد ایک عابدہ رہ جائے گی اور دوسرا جوہر جو میرے اسرار سے میرے راز سے، میری سرگرمیوں سے واقف ہیں لیکن کوئی حرج نہیں، جہاں اتنے آدمی ٹھکانے لگائے جا سکتے ہیں وہاں یہ دو آدمی بھی بڑی آسانی سے کسی موقع پر ختم کر دیئے جائیں!

۵۳

فیصلہ کرلیا گیا

ابن عبدالبر اور یاسر کی گرفتاری کا حکم دے کر الناصر خاموش بیٹھ گیا۔ سعید بھی خاموش بیٹھا تھا لیکن اسکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے الناصر نے اسے باچشمِ پرآب دیکھکر کہا "کیا بات ہے سعید تم رو کیوں رہے ہو؟

سعید (اور زیادہ روتے ہوئے) میرے آقا میرے آقائے ولی نعمت'!

الناصر:۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

سعید:۔ امیر عبداللہ میرے آقا ہیں جب انکی موت کا تصور کرتا ہوں تو کلیجہ منہ کو آجاتا ہے ـــــ ہائے اتنا بڑا صاحب علم و فضل' اور ایسا غلط کار' ایسا معصیت شعار کاش کسی طرح انکی جان بخشی ہوسکتی'

الناصر:۔ ناممکن' یہ نہیں ہوسکتا' سانپ کو قبل اسکے کہ وہ اسے ڈسے ہلاک کردینا چاہیئے!

سعید:۔ میں جانتا ہوں آپ اپنا فیصلہ نہیں بدلیں گے اور ایمان کی بات یہ ہے کہ بدلنا بھی نہیں چاہیئے' حالات نے اتنی نازک صورت اختیار کرلی ہے کہ اب فیصلہ کُن اقدام کی ضرورت ہے اور خود آپ کے خاندان میں امیر معاویہ سے لیکر

عبدالرحمٰن الداخل تک ایسی صدہا مثالیں مل سکتی ہیں کہ خلفائے امویہ نے اپنے عزیزوں، دوستوں، ساتھیوں، رفیقوں، بھائیوں، اور رشتہ داروں کو اپنی اپنی حکومت اور اپنے اپنے جاہ و جلال کی سلامتی کیلئے موت کے گھاٹ اُتارا آپ عبداللہ کو چھوڑ دیں گے وہ آپ کو مار ڈالے گا تو جب یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ دو میں سے ایک کو مرنا ہے تو وہ کیوں نہ مرے جو اُبھرنا چاہتا ہے اور جو دوسرے اہل اور مستحق اور فائض خلافت کے قتل کا درپے ہے!

ناصر:۔ بے شک بے شک، میری بھی رائے یہی ہے، اسی لئے میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے کوئی نہیں بچ سکتا!

عبید:۔ بے شک امیرالمومنین ایسا ہی ہونا چاہیے!

ناصر:۔ میں نے اپنے کانوں سے عبداللہ کے الفاظ سنے ہیں۔ اسکے عزائم کی تفصیلات سنی ہیں، یہ باتیں اگر تم سنتے تو تمہارا خون کھولنے لگتا!

عبید:۔ اب بھی کھول رہا ہے، امیرالمومنین ورنہ میں اور بھلا شہزادہ عبداللہ کے قتل کا مشورہ دیتا جن کی محبت سے اب بھی میرا سینہ معمور ہے لیکن بڑے فائدے کے لئے چھوٹا فائدہ قربان کر دیا جاتا ہے، عبداللہ پر اگر ضرورت ہو تو میں اپنی جان قربان کر سکتا ہوں اور عبدالرحمٰن الناصر پر میں بے تامل عبداللہ کو بھینٹ چڑھا سکتا ہوں جب معاملہ یہاں تک آ جائے تو پھر سخت فیصلہ کرنا ہی پڑتا ہے اور اس فیصلہ پر چار و ناچار عمل ہی کرنا پڑتا ہے!

ناصر:۔ مجھے بھی افسوس ہے کہ ایسا سخت قدم اٹھا رہا ہوں لیکن کیا کروں اس کے علاوہ کوئی اور چارہ کار بھی نہیں ہے!

سعید:۔ بجا ارشاد ہوا،

الناصر:۔ ان لوگوں کو صبح ہوتے ہی موت کے گھاٹ اُتار دونگا اسی لئے اتنی رات گذارنے کے باوجود میں نے بستر راحت کی طرف توجہ نہیں کی کہ یہ گرفتار ہولیں۔

سعید:۔ لیکن امیرالمومنین غلام ایک گزارش اور بھی رکھتا ہے۔

الناصر:۔ کہو، ضرور کہو!

سعید:۔ غلام کی رائے یہ ہے کہ ان لوگوں کو ابھی چپ چاپ قتل کردیا جائے ۔!

الناصر:۔ یعنی کل کا انتظار نہ کیا جائے؟

سعید:۔ غلام کا مقصد یہی ہے!

الناصر:۔ لیکن اس میں مصلحت؟

سعید:۔ ان لوگوں کے قتل میں جتنی دیر ہوگی فتنہ و فساد کے امکانات تازہ رہیں گے زندہ رہیں گے پھر ایک بات اور بھی ہے۔

الناصر:۔ وہ کیا؟

سعید:۔ اگر یہ لوگ دن میں قتل کئے گئے تو بہت سے لوگوں کو بیچ میں پڑنے معاملہ کو دبا دینے کا سوال اُٹھانے کا موقع مل جائے گا۔

الناصر:۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے!

سعید:۔ لہذا غلام کی رائے یہ ہے کہ جیسے ہی ابن عبدالبر اور یاسر گرفتار ہوکر آئیں، سب کو اسی وقت گردن مارنے کا حکم سنا دیجئے!

الناصر:۔ ایسا ہی ہوگا!

سعید:۔ اور یہ بھی ہونا چاہیئے کہ ان کے قتل کے بعد ایک لوح جامع مسجد پر

آویزاں کردی جائے

ناصر۔ لوح کیسی

عبید۔ لوح کی عبارت یہ ہے !

"امیر عبداللہ خواجہ سراؤں کا سردار یاسر، فقیہا بن عبدالبر اور سائر آج رات امیر المومنین کے حکم سے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اس لئے کہ حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کر رہے تھے غداری کا جرم ان پر ثابت ہو چکا تھا، بغاوت کی تیاریاں انھوں نے مکمل کرلی تھیں، لہذا قبل اس کے کہ یہ کوئی اقدام کرتے کیفر کردار کو پہنچ گئے اس واقعہ سے دوسرے شر پسند عناصر کو سبق حاصل کرنا چاہیئے اور جان لینا چاہیئے کہ جب شہزادہ عبداللہ تک کی جان لی جاسکتی ہے تو پھر کوئی مجرم اور خاطی بھی رحم و رعایت کی توقع نہیں کرسکتا خاص طور پر صاحب النقرہ کو ہوشیار رہ جانا چاہیئے اگر وہ اپنی سرگرمیوں سے باز نہ آیا تو اس کا حشر بھی ایسا ہی عبرت ناک ہوگا!"

امیر۔ تجویز معقول ہے! ——— رات کافی آگئی ہے تم جاؤ آرام کرو اور صبح اٹھکر دیکھ لینا کہ یہ لوح فیصل کے دروازے پر آویزاں ہو جاتی ہے یا نہیں، میں جاگ رہا ہوں جیسے ہی یاسر اور ابن عبدالبر گرفتار ہو کر آئے عبداللہ اور سائر سمیت قتل کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری!

۵۴

قتل

سعید چلا گیا، اور اس کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد یاسر اور فقیہہ ابن عبدالبر گرفتار ہو کر آ گئے، خلیفہ نے ان میں سے کسی سے گفتگو نہیں کی، کمرہ سے باہر نکلا، جلاد کو بلایا اور اس سے کہا، کہ عبداللہ، سائرہ، یاسر، اور ابن عبدالبر کی ابھی گردن مار دو!"

یہ لوگ جلاد کے ساتھ باہر گئے، اتنے میں عبداللہ اور سائرہ بھی لائے جا چکے تھے، الناصر پھر اپنے کمرہ میں آ کر بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد جلاد نے آ کر اطلاع دی کہ حکم والا کی تعمیل کر دی گئی!

یہ سن کر خلیفہ بہت خوش ہوا، اس کا جی چاہا کہ زہرا کو بلائے، اس سے باتیں کرے اس کا شکریہ ادا کرے اور اس بدگمانی کی معافی مانگے جو اس کے دل میں پیدا ہو گئی تھی چنانچہ اس نے غلام کو حکم دیا کہ فوراً جا کر زہرا کو بلا لائے، زہرا عبداللہ کی گرفتاری کے بعد مطمئن ہو گئی تھی اور آرام سے سو رہی تھی اتنے میں غلام پہنچا اور اس نے خلیفہ کا یہ پیام پہنچایا، وہ یہ حکم سنکر گھبرا گئی، لیکن تعمیل حکم کے سوا چارہ کیا تھا۔ بستر سے اٹھی اور خلیفہ کے حضور میں پہنچ گئی، خلیفہ اس وقت بہت

مسرور بیٹھا ہوا تھا، اُسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا، التفات اور توجہ سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسند پر بٹھایا، اور یوں ہم کلام ہوا:

الناصر:۔ سب سے پہلے میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، پھر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں!

زہرا:۔ امیر المومنین کیا فرما رہے ہیں، میں ایک ناچیز لونڈی ہوں، شکریہ کیسا، اور معذرت کاہے کی؟

الناصر:۔ ہمیں تم سے بدگمانی ہو گئی تھی، لیکن آج کی باتیں سن کر، ہم مجبور ہو گئے کہ اپنی بدگمانی پر شرمندگی کا اظہار کریں، اور تمہاری بے لوث اور کھری محبت پر اپنے دلی شکریہ کا اظہار کریں،!

زہرا:۔ (متعجب ہو کر) آج کی باتیں سُن کر؟ کس قسم کی باتیں؟ میں نہیں سمجھتی!

الناصر:۔ وہی باتیں جو تمہارے اور عبداللہ کے مابین ہو رہی تھیں ——— !

زہرا:۔ (گھبرا کر) وہ باتیں آپ نے سن لیں؟ کہاں ——— کیسے؟

الناصر:۔ یہ کم بخت یاسر ہمیشہ سے تمہارا دشمن ہے ہمیشہ لگائی بجھائی کرتا رہتا ہے، اس نے آج پھر تمہاری شکایت کی اور کہا عبداللہ آیا ہوا ہے اور تم سے مصروف راز و نیاز ہے ہم اس کے ساتھ گئے اور ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو کر ساری باتیں سن لیں،

زہرا:۔ (محجوب ہو کر) جب آپ نے سب کچھ سن ہی لیا تو اب میں کیا عرض کر سکتی ہوں؟

الناصر:۔ اب تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں، یاسر بھی کیفر کردار کو پہنچ گیا، جو تمہارا دشمن تھا۔ اور عبداللہ، سائر اور ابن عبدالبر بھی جو سارے فتنہ کی جڑ تھے!

زہرا:۔ نہیں اور لوگوں کو چاہے جیسی سزا دیجئے، لیکن عبداللہ کو کچھ نہ کہئے،

الناصر:۔ کیوں ——— ؟

زہرا:۔ میں اسے سمجھاؤں گی، راہ راست پر آجائے گا، بھولا بھالا سادہ وہ معصوم لڑکا

ہے، دوسروں کے ورغلانے میں آ گیا،!

الناصر:- میں نے اپنے کانوں سے اس کی باتیں سُنی ہیں، وہ معافی کے قابل کب ہے؟

زہرا:- میں بھی اس کی ساری باتیں سُن چکی ہوں، اسے میرے اوپر چھوڑ دیجئے، میں ٹھیک کروں گی،!

الناصر:- کیا کرلو گی ؟

زہرا:- کہہ تو رہی ہوں راہِ راست پر لے آؤں گی !

الناصر:- لیکن کسے ؟

زہرا:- عبداللہ کو، اور کسے ؟

الناصر:- لیکن اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا !

زہرا:- یعنی ——— ؟

الناصر:- یہ لوگ اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے،

زہرا:- کیا سزا دی آپ نے، کچھ بتائیے بھی تو ؟

الناصر:- قتل، ہلاکت،!

زہرا:- (روتے ہوئے) میں یہ کیا سُن رہی ہوں میرے آقا ——— کیا عبداللہ ہلاک کر ڈالا گیا، قتل کر ڈالا گیا ؟

الناصر:- ہاں ——— وہ اسی سلوک کا مستحق تھا، وہ بھی اور اس کے ساتھی بھی ! -

زہرا:- نہیں آپ نے جلد بازی سے کام لیا، کس خبیث نے ایسا مہلک مشورہ دیا تھا آپ کو ؟ ہائے۔ آپ نہیں جانتے میں جانتی ہوں، عبداللہ کتنا نیک سعادتمند اور بھولا بھالا لڑکا تھا یہ آپ نے کیا کیا کہ اس کی جان لے لی ؟

الناصر: نہیں زہرا وہ اسی سلوک کا مستحق تھا!

زہرا: میں نہیں مان سکتی۔ اگر مجھے موقع ملتا، تو ضرور میں اسے راہ پر لگا لیتی، نہ جانے اس قدر جلد بازی کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی آپ کو؟ کیا صبح فیصلہ نہیں کیا جا سکتا تھا؟

الناصر: نہیں زہرا اس فیصلہ میں تاخیر و تعویق نہیں ہونی چاہیئے تھی، ورنہ معاملات اور بگڑ جاتے!

زہرا: کچھ بھی نہ بگڑتا!

الناصر: یہ ہم جانتے ہیں، تم نہیں جانتیں!

زہرا: آخر کتنے کیسے قتل کیا ہے آپ نے؟

الناصر: تمام مجرموں کو!

زہرا: یعنی عبداللہ کے سوا اور کون کون؟

الناصر: یاسر جو تمہارا دشمن تھا، سائرہ اور عبداللہ اور ابن عبد البر جو میرے دشمن تھے!

زہرا: ہا اب کیا ہو سکتا ہے؟

الناصر: کچھ بھی نہیں، جو کچھ ہوا یہی ٹھیک ہوا!

یہ کہہ کر الناصر نے وہ لوح زہرا کے سامنے رکھ دی، جو اس نے سعید کے مشورہ سے تیار کرائی تھی، اس میں صاحب النقمہ کے نام تنبیہہ و تہدید دیکھ کر وہ سہم گئی اس نے دل میں سوچا، واقعی حکومت بری بلا ہے، باپ بیٹے تک کو نہیں معاف کر سکتا، اس کا خون پی لیتا ہے، جب عبداللہ نہ بچ سکا۔ تو بھلا صاحب النقمہ میرا بھائی کیونکر بچ سکے گا۔؟

۵۵

دلِ مضطر!

روتی ہوئی زہرا واپس چلی گئی، اس کے جانے کے بعد الناصر نے محسوس کیا واقعی عبداللہ اور دوسرے لوگوں کو فوراً قتل کر کے اس نے جلد بازی سے کام لیا ہے، زہرا نے عبداللہ کے بارے میں اس کی سادگی، سعادت، معصومیت اور بھولے پن کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے تھے وہ اب الناصر کے کانوں میں گونج رہے تھے، عبداللہ کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی، وہ زہرا کو اس پر ملامت کر رہا تھا کہ وہ عبداللہ کا نام لے لے کر کیوں رو رہی ہے، اور اب خود اس کا یہ عالم تھا کہ تکیہ آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا!

عبداللہ کی جواں مرگی، اس کے دل میں نوک خنجر کی طرح چبھ رہی تھی، ابھی اس غریب نے دنیا کا دیکھا کیا تھا، ابھی وہ نوجوان تھا، یہی دن تھے زندگی بسر کرنے کے، زندگی کا لطف اٹھانے کے، لطف و مسرت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے؟

اسی طرح روتے روتے صبح ہو گئی، وہ بڑی مشکل سے اٹھا، نماز پڑھی اور پھر بستر پر آ کر دراز ہو گیا، اسے ایسا معلوم ہو رہا تھا، جیسے مہینوں کا بیمار ہے کمزوری اور نقاہت

نے اس کے دل کو ڈانوا ڈول کر رکھا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اب چند گھڑی کا مہمان ہے تھوڑی دیر میں روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے گی ،

آخر اس نے جب حالت زیادہ بگڑتی دیکھی تو اپنے معالج طبیب سلیمان تاج کو حاضری کا حکم دیا آتے وقت وہ اس لوح کو پڑھ چکے تھے جو عبداللہ وغیرہ کے قتل سے متعلق دروازے پر آویزاں تھی، لہٰذا انھیں خلیفہ کا مرض سمجھنے میں دیر نہیں لگی ، انھوں نے کہا ۔

سلیمان تاج :۔ امیرالمومنین کے دل و دماغ پر معلوم ہوتا ہے اس حادثہ کا بہت گہرا اثر پڑا ہے ،

الناصر :۔ ہونا ہی چاہیئے ، آخر عبداللہ میرا بیٹا تھا میں اسے چاہتا تھا ، کون باپ ہوگا ، جو اپنے بیٹے سے محبت نہ کرے ، یہ دوسری بات ہے کہ اس کا جرم بہت سنگین تھا ، اور اسی مناسبت سے میں سنگین تر سزا دینے پر مجبور ہو گیا ، لیکن دل کی یہ حالت ہے ، کہ ڈوبا جارہا ہے ، ایسا معلوم ہوتا ہے میں اب بچوں گا نہیں ، تھوڑی دیر کا مہمان ہوں ، !

سلیمان تاج :۔ نہیں آپ ایسا خیال نہ فرمائیں ، بے شک آپ کی نبض کمزور ہے ، اور دل پر بھی کمزوری کا اثر غالب ہے ، لیکن یہ عارضی کیفیت ہے ، اگر آپ چاہیں تو فوراً ختم ہو سکتی ہے ،

الناصر :۔ کس طرح ———— ؟

سلیمان تاج :۔ اپنا دل کسی اور طرف لگایئے ، اس حادثہ کو یکسر فراموش کر دیجیے ، کسی کو اجازت نہ ہو کہ اس بات کا ذکر بھولے سے بھی کرے !

الناصر :۔ یہ سب کچھ تو ممکن ہے ، لیکن دل کس طرف متوجہ کروں ؟ رہ رہ کر یہی خیال دل و دماغ پر مسلط ہو جاتا ہے آ کر !

سلیمان تاج :۔ موسیقی سے بڑھ کر غم غلط کرنے والی کوئی چیز نہیں ہے ، گانا سنیئے انشااللہ

حالت فوراً سنبھل جائے گی ،

الناصر:۔ موسیقی ——————؟

سلیمان تاج:۔ جی ہاں کیا آپ کو موسیقی سے دلچسپی نہیں ہے ؟

الناصر:۔ ہے اور بہت زیادہ ہے ، !

سلیمان تاج:۔ بس تو کسی مغنیہ کو طلب فرمایئے ، انشاءاللہ چند ہی راگ سننے کے بعد آپ اپنی حالت میں زمین آسمان کا فرق محسوس کریں گے !

الناصر:۔ اچھا —— تو میں عابدہ کو بلاتا ہوں ! ،

سلیمان تاج:۔ عابدہ ؟ —— کیا یہ کوئی نئی مغنیہ حرم سرا میں داخل ہوئی ہے ؟

الناصر:۔ ہاں —— یہ سعید وراق کی شاگرد ہے اور واقعی اس فن میں ماہر ہے ، !

سلیمان تاج:۔ جب آپ فرما رہے ہیں، تو ضرور ماہر فن ہوگی ، لیکن مجھے حیرت سعید وراق پر ہوتی ہے !

الناصر:۔ یہ کیوں ؟ اس میں حیرت انگیز بات کون سی ہے ؟

سلیمان تاج:۔ ایسا ہمہ دان آدمی میری نظر سے نہیں گزرا ،

الناصر:۔ ہاں ، بہت فاضل اور کامل آدمی ہے !

سلیمان تاج:۔ امیرالمومنین ، فاضل سا فاضل ، کامل سا کامل ، کون سا علم ہے جس میں وہ یگانۂ روزگار نہیں ؟ کون سا فن ہے جس وہ ماہر نہیں ؟ اس عمر میں ایسا یکتائے زمانہ آدمی میری نظر سے نہیں گزرا ۔ ایک موسیقی بچ رہی تھی ، آج معلوم ہوا ۔ کہ اس فن میں بھی طاق ہے !

الناصر:۔ کچھ نہ پوچھئے اس کی یہ شاگرد عابدہ حکیم ابونصر فارابی کا ایجاد کیا ہوا ، باجہ

قانون، اس خوبی اور کمال سے بجاتی ہے، کہ عرض نہیں کر سکتا!

سلیمان تاج :- واقعی ؟ ——— یہ تو عجیب و غریب باجا ہے!

الناصر :- ہاں سن چکا ہوں۔ اس میں ایسے راگ بھی ہیں کہ سننے والا ہنستے ہنستے لوٹ جائے اور ایسے بھی ہیں کہ سننے والے کی ہچکی بندھ جائے،

سلیمان تاج :- بس تو اس سے بہتر علاج آپ کے لئے میں کوئی اور تجویز نہیں کر سکتا، آپ عابدہ کو بلوایئے اور اس کا گانا سُنیئے!

طبیب اعظم سلیمان تاج تو یہ تجویز کر کے تشریف لے گئے اور الناصر نے خادم کو حکم دیا کہ جائے اور سعید سے کہے کہ عابدہ کو فوراً بھیج دے شاید اسی طرح دلِ مضطر کو قرار آجائے،!

۵۶

ہلاکت کا نسخہ!

خادم دوڑا دوڑا سعید کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ امیر المومنین نے آپ سے کہا ہے کہ عابدہ کو فوراً ان کی خدمت میں بھیج دیجیے، سعید نے دریافت کیا کیا بات ہے؟ اس نے طبیب سلیمان تاج اور الناصر کی باہمی گفتگو کی ساری روداد اُسے سنا دی اور کہا، امیر المومنین ان کا گانا سُن کر اپنی طبیعت کا رُخ بدلنے کی کوشش کریں گے۔

سعید نے کہا، میں سمجھ گیا، تم جاؤ میں عابدہ کو ابھی بھیجتا ہوں،

چنانچہ خادم کے جاتے ہی سعید سیدھا عابدہ کے پاس پہنچا، وہ سعید کو دیکھتے ہی کنول کی طرح کھل گئی اس نے کہا۔

عابدہ:۔ زہے قسمت کہ آپ میرے پاس تشریف لائے!

سعید:۔ کیوں اس میں تعجب اور حیرت کی کیا بات ہے؟

عابدہ:۔ یہ تو میں بھی نہیں جانتی، ہاں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ آپ کا آنا کچھ عجیب سا لگ رہا ہے، نہ جانے کیوں جی چاہتا ہے۔ آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھوں،

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

سعید نے عابدہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چوم لیا، اور بڑے محبت بھرے لہجہ میں کہا:

سعید:۔ عابدہ آج میں تمہیں ایک خوشخبر سنانے آیا ہوں، !

عابدہ:۔ ضرور سنایئے، آج امیر عبداللہ وغیرہ کے قتل کی جانکاہ خبر سن کر دل بہت مغموم ہے:

سعید:۔ ہاں وہ بڑا اچھا آدمی تھا، میرا محسن تھا، آقا تھا، اور آہ ابن عبد البرکتنا دلچسپ آدمی تھا، روتوں کو ہنسا دیتا تھا اور وہ بے چارہ سائر کتنا وفادار اور اطاعت گذار شخص تھا!

عابدہ:۔ ہاں بہت زیادہ!

سعید:۔ بھلا ایسے لوگ اب اس دنیا میں کہاں نظر آئیں گے؟

عابدہ:۔ لیکن آخر انھوں نے کیا خطا کی تھی کہ یوں قتل کر دیئے گئے؟

سعید:۔ کچھ نہیں!

عابدہ:۔ بلا قصور مار ڈالے گئے؟

سعید:۔ ہاں ـــــ ظالم اور سفاک شخص سے اور توقع بھی کیا ہو سکتی ہے، حد ہو گئی کم بخت المنصور نے اپنے بیٹے تک کا خیال نہ کیا، پھر ہمارا تمہارا کیا خیال کرے گا۔

عابدہ:۔ اور کیا، ہم لوگ کس شمار قطار میں ہیں، اسی لئے تو کہتی ہوں یہاں میرا جی نہیں لگتا، خدا کے لئے مجھ پہ اور اپنے اوپر رحم کیجئے، یہاں سے چل نکلیئے کہیں۔ ہم درگزرے اس محل کی زندگی سے!

سعید:۔ میری جان، یہی خوشخبری تو سنانے آیا تھا!

عابدہ:۔ لیکن آپنے دوسری دوسری باتیں شروع کر دیں، کہیئے کون سی خوشخبری سنا رہے تھے آپ؟

سعید:۔ یہ کہ اب انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں، !

عابدہ:۔ (خوش ہو کر) یعنی یہاں رہنے کا زمانہ گذر گیا ؟

سعید:۔ ہاں، ہاں !

عابدہ:۔ تو چلئے، پھر !

سعید:۔ اسی لئے آیا ہوں، !

عابدہ:۔ اپنا سامان لے آؤں جا کر ؟

سعید:۔ آج نہیں —— !

عابدہ:۔ پھر وہی آج نہیں، آخر پھر کب ؟ میری تو جان سوکھی جاتی ہے یہاں، للہ چلیئے !

سعید:۔ کل چلیں گے —————— دیکھو اتنا صاف اور واضح وعدہ میں نے تم سے کبھی نہیں کیا تھا، پھر سن لو، بس صرف آج یہاں رہنا ہے کل چلیں گے۔ کل کے بعد یہاں نہیں رہیں گے !

عابدہ:۔ (بے انتہا مسرور ہو کر) اعتبار کر لوں اس وعدہ کا ؟

سعید:۔ یہ وعدہ نہیں ہے عہد ہے !

عابدہ:۔ اچھا تو عہد پر بھروسہ کر لوں ؟

سعید:۔ ضرور —— مردوں کا عہد بودا نہیں ہوا کرتا !

عابدہ:۔ یہ میں جانتی ہوں، !

سعید:۔ تمہیں ابھی الناصر کے پاس جانا ہے !

عابدہ:۔ (سہم کر) یہ کیوں ؟ وہاں جا کر میں کیا کروں گی ؟

سعید:۔ وہاں جا کر، اسے اپنے گانے سے مسحور کرو گی، !

عابدہ :۔ نہیں میرا جی نہیں چاہتا، اس کے سامنے گانے کو،

سعید :۔ لیکن میری خاطر سے، کیا تم مجھ سے یہ وعدہ نہیں کر چکی ہو کہ میری خاطر اگر ضرورت ہوئی تو اپنی زندگی تک قربان کر دو گی ؟

عابدہ :۔ ہاں یہ وعدہ میں نے کیا تھا، اور اس پر اب تک قائم ہوں، چاہیئے تو ابھی امتحان لے لیجئے،

سعید :۔ امتحان اس کا لیا جاتا ہے جس پر اعتماد نہ ہو، یقین نہ ہو، بھروسہ نہ ہو، تم پر میں اتنا بھروسہ اور اعتماد کرتا ہوں جتنا خود اپنے اوپر نہیں کرتا !

عابدہ :۔ اچھا چلی جاؤں گی، !

سعید :۔ یہ سُن لو کہ آج کے بعد پھر کبھی تم وہاں جانے پر مجبور نہیں کی جاؤ گی۔ لہٰذا آج ایسا دل توڑ کر اپنے کمال فن کا مظاہرہ کرو کہ انتامر کے دل پر تمہارا سکہ جم جائے، !

عابدہ :۔ انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا ـــــ لیکن آج کے دن کی خصوصیت کیا ہے ؟

سعید :۔ خصوصیت یہ ہے کہ ہمارے یہاں قیام کا یہ آخری دن ہے، اس کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے، ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا، میں آؤں گا لیکن ابھی تمہیں تنہا جانا ہے

عابدہ :۔ کوئی مضائقہ نہیں چلی جاؤں گی !

سعید :۔ عابدہ ایک بات تو بتاؤ !

عابدہ :۔ فرمایئے !

سعید :۔ میں نے ایک دفعہ ایک چھوٹی سی ڈبیہ رکھائی تھی تمہارے پاس یاد ہے ؟

عابدہ :۔ جی ہاں خوب یاد ہے، اور میرے پاس اس وقت بھی موجود ہے !

سعید :۔ بس تمہاری انہی باتوں پر تو ہزار جان سے فریفتہ ہوں، بھلا اتنی فرض شناسی

کس میں ہو گی، اچھا یہ بتاؤ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس پڑیا میں ہے کیا ؟

عابدہ:۔ یہ میں نہیں جانتی!

سعید:۔ اچھا کھولو اسے،!

عابدہ:۔ (کھول کر) کھول لیا،

سعید:۔ کیا ہے اس میں ؟

عابدہ:۔ دو پڑیاں ——— کیا ہے ان پڑیوں میں ؟

سعید:۔ ایک خواب آور دوا ہے، اسے کھا لینے سے کئی گھنٹے تک آدمی بے خبر سوتا رہتا ہے!

عابدہ:۔ سمجھ گئی میں لیکن اس کا مصرف کیا ہے ؟

سعید:۔ مصرف یہ ہے کہ گانا سنانے کے بعد سلیمان کی دوا میں ایک پڑیہ ملا کر خلیفہ کو چٹا دینا تاکہ وہ گہری نیند آرام سے سو جائے!

عابدہ:۔ اچھا ——— اور وہ دوسری پڑیا کیا کروں ؟

سعید:۔ اسے تم کھا لینا تاکہ تمہیں بھی گہری نیند آجائے! اس طرح میں تمہیں بیمار ظاہر کر کے طبیب سلیمان تاج کے پاس لے جاؤں گا۔ اور وہاں سے ہوشیار کر کے اپنے ساتھ اس دیس میں لے جاؤں گا، جہاں ہم دونوں عیش، کامرانی اور نشاط کی زندگی بسر کریں گے، ہماری اس نئی زندگی میں پھول ہی پھول ہوں گے کانٹا کوئی نہ ہو گا! سمجھ گئیں!

عابدہ:۔ ہاں اچھی طرح، اب جاتی ہوں، آپ بھی وہاں آنے کی کوشش کیجئے گا!

سعید:۔ ضرور۔ ضرور! ؛

۵۷

دغا باز!

سعید اب اپنے راستہ کے کانٹوں کو ہٹا رہا تھا، اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جس طرح اور جس ذریعہ سے بھی ممکن ہو، اپنے اور زہرا کے راستہ سے ان تمام لوگوں کو ہٹا دے جو آئندہ چل کر کسی وقت بھی، مخالف بن سکتے تھے، یا ان کے معلومات سے دوسرے لوگ فائدہ اٹھا سکتے تھے یا ان کی واقفیت کبھی خطرہ کی موجب ہو سکتی تھی، آج اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عبدالرحمٰن الناصر اور عابدہ کا خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ اس کی اسکیم کے مطابق چند گھنٹوں کے اندر ان دونوں کو ختم ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن آدمی کچھ چاہتا ہے اور قدرت کی مرضی کچھ اور ہوتی ہے، ہوتا وہی ہے جو قدرت کو منظور ہو، جو اس کی مرضی ہو۔ آدمی کی ساری عقل، ذہانت، فراست، اور دور اندیشی ایسے موقعوں پر رائگاں ہو جاتی ہے اور وہ ہر طرح کے نقشے بنا چکنے کے باوجود ناکام ہو جاتا ہے، اس کی اسکیم فیل ہو جاتی ہے اور وہ بے بسی کے ساتھ، حالات و حوادث کا شکار ہو جاتا ہے، بالکل یہی صورت عبدالرحمٰن اور عابدہ کے ساتھ بھی ہوئی۔

عابدہ اور عبدالرحمٰن کو اپنی جگہ چھوڑ کر اب ذرا سعید کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ عابدہ کو رخصت

کر کے کیا کرتا ہے؟ وہ عابدہ کے رخصت ہوتے ہی زہرا کے ہاں پہنچا، وہ اس وقت مغموم اور متفکر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی اصل بات یہ ہے کہ اسے عبداللہ کی جوانا مرگی پر بہت افسوس تھا۔ وہ بار بار سوچتی تھی کہ خلیفہ نے اسے قتل کرنے میں ضرورت سے زیادہ جلد بازی سے کام لیا ہے، اس وقت بھی وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی، سعید کو آتا دیکھ کر وہ کچھ نہ بولی، سعید آکر بیٹھ گیا، کچھ دیر تو وہ بھی خاموش رہا، پھر اس نے کہا،

سعید:۔ کیا بات ہے آج میں تمہیں بہت زیادہ مضمحل اور افسردہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں؟ میر ہوتے تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارے لئے میں آسمان کے تارے بھی توڑ کر لا سکتا ہوں،!

زہرا:۔ میں زمین کی رہنے والی مخلوق ہوں مجھے تارے نہیں چاہئیں!

سعید:۔ کچھ خفا معلوم ہوتی ہو اس وقت؟

زہرا:۔ ہاں، ——— اپنی تقدیر سے !

سعید:۔ تقدیر سے؟ تم سے بڑھ کر خوش بخت کون ہو سکتا ہے۔ اس دنیا میں ——— ؟

زہرا:۔ میری خوش قسمتی کی دلیل اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ میرا بھائی اس شہر میں ہے اور میں اس کے دیدار سے محروم ہوں، بلکہ اب تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس کے قتل کا پروانہ صادر ہو چکا ہے، وہ قتل ہونے والا ہے، اسی محل میں اس کے لئے جلاد تلوار تیز کر رہا ہے۔ اور میں کچھ نہیں کر سکتی،!

سعید:۔ اس بے بسی کے کیا معنی؟

زہرا:۔ تو بتاؤ میں کیا کر سکتی ہوں؟

سعید:۔ اسے بچا سکتی ہو، ——— اس کا بال کون بیکا کر سکتا ہے؟

زہرا :۔ کیا تم نے امیرالمؤمنین کا اعلان نہیں دیکھا جس میں انھوں نے عبداللہ وغیرہ کے قتل کا ذکر کرکے، صاحب النقمہ یعنی میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اب وہ نہیں بچ سکتا، !

سعید :۔ ہاں میں نے پڑھا ہے، !

زہرا :۔ کیا تمہارا خیال ہے پھر بھی میں کچھ کر سکتی ہوں !

سعید :۔ یقیناً صرف تم ہی اسے بچا سکتی ہو، اسے موت کے منہ سے چھڑا سکتی ہو، اس کی زندگی اسے بخش سکتی ہو !

زہرا :۔ کاش ایسا ہوتا !

سعید :۔ یہی ہے ! اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ غلط ہے !

زہرا :۔ لیکن کیونکر ؟

سعید :۔ چلو اس کے پاس چلیں، وہیں بیٹھ کر مشورہ کریں گے !

زہرا :۔ تم مجھے سالم کے پاس لے جانا چاہتے ہو ؟

سعید :۔ ہاں کیوں کیا ہوا ؟ ——— کیا تم وعدہ نہیں کر چکی ہو اس کے پاس چلنے کا ؟

زہرا :۔ مجھے یاد ہے، وعدہ کر چکی ہوں،

سعید :۔ بس تو تیار ہو جاؤ پھر !

زہرا :۔ مشکل ہے ! بہت مشکل ہے، !

سعید :۔ یہ کیوں آخر ؟ آخر اس مشکل کا سبب کیا ہے ؟

زہرا :۔ میری کم ہمتی سمجھ لو، بزدل جو ٹھہری، عورت جو ہوں، !

سعید:۔ نہیں یہ بات نہیں ہے، بات کچھ اور ہی ہے!

زہرا:۔ وہ کیا بات ہے؟ کیا بات آئی ہے تمہارے ذہن میں!

سعید:۔ تم مجھ پر اعتماد نہیں کر سکتیں!

زہرا:۔ ہو سکتا ہے یہی وجہ ہو،

سعید:۔ لیکن کیوں؟ تم مجھے کب تک ٹھکراتی رہو گی؟ ذلیل کرتی رہو گی؟

زہرا:۔ یہ الزام تو بالکل بے بنیاد ہے، میں نے تمہیں کبھی ذلیل نہیں کیا،!

سعید:۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ تم میرے دل کو توڑ رہی ہو، میری محبت کی قدر نہیں کرتیں!

زہرا:۔ محبت؟ ——— وہ تو مجھے حاصل ہے،

سعید:۔ امیر المومنین الناصر کی ——— یہی کہہ رہی تھیں نا؟

زہرا:۔ ہاں ——— انھوں نے مجھ سے محبت کی، اور مجھے دنیا کی سب سے زیادہ خوش بخت عورت بنا دیا!

سعید:۔ محل بنا کر یا دولت دے کر؟

زہرا:۔ ہاں ایک ثبوت یہ بھی ہے،

سعید:۔ محبت کو روپے سے نہ تولو آج الناصر کا جو سلوک تم سے ہے، کل وہ بدل بھی سکتا ہے،!

زہرا:۔ کیوں بدل سکتا ہے؟

سعید:۔ اگر تمہارے بجائے کوئی اور عورت اسے پسند آجائے تو اس سے زیادہ شاندار محل اس کے لیئے بن سکتا ہے اس سے زیادہ دولت اس کی جھولی میں ڈالی

جا سکتی ہے!

زہرا:- یہ تو ہر شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے،

سعید:- کیا میرے ساتھ بھی؟

زہرا:- کیوں نہیں؟ ——— فرض کرو آج تم کسی عورت سے محبت کرتے ہو، کل کیا دوسری سے نہیں کر سکتے۔

سعید:- یہ کام دنیا میں ہر شخص کر سکتا ہے، لیکن سعید نہیں کر سکتا،

زہرا:- کیوں؟ ——— سعید میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں؟

سعید:- تم نہیں جانتیں تمہاری محبت میں کیسے کیسے پاپڑ میں نے بیلے ہیں، میں نے گھر چھوڑا، وطن چھوڑا، دنیا میں ترقیوں اور کامیابیوں کے دروازے میرے لئے کھلے ہوئے تھے، لیکن میں نے ان کی طرف رُخ بھی نہیں کیا!

زہرا:- مجھے کیا ضرورت ہے کہ تمہاری ان باتوں کی تردید کروں؟

سعید:- یہی نہیں میں نے تمہارے لئے جرم بھی کئے ——— سنگین، ہولناک اور لرزہ خیز جرم!

زہرا:- (کانپ کر، ڈر کر) تم نے جرم بھی کئے ——— تم نے؟

سعید:- ہاں میں نے!

زہرا:- لیکن میں نے تم سے کب فرمائش کی تھی کہ میرے لئے جرم کرو! میں تو جرم کے تصوّر سے کانپ جاتی ہوں،

سعید:- ہاں تمہارا دل نازک ہے، اور ہاں واقعی تم نے مجھ سے کبھی اس طرح کی فرمائش نہیں کی!

زہرا:۔ پھر میرا نام کیوں بیچ میں آرہا ہے؟

سعید:۔ اس لئے کہ وہ جرائم تمہارے لئے مجھ سے سرزد ہوئے!

زہرا:۔ میں نہیں سمجھی تم کیا کہہ رہے ہو؟

سعید:۔ تمہیں سمجھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، میں جو کچھ کیا، اگرچہ تمہارے لئے کیا لیکن تمہارے کہنے سے نہیں کیا، اپنی محبت اور الفت سے مجبور ہو کر کیا۔

زہرا:۔ میری محبت کبھی کسی سے یہ مطالبہ نہیں کرسکتی کہ وہ آدمی سے مجرم بن جائے،!

سعید:۔ لیکن مجھ سے تو کیا! —— بتاؤں تمہیں کیا کیا ہے میں نے تمہارے لئے؟

زہرا:۔ تم جو کچھ کہہ رہے ہو میں سُن رہی ہوں!

سعید:۔ تمہیں معلوم ہے، سائر، یاسر، ابن عبدالبر اور عبداللہ قتل کئے جا چکے ہیں؟

زہرا:۔ ہاں جانتی ہوں،!

سعید:۔ یہ سب کچھ میرے مشورہ سے ہوا، میں بانی مبانی ہوں ان لوگوں کے قتل کا!

زہرا:۔ (لرز کر) تم —— ؟

سعید:۔ ہاں میں —— کچھ اعتراض ہے تمہیں؟

زہرا:۔ واقعی بڑے خوفناک آدمی ہو!

سعید:۔ تمہاری محبت میں اس سے زیادہ خوفناک جرائم سرزد ہو سکتے ہیں مجھ سے،

زہرا:۔ تم بار بار میرا۔ اور میری محبت کا نام کیوں لیتے ہو؟

سعید:۔ اس لئے کہ ان کو قتل اسی لئے میں نے کرایا ہے کہ تمہاری خوشنودی حاصل کرسکوں!

زہرا:۔ لیکن نفرت کے سوا تم کچھ اور مجھ سے نہیں پا سکتے۔ کم بخت ان لوگوں کے قتل

سے تو میری خوشنودی کیونکر حاصل کرسکتا ہے ؟

سعید :- ضرور حاصل کرسکتا ہوں ـــــــــ لیکن پہلے میری سُن تو لو !

زہرا :- سُن رہی ہوں، دیکھنا ہے، اب کون سا نیا افسانہ تیرا ذہن رسا تراشتا ہے !

سعید :- جتنے سخت وسست الفاظ چاہو میرے لئے استعمال کرلو، لیکن میری محبت نہیں کم ہوسکتی بلکہ ان تلخ نوائیوں سے اس میں کچھ اور اضافہ ہو جاتا ہے !

زہرا :- مجھے تیری محبت کی ضرورت نہیں، ایسے خطرناک آدمی سے محبت کرنے کا میں تصور بھی نہیں کرسکتی !

سعید :- پھر رہی سختی، ارے بھئی سُن تو لو میں کیا کہہ رہا ہوں ! ؟

زہرا :- میں نے کب منع کیا ہے ؟ جو تیرا جی چاہتا ہے بک تو رہا ہے،

سعید :- تمہیں معلوم ہونا چاہیئے، تمہارے بھائی کی قیام گاہ سے اس کی سرگرمیوں سے اس کے ارادوں سے عبداللہ بھی واقف تھا، یاسر اور سائر بھی، اور فیحہ ابن عبدالبر بھی !

زہرا :- یہ کیسے جانا تم نے ؟

سعید :- ارے بھئی عبداللہ جس کھونٹے کے بل پر بچھڑے کی طرح اچھل رہا تھا وہ صاحب النعمۃ یعنی تمہارے بھائی کے سوا کون تھا ؟

زہرا :- اچھا واقف تھے ـــــــــ تو ؟

سعید :- مجھے اندیشہ ہوا، اگر خلیفہ نے سختی کی، تو یہ لوگ اس کا پتہ دیں گے اور ساری ذمہ داری اسی پر رکھ کر اُسے قتل کرادیں گے اور اپنی جان بچالیں گے، میں نے انھیں قتل کرادیا اور اسے بچا لیا، !

زہرا:۔ (کچھ سوچتے ہوئے) سچ کہتے ہو؟

سعید:۔ حلف لے لو، قسم لے لو!

زہرا:۔ اگر یہ بات ہے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرنے پر مجبور ہوں،

سعید:۔ صرف شکریہ ادا کروگی؟ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کیوں؟

زہرا:۔ اور کیا چاہتے ہو تم؟

سعید:۔ تمہاری محبت!

زہرا:۔ اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں دے سکتی!

سعید:۔ پھر کب دوگی جواب؟

زہرا:۔ سالم سے ملنے کے بعد!

سعید:۔ اور سالم سے ملنے پر تم آمادہ نہیں ہوتیں کسی طرح!

زہرا:۔ اپنی زندگی اور روح سے کون ہوگا جو ملنے سے انکار کردے!

سعید:۔ تو چلو!

زہرا:۔ میں نہیں جا سکتی، اسے لے آؤ یہاں کسی طرح!

سعید:۔ ناممکن ——— یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، اگر وہ یہاں آگیا، تو تم بھی نہیں بچا سکوگی اسے ——— پھر اس کا قتل ایک حقیقت بن جائے گا۔

زہرا:۔ تو مجھی کو جانا پڑے گا؟

سعید:۔ ہاں ——————— ہمت سے کام لو، مجھ پر اعتبار کرو! تھوڑی دیر کا تو معاملہ ہے مل کر فوراً واپس آجانا۔

زہرا:۔ اگر کسی نے مجھے نکلتے دیکھ لیا تو کیا ہوگا؟

سعید:۔ کوئی نہیں دیکھ سکے گا، یہ میرا ذمہ ـــــــ بھیس بدل کر چلو گی تو کون پہچان سکے گا تمہیں ؟

زہرا:۔ ہمیں آنے جانے میں کتنی دیر لگے گی ؟

سعید:۔ زیادہ سے تین گھنٹے!

زہرا:۔ اتنی دیر تو کچھ زیادہ نہیں، میری غیر حاضری بھی کچھ زیادہ نہیں محسوس ہو گی!

سعید:۔ یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں ـــــــ تو تیار ہو جاؤ پھر!

زہرا:۔ ابھی ـــــــ ؟ اسی وقت ؟

سعید:۔ ہاں اس سے بہتر وقت کوئی اور نہیں مل سکتا! رات بڑی پردہ پوش ہوتی ہے میں پھر کہتا ہوں، مجھ پر بھروسہ کرو اور یاد رکھو کوئی عاشق اپنی محبوبہ کو دھوکا نہیں دے سکتا، اس سے فریب نہیں کر سکتا، اسے مصیبت میں نہیں ڈال سکتا!

زہرا:۔ یہ تو ٹھیک ہے مگر نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگتا ہے، باہر جانے کے خیال سے۔!

سعید:۔ پہلی مرتبہ نکل رہی ہو اس لئے اور اس لئے بھی کہ عورت ہو۔!

زہرا:۔ اچھا کس طرح چلیں گے ہم لوگ ؟

سعید:۔ بھیس بدل کر تم بھی باہر نکلنا، میں بھی اسی طرح نکلتا ہوں، تمہارا خادم جوہر بھروسہ کا آدمی ہے تمہارے نزدیک ؟

زہرا:۔ ہاں اسے میری ڈیوڑھی میں ملازم ہوئے ابھی بہت کم مدت گذری ہے، لیکن واقعی اس کی وفاداری پر میں بھروسہ کر سکتی ہوں بہت اطاعت شعار اور خاموش آدمی ہے!

سعید:- تو اسے ساتھ لیتے چلیں گے، اب تو تمہیں اور زیادہ مطمئن ہو جانا چاہیئے،!

زہرا:- ہاں، اب میں مطمئن ہوں بالکل،!

اتنے میں جوہر سامنے آ گیا، سعید نے اس سے کہا،

" تیری مالکہ آج رات یہاں سے بھیس بدل کر تھوڑی دیر کے لئے باہر جائیں گی تاکہ اپنے ایک گم گشتہ عزیز سے مل سکیں، تو ان کے ساتھ ہو گا، میں رہنمائی کروں گا! کیا تیری وفاداری پر ہم دونوں بھروسہ کر سکتے ہیں؟

جوہر نے ——— سینہ پر ہاتھ رکھ کر کہا،

" بے شک ——— جوہر کی گردن کٹ جائے گی، لیکن وہ یہ نہیں گوارا کر سکے گا کہ اس کی مالکہ پر کسی طرح کی آنچ آئے!"

زہرا نے کہا۔

" جوہر ہمارے دل میں تمہاری جگہ ہے، تمہاری ان باتوں نے ہمارے دل میں، تمہاری قدر پیدا کر دی، صرف تین گھنٹہ کے لئے ہمیں باہر جانا ہے!"

جوہر نے جواب دیا،

" تین گھنٹہ کے لئے نہیں میں تو عمر بھر کے لئے آپ کا غلام ہوں، آپ کے اشاروں پر چلنا میری سب سے بڑی سعادت اور فخر ہے!"

سعید نے حکم دیا،

" تو بس فوراً تیار ہو جاؤ ہمیں ابھی چلنا ہے!"

———*———

۵۸

سنسان مقام!

سعید یہ پروگرام طے کر کے باہر چلا گیا، اس نے جوہر اور زہرا سے کہا، میں شہر پناہ کے باہر آپ کا انتظار کروں گا، وہاں ایک بہت بڑا درخت ہے اسی کے نیچے میں خچر پر سوار ملوں گا، دو خچر میرے ساتھ ہوں گے ان پر تم دونوں سوار ہو جانا، صرف آدھ گھنٹے کی مسافت ہے بہت جلد ہم لوگ پہنچ جائیں گے،

سعید کے جانے کے تھوڑی دیر بعد جب محل کی چہل پہل میں ذرا کمی آ گئی۔ تو زہرا بھی جوہر کے ساتھ بھیس بدل کر نکلی، جب تک محل سے باہر نہیں نکل گئی، اس کا دھڑکتا رہا، اور قدم قدم پر وہ ڈرتی رہی کہیں پہچان نہ لی جائے؟ کہیں کوئی دیکھ نہ لے؟ لیکن محل سے باہر نکلنے کے بعد اس نے اطمینان کا سانس لیا، اصل میں سالم کی جدائی اور محبت نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ جب سے اُسے یہ خبر ملی تھی کہ وہ زندہ ہے اس سے ملنے کے لئے وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے، سعید سے تو اسے کچھ خطرہ بھی تھا۔ کچھ دہشت بھی، کچھ ڈر بھی، لیکن جوہر کی رفاقت نے اس کے دل کو مطمئن کر دیا تھا، وہ اگرچہ نیا خواجہ سرا تھا لیکن ان چند دنوں میں اس

نے غیر معمولی اعتماد اپنی مالکہ کا حاصل کر لیا تھا!

یہ لوگ جب اس بڑے درخت کے نیچے پہنچے تو وہاں سعید اپنے خچر پر سواران کا منتظر کھڑا تھا، یہ دونوں بھی خچر پر بیٹھ گئے، زہرا کی زندگی اگرچہ محل میں خاتونِ حرم کی حیثیت سے بسر سے بسر ہو رہی تھی، لیکن وہ سواری اور شکار کی عادی تھی اور پھر خچر کی سواری گھوڑے سے زیادہ محفوظ اور آرام دہ ہوتی ہے چنانچہ یہ چھوٹا سا قافلہ ایک معلوم مگر غیر متعین منزل کی طرف روانہ ہو گیا،

کوئی ایک گھنٹے تک یہ لوگ اسی طرح خاموشی کے ساتھ چلتے رہے، قرطبہ نظروں سے اوجھل ہو گیا، اریاض کی سرحد آئی اور ختم ہوئی۔ آس پاس کی دوسری چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی دور رہ گئیں، مگر منزلِ مقصود نہ آئی آخر زہرا نے قفلِ سکوت توڑا، اور کہا،

زہرا:۔ آخر کب تک ہم اسی طرح سر جھکائے چلتے رہیں گے؟

جوہر:۔ ہاں سعید صاحب آخر ہماری منزلِ مقصود کب آئے گی؟

سعید:۔ اب آیا ہی چاہتی ہے،

زہرا:۔ تم تو کہتے تھے آدھے گھنٹے کا راستہ ہے،

سعید:۔ میں نے غلط نہیں کہا تھا!

زہرا:۔ لیکن ہمیں تو چلتے ہوئے ایک گھنٹے سے زیادہ ہو چکا ہے!

سعید:۔ یہ بھی ٹھیک ہے!

جوہر:۔ واہ بھئی، یہ بھی ٹھیک ہے، وہ بھی ٹھیک ہے، پھر غلط کیا ہے؟

سعید:۔ (ہنس کر) میاں جوہر خاصے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو،

جوہر:۔ جی شکریہ اس بندہ نوازی کا، میری تعریف بعد میں کیجئے گا، پہلے یہ بتایئے ہمیں

کہاں جانا ہے، اور وہ جگہ یہاں سے کتنی دُور ہے ؟

سعید:۔ ہم زہرا کے بھائی سالم سے ملنے جا رہے ہیں اور اس کی قیام گاہ اب یہاں سے بہت قریب ہے !

جوہر:۔ صبح ہوتے ہوتے پہنچ جائیں گے ہم اس جگہ ؟

سعید:۔ (مسکرا کر) پھر وہی شرارت، ارے خدا کے بندے بس اب پہنچا ہی چاہتے ہیں !

زہرا:۔ اب تو دو گھنٹے کے قریب ہونے کو آئے۔ آخر تم ہمیں بہلا پھسلا کیوں رہے ہو ؟

سعید:۔ پھر وہی بدگمانی ؟

زہرا:۔ لیکن بدگمانی کے اسباب کون پیدا کرتا ہے ؟ —— میں کہ تم ؟

سعید:۔ ہم ذرا چکر کے راستے آئے ہیں تاکہ کوئی ہمیں پہچان نہ لے !

زہرا:۔ ورنہ اب تک پہنچ بھی چکے ہوتے کیوں ؟

سعید:۔ اور کیا ۔ !

جوہر:۔ جناب ایک بات کان کھول کر سن لیجئے، !

سعید:۔ فرمائیے، سن رہا ہوں !

جوہر:۔ اگر دس منٹ کے اندر ہم منزل مقصود پر نہ پہنچ گئے تو پھر ہم اپنے خچروں کی باگ باگ موڑ کر اپنی اصلی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے !

سعید:۔ یعنی واپس چلے جاؤ گے ؟

جوہر:۔ واقعی آدمی آپ ذہین معلوم ہوتے ہیں، میرا مطلب یہی تھا، !

سعید:۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔

زہرہ:۔ نہیں جوہر سچ کہتا ہے، میں تو واقعی چلتے چلتے گھبرا گئی ہوں، کیا ساری رات اسی

طرح چلتے چلتے گذر جائے گی؟

سعید: نہیں ——— لو یہ دیکھو ہم پہنچ گئے!

سامنے ایک بھیانک سا کھنڈر تھا، یہاں پہنچ کر سعید نے خچر کی لگام کھینچ لی،

"یہ ہے ہماری منزل مقصود!"

زہرا اس بھیانک منظر کو اور اس بھیانک کھنڈر کو دیکھ کر سہم گئی!

"یہی ہے سالم کی قیام گاہ؟"

سعید نے جواب دیا۔

"ہاں ———!"

زہرا: وہ اتنی خوفناک جگہ رہتا ہے؟

سعید: وہ خود بھی تو خوفناک شخص ہے!

یہ کہہ کر سعید نے ایک سیٹی بجائی، فوراً کھنڈر کے کسی گوشہ سے ایک بڑا سا کتا بھونکتا ہوا برآمد ہوا۔ اور سعید کے قدموں پر سر رکھ کر لوٹنے لگا،

زہرا کا دل مطمئن ہو گیا کہ آخر وہ جگہ آگئی جہاں ہمیں پہنچنا تھا، کتا بار بار بھونکتا تھا، زہرا کو دیکھ کر وہ اور زیادہ بھونکنے لگتا تھا، لیکن سعید کی تھپکی اسے خاموش کر دیتی تھی، زہرا کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ کتا جوہر سے بھی مانوس نظر آرہا تھا، اس کی طرف دیکھ کر وہ ایک مرتبہ بھی نہیں بھونکا، بلکہ کبھی کبھی اس کے پاؤں پر بھی سر رکھ کر کھیلنے لگتا تھا۔ خود بخود زہرا کے دل میں سوال پیدا ہوا،

"کیا جوہر سعید کا آدمی ہے؟ اگر نہیں تو یہ اسے دیکھ کر گردن کیوں ڈال دیتا ہے اور مجھے دیکھ کر بھونکنے کیوں لگتا ہے؟" آخر وہ اپنے جذبۂ استعجاب کو ضبط نہ کر سکی، اس

نے سوال کر ہی لیا،

"جوہر کیا تم یہاں کبھی آئے ہو؟"

جوہر کی سٹی گم ہو گئی، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ جسے تاریکی کے باعث وہ نہ دیکھ سکی، لیکن اس کی گھبرائی آواز کو اس نے محسوس کر لیا وہ کہہ رہا تھا،

"نہیں میری ملکہ میں یہاں کبھی نہیں آیا!"

وہ بولی،

"پھر یہ کتا تم سے اتنا مانوس کیوں نظر آتا ہے؟"

جوہر بے انتہا ہوشیار اور کارگزار ہونے کے باوجود فوراً کوئی جواب نہ دے سکا سعید نے اس کی ترجمانی کی،

"چونکہ میں جوہر سے مخاطب ہوں، اس لئے وہ سمجھ رہا ہے یہ میرا خاص آدمی ہے۔ کتے ویسے بھی بڑے سمجھ دار ہوتے ہیں، اور یہ کتا تو خاص میرا تربیت یافتہ ہے، دیکھ لو اب تم پر بھی نہیں بھونکتا، میری ایک تھپکی نے اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ تم اجنبی نہیں ہو دیکھ لینا تھوڑی دیر میں وہ تم سے بھی اتنا ہی مانوس ہو جائے گا جتنا مجھ سے ہے،

جوہر اب تک خاموش تھا اور اس کی خاموشی سے زہرا کا شبہ اور زیادہ قوی ہو گیا تھا لیکن اسے مصلحت اسی میں نظر آئی کہ اس سوال کو یہیں ختم کر دے! ✤

(✤)

۵۹

دامِ فریب!

اس گفتگو کے بعد جوہر تو خچروں کو درختوں سے باندھنے میں مشغول ہو گیا۔ اور سعید نے سامنے کے ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زہرا سے کہا،

"آؤ چلیں!"

زہرا نے کوئی جواب نہ دیا ساتھ ہو لی، سعید نے جیب سے کنجی، اور دروازہ کا قفل کھولا۔ اندر داخل ہوئے تو دیکھا مکان بالکل خالی پڑا ہے، دو کمرے ہیں ایک کھوٹھڑی، ایک دالان اور چھوٹا سا صحن، دالان میں ایک فرش بچھا ہے، اس پر گاؤ تکیہ رکھا ہوا ہے، سعید نے فرش پر بیٹھتے ہوئے زہرا سے کہا،

"آؤ یہاں آرام سے بیٹھ جاؤ!

زہرا :۔ (بیٹھتے ہوئے) لیکن میں یہاں آرام کرنے نہیں آئی ہوں، سالم سے ملنے آئی ہوں، وہ کہاں ہے؟

سعید:۔ سالم۔ سالم بس یہی ایک رٹ لگا رکھی ہے تم نے!

زہرا:- تو اور کیا کروں ؟

سعید:- (شرمندہ ہوکر) میرا مطلب یہ ہے کہ ذرا دیر یہاں بیٹھ کر سستا لو، پھر اطمینان سے سالم کی باتیں کریں گے!

زہرا:- سالم کی باتیں تو بہت سن چکی ہوں میں تو اس سے ملنا چاہتی ہوں، اُسے دیکھنا چاہتی ہوں، آخر وہ کب آئے گا؟

سعید:- تم تو بہت جلد پریشان ہو جاتی ہو، کہہ رہا ہوں بیٹھ جاؤ ——— کچھ ہو جائے گا،

زہرا:- بیٹھی تو ہوں، ! اور کس طرح بیٹھوں، !

سعید:- تم اب تک مجھ سے بدگمان ہو، یہ ظلم کی انتہا ہے!

زہرا:- اور تم جو کچھ کر رہے ہو، یہ رحم ہے؟

سعید:- میں کیا کر رہا ہوں؟

زہرا:- پیاسے کو کنویں تک لے جاؤ، اور پانی نہ پلاؤ، یہ ظلم نہیں تو کیا ہے؟ کیا کہیں گے اسے؟

سعید:- اسے تو ظلم ہی کہیں گے، ——— لیکن میں تو پیاسے کو کنوئیں کے پاس لایا ہوں، اور پانی پلانے کا بندوبست کر رہا ہوں، !

زہرا:- مجھے ڈر ہے کہیں اس بندوبست میں ساری رات نہ بیت جائے، رات ختم ہونے سے پہلے ہمیں محل میں واپس پہنچ جانا چاہیئے، !

سعید:- ایسا ہی ہوگا، اطمینان رکھو ——— ابھی بہت رات باقی ہے!

زہرا:- تو خدا کے لئے اب مجھے زیادہ نہ ترساؤ ——— میرا سالم کہاں ہے؟ یا اُسے بلاؤ، یا مجھے اس کے پاس لے چلو!

سعید:- ابھی لو، !

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور باہر جانے لگا !

زہرا:- تم مجھے تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ میرا دل ہول رہا ہے ؟

سعید:- تم گھبراتی کیوں ہو؟ جب تک میں زندہ ہوں کوئی خوف تم پر غالب نہیں آنا چاہیئے، میں تمہاری سپر ہوں، میں تم سے محبت کرتا ہوں، اور زندگی کی آخری سانس تک نہ اس محبت سے دستبردار ہو سکتا ہوں، نہ تمہاری حفاظت اور نگہبانی کے خیال سے، —— تم بیٹھو، میں ابھی آیا !

زہرا:- لیکن جا کہاں رہے ہو یہ بھی تو معلوم ہو ؟

سعید:- سالم کے بارے میں معلوم کر آؤں وہ کتنی دیر میں آئے گا —— رات اس انتظار میں تو ختم نہیں ہونی چاہیئے، آخر تمہیں واپس جانا ہے، !

زہرا:- ہاں ٹھیک کہتے ہو، جاؤ، لیکن خدارا آجانا، !

سعید:- ابھی آیا، !

سعید چلا گیا، ! —— اور زہرا خیالات گوناگوں میں مصروف ہو گئی وہ یہاں آکر بہت پچھتا رہی تھی وہ محسوس کر رہی تھی کہ اس نے آکر غلطی کی، مہلک اور ناقابل تلافی غلطی، لیکن اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والا معاملہ تھا، نہ ٹھہر سکتی تھی، نہ جا سکتی تھی وہ اپنے اختیار اور بس میں کب تھی؟ وہ بالکل سعید کے رحم و کرم پر تھی، اس کی زندگی موت عزت، آبرو، ناموس، ہر چیز سعید کے قبضے میں تھی۔ وہ یہاں سے چند میل کے فاصلہ پر قرطبہ اور قصر زہرا میں اختیارات رکھتی تھی جو ایک خود مختار بادشاہ کو حاصل ہوتے ہیں اور یہاں وہ ایک قیدی تھی، اپنی بے بسی پر کڑھتے کڑھتے اس کی آنکھیں پُر آب ہو گئیں ،

لیکن یہاں کوئی ایسا بھی تو نہیں تھا، جو اس کے آنسو پونچھ لیتا، اسے اختیار تھا، جتنی دیر تک چاہے روئے اور جب تھک جائے تو رونا بند کر دے وہ اب سالم کی ملاقات سے مایوس ہوتی جا رہی تھی، یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی تھی کہ سعید نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا وہ اس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟

بڑی دیر گزر گئی مگر سعید نہ آیا، آخر جب انتظار کرتے کرتے وہ تھک گئی، تو اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی کہ دیکھے سعید آ رہا ہے یا نہیں، دروازے پر پہنچ کر اس نے آڑ سے باہر جھانکا۔ اور یہ دیکھ کر محوِ حیرت رہ گئی کہ سعید اور جوہر کھڑے ہوئے بے تکلف دوستوں کی طرح گھل مل کر باتیں کر رہے ہیں، اب اسے یقین ہو گیا کہ جوہر درحقیقت سعید کا آدمی ہے، وہ اس کے پاس بظاہر خواجہ سرا کی حیثیت سے ملازم تھا۔ لیکن درحقیقت سعید کا آوردہ اور جاسوس تھا، لیکن وہ کچھ بھی تھا۔ اب اس کی دسترس سے باہر تھا، یہ منظر دیکھ کر وہ سعید سے اور زیادہ متنفر ہو گئی، جوہر کے خلاف اس کے دل میں غم و غصہ بھرا ہوا تھا لیکن وہ بے بس تھی نہ کچھ کہہ سکتی تھی، نہ کر سکتی تھی، خاموشی سے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئی!

تھوڑی دیر کے بعد سعید آیا، زہرا نے انجان بن کر پوچھا:۔

زہرا:۔ سالم کا کچھ پتہ چلا؟

سعید:۔ ابھی چل جائے گا؟

زہرا:۔ اسی طرح رات بیتی جا رہی ہے اور تمہارا ابھی کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا!

سعید:۔ بس اب تھوڑی دیر اور توقف کرو، پھر سالم ہمارے سامنے ہوگا جی بھر کے اس سے باتیں کرنا، اپنی کہنا اس کی سننا، اور ٹھنڈی تھر زہرا واپس چلی چلنا!!

۶۰

جوہر کا قتل!

ان باتوں سے زہرا کی ڈھارس بندھی اس کی آنکھوں کے سامنے سالم کی تصویر پھرنے لگی وہ بیتابی کے ساتھ اس گھڑی کا انتظار کرنے لگی کہ سالم آئے اور وہ اس سے باتیں کرے اتنے میں باہر سے سیٹی کی آواز آئی سعید اُٹھ کھڑا ہوا، اس نے زہرا سے کہا۔

"آؤ چلیں، —— !"

وہ کھڑی ہو گئی "اب کہاں چل رہے ہو؟"

سعید نے بتایا "سالم کے پاس،!"

سالم کا نام سن کر وہ پھر بے بس ہو گئی، اور ایک معمول کی طرح اس کے ساتھ جانے پر رضامند ہو گئی،!

باہر نکلتے ہوئے اُس نے پوچھا۔

"کیا ہمیں کہیں اور جانا ہے کیا؟"

سعید نے جواب دیا "ہاں ہم سالم کے پاس چل رہے ہیں، آؤ تم تو خواہ دور از کار

باتیں کر کے وقت ضائع کر رہی ہو، ہمیں کشتی میں بیٹھ کر سالم کے گھر جانا ہے ۔"

زہرا نے پوچھا " کشتی میں بیٹھ کر ؟ ـــــــــ نہیں اب میں کہیں نہیں جاؤں گی، میں باز آئی سالم سے ملنے سے، تم تو مجھے میرے محل میں پہنچا دو !

سعید نے زہرا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا " بچوں کی سی نادانی کی باتیں نہ کرو، تم اتنی بیقرار نہیں ہو، جتنا وہ تم سے ملنے کے لئے بیقرار اور مضطرب ہو رہا ہے، اپنی محبت سے نہیں تو اس پر رحم کر کے چپ چاپ چلی چلو !"

زہرا نے سوچا انکار بیکار ہے، میں اگر انکار بھی کروں تو کیا کر سکتی ہوں، سنسان مقام رات کا وقت، جوہر سے امید تھی کہ میرا ساتھ دے گا، لیکن وہ بھی کمبخت سعید کا آشنا نکلا وہ خاموش ہو گئی اور چپ چاپ سعید کے نقش قدم پر چلنے لگی ،!

ذرا دیر میں یہ لوگ دریا کے کنارے پہنچ گئے، کنارے پر ایک کشتی لگی ہوئی تھی، سعید اس میں اچک کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے ہاتھ پکڑ کر زہرا کو بھی بٹھا لیا، اس وقت پھر اس کا جی کہ بیٹھنے سے انکار کر دے، لیکن جان رہی تھی اس کا انکار سعید کا ظلم اور دراز دستی پر آمادہ کر دے گا۔ اس لئے زبان سے اس نے کچھ نہ کہا، اسے رہ رہ کر جوہر کی نمک حرامی پر غصہ آرہا تھا، وہ ہرگز جوہر کو ایسا نہیں سمجھتی تھی کہ وہ دغابازی سے کام لے گا، لیکن وہ پہلے درجہ کا دغاباز اور غدار ثابت ہوا،

کشتی پر کوئی ملاح نہ تھا، جوہر ہی ملاح کی حیثیت سے اسے کھے رہا تھا، کبھی کبھی گنگنانے لگتا تھا، اشعار پڑھنے لگتا تھا، مسکرانے لگتا تھا، ہنسنے لگتا تھا، اور زہرا کھنچی کھنچی لیتا تھا،

" آپ اداس اور مضمحل کیوں نظر آرہی ہیں ؟"

اس سوال میں طنز تھا، اس انداز میں طنز تھا، اس سوال کا مطلب یہ تھا کہ آپ دام میں پھنس چکیں اب رہائی کی تمنا بے کار ہے اس انداز کا مطلب یہ تھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ راضی بہ قضا ہو کر چپ چاپ جہاں ہم لئے چلتے ہیں، چلی چلیئے۔

کشتی جب بیچ دریا میں پہنچی تو سعید ایک بڑا سا پتھر لے کر اٹھا، یہ پتھر ایک مضبوط سی رسی میں بندھا ہوا تھا، وہ جوہر کے قریب آیا، جو بے فکری سے کشتی کھے رہا تھا۔ سعید نے وہ پتھر اس کے گلے میں ڈال دیا، اور اس خیال سے کہ وہ بوجھ نہ محسوس کرے، اسے اپنے ہاتھ میں لئے رہا۔ پھر رسّی اس کے گلے میں ڈال دی،!

جوہر نے کہا:" میرے آقا یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

سعید کھلکھلا کر ہنس پڑا اس نے جواب دیا،" تیری جان لوں گا"!

وہ کہنے لگا:" میری جان آپ کے سوا ہے کس کی؟ جب چاہیئے لے لیجئے، آپ کی نذر ہے"

زہرا یہ باتیں سن رہی تھی اور پیچ و تاب کھا رہی تھی، اب جوہر نے سعید کو آقا کہہ کر اور اس سے اس طرح کی نیاز مندانہ باتیں کر کے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ واقعی اسی کا غلام ہے زہرا کا نہیں ——!

جوہر اسی طرح ہنس ہنس کر سعید سے باتیں کر رہا تھا، اور سعید ہنس ہنس کر اس کی باتوں کو سن رہا تھا، کبھی کبھی کچھ کہہ بھی دیتا تھا۔ —— دفعتہً اس نے جوہر کے سینہ پر ایک گھونسہ مارا اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلے کہ اُسے دریا میں دھکا دے دیا!

وہ آہ کر کے گرا، اور اس بھاری پتھر نے جو رسّی میں بندھا ہوا تھا، اسے آن کی آن میں تہ تک پہنچا دیا، نہ وہ اُبھر سکا نہ اپنے بچانے کی کوشش کر سکا، جوہر کا یہ

عجیب اور حسرتناک انجام دیکھ کر زہرا ڈر گئی، اس کا رواں رواں کانپنے لگا، اس کی گھگھی بندھ گئی، سعید اس کے پاس آیا اور بڑی بے پروائی کے ساتھ کہا،

"عجیب بے وقوف آدمی ہے، اس طرح گرا کہ پھر ابھر ہی نہ سکا، مر ہی گیا"،

زہرا خاموش نہ رہ سکی اس نے جواب دیا،

"وہ اتنا طاقتور نہ تھا کہ گلے میں بندھے ہوئے پتھر کو بھی اپنے ساتھ ابھار سکتا!

سعید نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا۔

"تمہارا خیال ہے میں نے جوہر کی جان لی ہے!"

وہ بولی "اگر یہ خیال ہے تو غلط ہے؟ جھوٹ ہے؟"

سعید کی آنکھوں میں ایک چمک سی پیدا ہوئی، اس نے کہا،

"ہاں میں نے اسے ہلاک کر دیا!"

زہرا:۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ آپ ہی کا غلام یا ملازم تھا،

سعید:۔ ہاں یہی بات تھی،!

زہرا:۔ آپ ہی نے اسے میرے پاس رکھا تھا؟

سعید:۔ ہاں تاکہ وہ تمہاری دم بدم کی خبریں پہنچایا کرے، تمہاری ہر نقل و حرکت سے مجھے مطلع کرتا رہے! ——— اور میں اعتراف کرتا ہوں کہ اس نے بڑی خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے،!

زہرا:۔ اور آپ کی طرف سے انعام یہ ملا کہ آپ نے اسے مار ڈالا!

سعید:۔ ہاں زہرا، میں نے اسے مار ڈالا، اور بہت اچھا کیا، مجھے یہی کرنا چاہیئے تھا،

زہرا:۔ آپ کا فلسفہ میری سمجھ میں نہیں آتا،!

سعید:۔ اگر میں اسے نہ مارتا تو اس سے دبتا، یہ میرے اور تمہارے راز کا امین بن گیا تھا۔ جب تک دوست اور ساتھی تھا، ——— تھا، لیکن اگر کبھی بگڑ جاتا مخالف ہو جاتا تو وہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا، اور میں خطرناک آدمیوں کے بارے میں یہی کرتا ہوں کہ انھیں ختم کر دوں، زندگی ان سے چھین لوں، انھیں زندہ رہنے کے حق سے محروم کر دوں!،

زہرا:۔ بہت درست خیال ہے آپ کا، وفاداری کا صلہ اسی طرح دینا چاہیئے،!

سعید:۔ زہرا، میرے اور تمہارے نقطۂ نظر میں فرق ہے،!

زہرا:۔ ہاں بہت بڑا فرق،!

سعید:۔ میں وفاداری وغیرہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا،!

زہرا:۔ پھر آپ کے نزدیک اہم کیا چیز ہے؟

سعید:۔ اپنا مفاد،!

زہرا:۔ بڑا اچھا اصول ہے یہ!

سعید:۔ بے شک ——— میرا مفاد یہ ہے کہ تمہیں پالوں، تمہیں حاصل کروں، دیکھ لو، اس مقصد کے حصول کے لئے کیا کچھ کر چکا ہوں، اور کیا کچھ کر رہا ہوں،!

زہرا:۔ ہاں خوب دیکھ رہی ہوں، بہت اچھی طرح،

سعید:۔ مجھے اس کے اعتراف میں اب ذرا بھی تامل نہیں کہ اسی لئے میں نے عبداللہ، ابن عبدالبر سائر، اور یاسر کی جان لی، اسی لئے جوہر کو موت کے گھاٹ اتارا، اور اسی لئے ———،

زہرا:۔ ابھی کچھ اور لوگ باقی ہیں جن کی جان لینی ہے؟

سعید:۔ ہاں ——— لیکن اب تو وہ بھی ختم ہو چکے ہوں گے!

زہرا:۔ وہ بدقسمت لوگ کون ہیں؟

سعید:۔ ہیں ——————— وقت آجانے پر معلوم ہو جائے گا،!

زہرا:۔ پھر بھی اگر بتا دو گے تو میں کچھ مخبری تو نہ کر دوں گی جا کر،

سعید:۔ نہیں مجھے تم سے مخبری کا اندیشہ نہیں ہے (ہنس کر) اور اگر مخبری کرنا بھی چاہو تو کس سے کرو گی، ؎

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا،!

بلکہ یوں سمجھو کہ ؎

جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی،!

لہٰذا اس طرف سے تو میں یکسر بے فکر ہوں،!

یہ باتیں سن کر زہرا لرز اٹھی، اس کے دل میں طرح طرح کے وہم اور شکوک آنے لگے۔ اس نے جی کڑا کر کے دریافت کیا۔

زہرا:۔ لیکن ان لوگوں کے بارے میں جنہیں موت کے گھاٹ اُتارنے کا بندوبست کر آئے ہو، اگر بتا دو گے تو کیا بگڑ جائے گا، جب کہ جانتے ہو کہ میں تمہاری قید میں ہوں، اور بالکل بے بس ہوں،!

سعید:۔ اور سب کچھ کہہ لو، مگر یہ نہ کہو کہ تم قید میں ہو اور بے بس ہو!

زہرا:۔ پھر کیا کہوں؟

سعید:۔ میں تمہاری قید میں ہوں، میں تمہارے بس میں ہوں، تم میری مالک ہو، میں تمہارا غلام ہوں، میں تمہارا بندۂ بے دام ہوں، تم میرے جان و دل پر قابض اور متصرف ہو اور میں صرف اس لئے ہوں کہ تمہاری چاکری کرتا رہوں، تمہیں خوش رکھوں، تمہاری رضامندی

حاصل کروں، تمہیں کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچنے دوں!،

زہرا:- ہاں سچ کہتے ہو، جو کچھ کہتے ہو وہ کرتے بھی تو رہے ہو اسی لئے تو ان دشمنوں کے نام نہیں بتلاتے، جنہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا انتظام کر آئے ہو، میں انھیں زندہ کرونگی نا۔

سعید:- (ہنس کر) مردوں کو کوئی زندہ نہیں کر سکتا!

زہرا:- (اشتیاق کے ساتھ) تو پھر سناؤ!

سعید:- ایک نام بتائے دیتا ہوں جس کی تم دشمن ہو!

زہرا:- (پریشان ہوکر) یہ جھوٹ ہے، میں کسی کی دشمن نہیں ہوں، ــــــ خیر کون ہے وہ؟

سعید:- عابدہ ! ـــــــــ!

عابدہ کا نام سن کر زہرا اچھل پڑی، اس نے کہا،

زہرا:- تم نے عابدہ کو مار ڈالا؟

سعید:- ہاں مار ڈالا،

زہرا:- لیکن وہ تو تمہاری محبوبہ تھی، دوست تھی، ساتھی تھی، رفیق اور غمگسار تھی ہر سازش، ہر منصوبے میں شریک تھی، میرا خیال ہے وہ خود بھی تم سے بہت زیادہ محبت کرتی تھی؟

سعید:- ہاں، وہ محبت کرتی تھی۔ افسوس میں اسے نہ چاہ سکا!

زہرا:- کیوں؟ آخر کس لئے!

سعید:- اس لئے کہ ـــ

پہلو میں کسی شخص کے دو دل نہیں ہوتے!

یا تم سے محبت کر لیتا یا اس سے، دونوں سے تو ناممکن تھا محبت کرنا!

زہرا:۔ تو اسے کسی اور طرح اپنے راستہ سے ہٹا دیتے، جان لینے کی کیا ضرورت تھی اب مجھے اس کی جواں مرگی پر ترس آ رہا ہے،!

سعید:۔ بس میں اب دوسرا نام نہیں لوں گا!

زہرا:۔ یہ کیوں؟

سعید:۔ ورنہ تم اس اس کے بڑھاپے پر رونے لگو گی ـــــ اتنا زیادہ رحمدل ہونا اچھا نہیں ہوتا،!

زہرا:۔ پھر بھی آخر وہ کون ہو سکتا ہے؟

سعید:۔ عابدہ بھی ہمارے راز کی آخری امین بن چکی تھی، وہ اگرچہ مجھ سے محبت کرتی، اور اس کی جان لیتے ہوئے میرا دل کڑھا لیکن حالات ایسے تھے کہ اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار ہی نہیں تھا، بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ میرے حکم سے، میری مرضی سے ـــــ عبدالرحمٰن الناصر کو تو زہر پلا دیتی اس کی جان لے لیتی اور خود بچ جاتی، اور پھر کیا وہ مجھے اس پر مجبور نہ کرتی کہ تم سے دستبردار ہو جاؤں، اور اس سے شادی کر لوں اور ایسا کرتا تو میری زندگی بے کار تھی، میں نے یہ سارے پاپڑ تمہارے لئے، تمہیں حاصل کرنے کے لئے بیلے تھے، اور اب جب راستے کے تمام کانٹے ہٹ جاتے جاتے، میں تم کو چھوڑ کر اسے محبوبہ بنا لیتا، کتنی عجیب اور انہونی بات تھی، بھلا میں ایسا کر سکتا تھا؟ لہٰذا وہی زہر کی پڑیا جس نے الناصر کی جان لی، عابدہ کے لئے بھی بلائے جان بن گئی،!

سعید اپنی رو میں یہ ساری باتیں کہتا چلا گیا، لیکن اس نے زہرا کی طرف توجہ نہ کی، کہ ان باتوں کا اس پر کیا ردِعمل ہوا؟ وہ مبہوت اور ششدر نظر آ رہی تھی، اس کی آنکھیں

کھلی ہوئی تھیں، لیکن نطق و گویائی کی قوت ایسا معلوم ہوتا تھا سلب ہو چکی ہے دفعتہً سعید کے منہ پر ایک طمانچہ پڑا، وہ کشتی کے بالکل کنارے بیٹھا ہوا تھا، گرتے گرتے بچا، لیکن بہت جلد اس نے اپنے تئیں سنبھال لیا اور غصہ سے کہا۔

سعید:۔ کیا تم میری جان لینا چاہتی تھیں؟

زہرا:۔ تو اسی قابل ہے کہ مار ڈالا جائے،!

سعید:۔ کیا میری محبت کا یہی صلہ ہے؟

زہرا:۔ تجھ جیسا درندہ محبت کے معنی بھی نہیں جانتا ——— سعید سچ کہو، کیا واقعی تم نے امیر المومنین کو زہر دلوایا ہے عابدہ سے!

سعید:۔ ہاں، میں نے ایسا کیا ہے تاکہ بلا غل و غش تمہیں حاصل کر سکوں!

زہرا:۔ تو مجھے نہیں صرف میری لاش کو حاصل کر سکتا ہے!

سعید:۔ میں تمہیں نہیں مرنے دوں گا، کسی طرح بھی نہیں!

زہرا:۔ مرنے والے کو کوئی نہیں روک سکتا، میں اب تک مر چکی ہوتی، لیکن میرا دل کہہ رہا ہے کہ تو جھوٹا ہے، تو نے یہ افسانہ صرف اس لئے تراشا ہے کہ مجھے امیر المومنین کی زندگی سے مایوس کر کے اپنا مطلب نکالے،

سعید:۔ اس کے لئے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو ویسے بھی ہو سکتا تھا!

اتنے میں کشتی کنارے آ لگی اور زہرا نے محسوس کیا، جہاں سے یہ کشتی چلی تھی، وہیں واپس آ گئی ہے اسے حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے کہا۔

زہرا:۔ یہ تو وہی جگہ ہے جہاں سے ہم چلے تھے!

سعید:۔ ہاں وہی جگہ ہے!

زہرا :- لیکن پھر تم نے یہ کشتی کا کھڑاگ کیوں کھڑا کیا تھا ؟ سالم کہاں ہے ؟

سعید :- کشتی کا کھڑاگ اس لئے کھڑا کیا تھا کہ جوہر کو ختم کیا جا سکے ۔ رہا سالم تو وہ یہاں کہاں ۔ ؟

زہرا :- (پریشان ہو کر) پھر وہ کہاں ہے ؟ کہاں ملے گا ؟

سعید :- وہ عبداللہ وغیرہ کے قتل کی خبر سن کر بھاگ کھڑا ہوا ، کیونکہ امیر المومنین الناصر نے اس کے قتل کا اعلان کر دیا تھا ! ——— وہ قیروان بھاگ گیا ہے ، وہاں چلو ، اس سے ملو ، اور پھر چاہو ، تو وہیں رہو ، چاہو ، یہاں واپس آجاؤ ، میں بہر حال تمہارے ساتھ ہوں ، !

زہرا :- بہت فریب کھا لئے ، مجھے قیروان نہیں جانا ہے ، میں اب اپنے محل واپس جانا چاہتی ہوں ، !

اتنے میں کشتی کنارے آ لگی ، سعید اس میں سے اترا اس نے کہا ۔

" آؤ ، جاؤ گی یا نہیں ——— یہ سب مسئلے یہیں بیٹھ کر طے کریں گے ، کشتی میں نہیں طے ہو سکتے ! "

زہرا نے کشتی سے اترنے سے انکار کر دیا ،

" اب میں تیرے ساتھ نہیں جا سکتی ، تو دغا باز ہے ، جھوٹا ہے ، فریبی ہے ،

سعید نے کہا ۔

" میں جو کچھ بھی ہوں ، لیکن میرے بغیر تم کسی طرح بھی نہ محل میں پہنچ سکتی ہو نہ سالم کے پاس ——— آؤ !

وہ اتر آئی ! ✽

٦١

زہرا غائب ہوگئی!

اب ذرا عابدہ کی خبر لینا چاہئے ——— !

وہ سعید کے حسب الحکم زہر کی دونوں پڑیاں لے کر امیرالمومنین الناصر کی خلوت گاہ میں پہنچی، اور اپنی رس بھری تانوں سے اس کے دل کی دنیا زیروزبر کرنے لگی، گاتا سنتے سنتے یکایک الناصر کو عبداللہ یاد آگیا، وہ اپنے اس بیٹے کو بہت زیادہ چاہتا تھا اس کی موت اور قتل کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر گئی، اور خودبخود اس کی آنکھیں پرآب ہوگئیں، اسے بار بار زہرا کی یہ بات یاد آرہی تھی کہ وہ ناسمجھ تھا میں اسے سمجھا لیتی، راہِ راست پر لے آتی، وہ سوچ رہا تھا، واقعی زہرا نے سچ کہا تھا، ضرور وہ اس کا کہا مان لیتا، راہ راست پر آجاتا، آہ میرے ہاتھ اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کے خون سے رنگین ہوئے، کاش حالات بدل جاتے، قسمت پلٹ جاتی عبداللہ بچ جاتا!

عبداللہ کی یاد کے ساتھ اسے گانے سے نفرت ہوگئی۔ اس نے عابدہ کی طرف دیکھا اور کہا،

"آج ہماری طبیعت کچھ بدمزہ ہے، تم واپس جاؤ آرام کرو ہم بھی آرام کریں گے!"

یہ سُن کر عابدہ دنگ رہ گئی، خلیفہ کی اس روش نے سارا پروگرام درہم برہم کر دیا۔ لیکن وہ زبردستی بھی تو نہیں کر سکتی تھی، وہ اگر گانا نہیں سننا چاہتا اور یا شربت نہیں پینا چاہتا تو میں کس طرح زبردستی اس کے گلے میں اُتار دوں، وہ یہی سوچ رہی تھی کہ المامر نے کہا۔

"عابدہ تم نے شاید سُنا نہیں، میں کیا کہہ رہا ہوں؟ تم جاؤ، آرام کرو۔ اس وقت میری طبیعت بدمزہ ہے، مجھے راگ رنگ میں کوئی لطف نہیں آتا ——— جاؤ!!"

عابدہ اٹھ کھڑی ہوئی، اور سیدھی سعید کے کمرہ میں پہنچی کہ اسے سارا ماجرا سنائے اور اب جو ہدایت وہ دے اس پر عمل کرے!

لیکن سعید کمرے میں نہیں تھا!

وہ کہاں گیا؟

کب آئے گا؟

یہی سوچتی ہوئی وہ کمرہ میں بیٹھ گئی، اس نے طے کر لیا کہ جب تک وہ آ نہیں جائے گا۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں جائے گی، اسی لئے اس نے "خواب آور" دوا بھی نہیں کھائی کہ وہ اس کے کمرہ میں موجود تھی، جاگ رہی تھی اور سونے کا کوئی ارادہ نہیں تھا، جب بڑی دیر ہو گئی اور وہ نہ آیا تو وہ زہرا کی طرف گئی کہ شاید اسے علم موسیقی کی تعلیم دے رہا ہو لیکن وہاں جا کر اس نے ایک عجیب پریشانی اور اضطراب کے عالم میں لوگوں کو دیکھا، تحقیق کیا تو معلوم ہوا زہرا لاپتہ ہے، یہ سن کر اس کا ماتھا ٹھنکا اور ساری کہانی اس کی سمجھ میں آگئی، وہ سمجھ گئی کہ سعید اب تک مجھے دھوکا دیتا رہا، وہ دراصل زہرا کو چاہتا تھا۔ اور آج

موقعہ پاکر اسے اڑا لے گیا، اور مجھے یکہ و تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ گیا، اس خیال کے آتے ہی اس کا دل نفرت اور حقارت سے بھر گیا، جس دل میں اب تک صرف سعید کی محبت تھی، اب وہ نفرت اور حقارت کا مرکز بن گیا ہے، پہلے اس کا جی چاہا کہ سعید کی بے وفائی پر پھوٹ پھوٹ کر رو دے لیکن دفعتہً اس کی خودی جاگی، اور اس نے اس حادثہ پر رونا اپنی توہین سمجھا، وہ سنبھل گئی۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ اس دغاباز اور غدار سے انتقام لے گی،

ادھر الناصر کی طبیعت جب زیادہ گھبرائی تو اس کا جی چاہا کہ اپنی وفادار محبوبہ زہرا کو بلائے اور اس سے باتیں کرکے دل بہلائے، لیکن جب اس نے زہرا کو طلب کیا تو معلوم ہوا وہ یہاں نہیں ہے، غائب ہے،!

زہرا غائب ہے! الناصر اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کی وفاداری کو اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا،!

نہیں یہ نہیں ہو سکتا، وہ غدار اور بے وفا نہیں ہے، ضرور کسی حادثہ کا شکار ہوئی ہے!

یہ سوچ کر اس نے اپنے خاص خواجہ سرا ساہر کو طلب کیا، ساہر پر الناصر کو بہت اعتماد تھا، اور زہرا بھی، اگرچہ جوہر کے آنے کے بعد سے اس سے ذرا اکھڑ سی گئی تھی، لیکن ویسے اس کا بہت خیال کرتی تھی، الناصر نے ساہر سے کہا،

"جس طرح ہو سکے، زہرا کو فوراً تلاش کرو!"

ساہر نے کہا۔

"نہ صرف یہ کہ زہرا نہیں ہے بلکہ سعید بھی غائب ہے، میرا خیال ہے سعید نے

اسے ورغلا کر کسی حادثہ کا پروگرام بنایا ہے، وہ جب سے آیا ہے، میں اس کی نگرانی کر رہا ہوں، آج میرا ارادہ تھا کہ میں اس کے بارے میں اپنے معلومات عرض کروں لیکن اس حادثہ کے بعد اب کچھ کہنے کی ضرورت نہیں،

الناصر نے کہا،

"میں کچھ نہیں جانتا، تم سے جس طرح ہو زہرا کی تلاش کرو، وہ مل جائے تو تمام گتھیاں خود بخود حل ہو جائیں گی ——— !

ساہر بہت خوب کہہ کر رخصت ہوا۔ اور سیدھا عابدہ کے کمرہ میں پہنچا، لیکن وہ وہاں نہیں تھی، !

(+)

۶۲

اِنتقام کا جوش!

عابدہ بدستور سعید کے کمرہ میں بیٹھی ہوئی تھی، اس نے سوچا تھا کہ وہ سعید سے انتقام لے گی، پھر خیال آیا وہ ہاتھ سے نکل چکا، وہ زہرا کو اپنے ساتھ لے گیا، وہ اب انتقام کی دسترس سے دور ہے، اور نہ جانے کہاں ہے، اب وہ انتقام کی زد سے باہر ہے، "اس سے انتقام نہیں لیا جا سکتا ——— !

پھر اب میری زندگی کا مصرف کیا ہوگا ؟

میں اب کیا کروں گی ؟ کہاں جاؤں گی ؟

اب میں کسی سے محبت نہیں کر سکتی ، !

اب میں کسی کی محبت نہیں قبول کر سکتی ، !

میرا اُجڑا ہوا دل اب نہیں آباد ہو سکتا ، !

مری ہوئی اُمنگیں پھر سے نہیں زندہ ہو سکتیں !

نہیں اب مجھے زندگی کی ضرورت نہیں ، !

اب میرا بہترین مقام قبر کا گوشہ ہے ،!

یہ سوچ کر اس نے وہی "خواب آور" دوا نکالی ، جس کے بارے میں تازہ حالات اور زہرا کی گم شدگی کے باعث اس نے تعین کر لیا تھا کہ یہ زہر ہلاہل ہے ۔ پڑیا کو گلاس میں ڈالا ۔ اور پینے کے ارادہ سے منہ کے قریب لے گئی ، دفعتہً ایک مضبوط ہاتھ کا جھٹکا محسوس ہوا ۔ اور گلاس فرش پر گر کے چکنا چور ہو گیا ، عابدہ نے مڑ کر دیکھا تو ساہر کھڑا ہوا تھا !

عابدہ رونے لگی ،

"آہ ، ——— کیا میں مر بھی نہیں سکتی ؟"

ساہر :- تم کیوں مرنا چاہتی ہو ؟ زندگی جیسی چیز بار بار نہیں ملتی ، ایک مرتبہ جانے کے بعد پھر واپس نہیں آتی !

عابدہ :- مجھے زندگی سے نفرت ہے ، میں زندہ رہنا نہیں چاہتی ،!

ساہر :- کیوں ؟ زندگی سے کیوں بیزار ہو گئی ہو تم ؟

عابدہ :- اس لئے کہ زندگی مجھ سے نفرت کرنے لگی ہے ،!

ساہر :- غلط ——— زندگی کسی سے نفرت نہیں کرتی ،!

عابدہ :- مجھ سے کرتی ہے ،!

ساہر :- مجھے یقین نہیں آتا !

عابدہ :- تم میرے کون ہوتے ہو جو یقین حاصل کرنا چاہتے ہو ، تمہیں اتنی ہمدردی کا حق نہیں ، جاؤ مجھے میرا کام کرنے دو !

ساہر :- یہ نہیں ہو سکتا ، انسانیت اور آدمیت بھی کوئی چیز ہے ، میری بھی ایک بہن ہے

اور وہ تمہاری ہی طرح خوب صورت ہے، میں اس کا مرنا نہیں برداشت کر سکتا
پھر تمہارا مرنا کیونکر برداشت کروں!

عابدہ:۔ بڑے ہمدرد، بڑے انسانیت نواز ——— جو مجھ سے محبت کرتا، میری محبت کا دم بھرتا تھا، مجھ سے عشق کرتا تھا، وہ دغا باز ثابت ہوا۔، اس نے مجھے دھوکا دیا، وہ ایک اور عورت کو لے کر بھاگ گیا، پھر میں کسی اور سے کیا توقع کر سکتی ہوں،!

ساہر:۔ شاید تم سعید کے بارے میں کہہ رہی ہو؟

عابدہ:۔ ہاں اسی غدّار، بے وفا اور دغا باز کا ذکر کر رہی ہوں، کیا وہ تمہارا دوست تھا۔ کیا اس کے بارے میں یہ الفاظ تمہیں تکلیف دے رہے ہیں ——— ؟

ساہر:۔ نہیں ——— میں جانتا ہوں، وہ انسان کے روپ میں شیطان ہے، اس کے بارے میں جو کچھ کہو میں اعتبار کر لوں گا، اُس نے تمہیں دھوکا دیا وہ زہرا کو بھی دھوکا دے کر رہے گا،!

عابدہ:۔ بے شک ——— مجھے اس کا یقین ہے،!

ساہر:۔ ایسا آدمی اس قابل نہیں ہے کہ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے،

عابدہ:۔ پھر ——— ؟

ساہر:۔ اس سے انتقام لینا چاہیئے، اسے کیفر کردار کو پہونچانا چاہیئے اسے قرار واقعی سزا دینا چاہیئے،!

عابدہ:۔ لیکن اب وہ تمہاری دسترس سے باہر ہو چکا ہو گا،!، اب تم اسے سزا نہیں دے سکتے!

ساہر :- نہیں ابھی رات کا کچھ حصہ باقی ہے، اتنی دیر میں وہ ہماری زد سے باہر کیسے ہو سکتا ہے، ہم اس کا تعاقب کریں گے، اور پکڑ لیں گے اسے، شرط صرف یہ ہے کہ اس کی قیام گاہ معلوم ہو۔ کیا تم اس کی قیام گاہ سے واقف ہو؟

عابدہ :- ہاں ارباض اور حیرہ میں وہ رہتا ہے،!

ساہر :- تم میرے ساتھ چلو، نشان دہی کرو، میں اسے گرفتار کروں گا اور خلیفہ کے سامنے پیش کروں گا!

عابدہ :- مجھے اب اس سے کوئی ہمدردی نہیں ہے،!

ساہر :- تم میرا ساتھ دو، اپنے آقا ناصر کا ناموس بچانے میں میری مدد کرو،

عابدہ :- میں تیار ہوں، چلو،!

۶۳

میں تجھ سے محبت نہیں کر سکتی

اور ادھر سعید زہرا کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کی کوششوں میں مصروف تھا، وہی سنسان مکان تھا، وہی ویران مقام، رات کا بہت تھوڑا حصہ باقی رہ گیا تھا، چاند ڈھل چکا تھا، اور ستارے ماند پڑ رہے تھے، زہرا بے بس، بے سہارا اور تنہا بیٹھی ہوئی تھی، اور اس کے سامنے ایک آقا اور مالک کی طرح سعید کھڑا تھا سعید کو دیکھ دیکھ کر اس کا خون دہشت کے مارے سوکھ رہا تھا، اور غصہ کے باعث ابل رہا تھا، لیکن وہ بے بس تھی، دفعتاً فضا کے اس سناٹے میں سعید کی آواز گونجی۔!

سعید:۔ زہرا تم کس حال میں ہو؟ کیا سوچ رہی ہو؟ کیوں روٹھی ہوئی ہو؟

زہرا:۔ نہیں تم سے مجھے کوئی شکایت نہیں، اگر ہے تو اپنے آپ سے غلطی میری ہے تم پر کیسے تھوپ دوں؟

سعید:۔ نہیں تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے، یہ خیال ہی کیوں دل میں آنے دیتی ہو؟

زہرا۔ کیا یہ میری غلطی نہیں ہے کہ میں نے تم پر بھروسہ کیا، اور یہاں چلی آئی؟
سعید۔ اس میں غلطی کیا ہے؟ کیا اپنے بھائی سے ملنا غلطی ہے، تم میرے لئے نہیں آئی ہو سالم سے ملنے آئی ہو!
زہرا:۔ لیکن سالم کہاں ہے؟ خدا اسے سلامت رکھے، کیا اُسے زمین نگل گئی، یا آسمان کھا گیا!
سعید:۔ وہ زندہ ہے، خیریت سے ہے محفوظ ہے اور اس سے زیادہ تم کیا چاہتی ہو؟
زہرا:۔ میں اسکی خیریت دریافت کرنے نہیں آئی تھی، ملنے آئی تھی وہ کہاں ہے؟
سعید:۔ قیروان میں ہم لوگ یہ طے کر چکے تھے کہ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو قیروان چلے جائیں یعنی الناصر کی حدود مملکت سے باہر نکل جائیں، چنانچہ اس نے جب عبداللہ وغیرہ کی ہلاکت اور قتل کی خبر سنی ہو گی، اپنے ساتھیوں سمیت قیروان چلا گیا ہو گا وہاں الناصر کچھ نہیں کر سکتا، اگر واقعی اس سے ملنا چاہتی ہو تو میرے ساتھ چلو میں تمہیں وہاں پہنچا دوں گا، اس سے ملا دوں گا،!
زہرا:۔ بخشو میں نہیں جاتی، میں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ وہ کبھی مر چکا، اور شاید تم ہی نے اسے ہلاک کیا ہو گا، بہر حال مجھے وہیں پہنچا دو جہاں سے لائے تھے
سعید:۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں تمہیں اپنے دل کی تسکین کے لئے لایا ہوں زہرا،!
زہرا،۔ اور وہ تمہیں نہیں مل سکتی، کم از کم میری طرف سے تو نہیں،
سعید:۔ کیا تم میری محبت کو ٹھکرا دینے کا فیصلہ کر چکی ہو؟
زہرا:۔ بے شک تم اس قابل کب ہو کہ تم سے محبت کی جائے؟ بھلا ایک قاتل! ایک دغا باز، ایک لٹیرے سے محبت کی جا سکتی ہے؟ اور اگر کی بھی جا سکتی تو تو کیا مجھ میں اتنی ہمت ہے

کہ تم سے محبت کرسکوں؟

سعید:۔ میں تم سے رحم کی بھیک مانگتا ہوں۔ رحم کرو مجھ پر، میں تمہاری محبت میں دیوانہ ہو رہا ہوں ـــــ دیکھو تمہارے سامنے ایک فقیر کی طرح وہ شخص کھڑا ہے جو بادشاہتوں کا تختہ الٹ سکتا ہے؛ جو بادشاہتوں کو ختم کرسکتا ہے، جو بادشاہوں کا ستیاناس کرسکتا ہے جو ایک بہت بڑی قوت ہے، ایک بہت بڑی طاقت ہے

زہرا:۔ محبت کہیں جور یا قوت وطاقت کے بل پر نہیں حاصل کی جاسکتی ـــــ!

سعید:۔ پھر کس طرح حاصل کی جاسکتی؟

زہرا:۔ کسی طرح نہیں،!

سعید آخر کسی طرح تو؟

زہرا۔ میں نہیں جانتی، میں صرف اتنا جانتی ہو کہ تم سے محبت کرنا میرے لئے ناممکن ہے، ایک طرف موت کھڑی اور دوسری طرف تم، اور مجھے اختیار کا حق دیدیا جائے کہ دونوں میں سے جسے چاہو قبول کرلو، تو بلاشبہ میں تمہیں مسترد کر دونگی، اور موت کو قبول کرلوں گی! ـــــ جب میری نفرت کا یہ عالم ہے تو کیسے تم مجھ سے محبت امید اور توقع کرسکتے ہو!؟

سعید:۔ لیکن کیوں، آخر کیا برائی ہے مجھ میں؟

زہرا:۔ بہت خوب اس سے بڑھ کر بھی دھاندلی ہوسکتی ہے؛ آخر تم میں اچھائی کیا ہے کہ کوئی تمہیں چاہے، میرے سامنے تم اپنے جرائم کا اقرار کرچکے ہو، میرے سامنے تم نے اپنے مقتولوں کے نام گنوا دیئے ہیں، میرے سامنے تم نے جوہر کو قتل کیا ہے ـــــ کیا ایسے شخص میں محبت کردں اور وہ بھی کس کے

کے مقابلہ میں؟ الناصر کے مقابلہ میں؟

سعید:۔ (طنز سے) او ہو کیا کہنا ہے آپ کے الناصر صاحب کا!

زہرا:۔ بے شک وہ آدمیوں میں بہت بہتر انسان، وہ بادشاہوں اور فرمانرواؤں میں عادل، محسن، اور منعم بادشا، وہ محبت کرنے والوں میں بےنفس، ایثار پسند اور خود فراموش عاشق، وہ عالموں اور فاضلوں میں وسیع النظر عالم، بےمثل فاضل اور یکتائے روزگار محقق ہے۔ اس سے تو دشمن بھی محبت کرتے ہیں پھر میں کیسے نہ کروں؟ اگر میں اس کی محبت ٹھکرا دوں، تو کیا مجھ سے بڑھکر بھی کوئی احسان فراموش ہو سکتا ہے۔ کیا اس سے بدتر بھی مثال کفران نعمت کی مل سکے گی؟

سعید:۔ تو یہ بات ہے آپ واقعی الناصر سے محبت فرماتی ہیں؟

زہرا:۔ ہاں مجھے بڑے فخر کے ساتھ اس جرم کا اعتراف ہے!

سعید:۔ میرے کارنامے تمہاری نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتے؟

زہرا:۔ بالکل نہیں۔!

سعید:۔ تو اب مجھے دوسری صورت اختیار کرنی پڑے گی!

زہرا:۔ یعنی سختی کروگے مجھ پر کیوں؟

سعید:۔ ہاں —— مجھ جیسا آدمی جتنی خوشامد تمہاری کر چکا ہے، یہ بھی بہت ہے اس سے زیادہ فروتنی اس کے باہر ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے مجبور نہ کرو سختی کا برتاؤ کرنے پر!

زہرا:۔ جہاں تمہارے بہت سے روپ دیکھے تھے، وہاں تمہاری بہادری اور شجاعت کا رنگ بھی دیکھ لیا، واقعی بہادری کی تعریف یہ ہے کہ عورت کی کمزوری سے

فائدہ اٹھایا جائے، اسے دھوکہ دیا جائے، اسے اسیرِ دام کرنے کی کوشش کی جائے، اسے اغوا کیا جائے، اور جب کسی طرح دال نہ گلے تو اس پر سختی کی جائے

سعید:۔ (شرمندہ ہوکر) نہیں میرا یہ مطلب نہیں تھا،!

زہراہ۔ پھر کیا مطلب تھا؟ تمہارے مقابلہ میں جاہل سہی، لیکن اتنی گئی گذری بھی نہیں ہوں کہ صاف اور واضح الفاظ کا مطلب بھی غلط سمجھوں!

سعید:۔ بہرحال ——

زہرا:۔ مجھے تمہاری بات ماننی چاہیئے؛

سعید:۔ ہاں میرا یہی مطلب ہے:

زہرا:۔ لیکن میں کہہ چکی یہ نہیں ہوسکتا، مجھے موت منظور ہے، لیکن یہ گوارا نہیں کہ اپنے سچے اور کھرے عاشق الناصر کو دھوکا دوں، اسے چھوڑ دوں اور وقت کے سب سے بڑے دغاباز اور قاتل سے محبت کرنے لگوں، جانتی ہوں میری جان تمہارے قبضہ قدرت میں ہے، لیکن میں مرنے کے لئے تیار ہوں مجھے مار ڈالو اپنی تلوار کیوں نہیں نکالتے میان سے؛

سعید:۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم الناصر کے متعلق غلط فہمی میں کیوں مبتلا ہو؟ وہ مر چکا ہے منکر نکیر اس سے سوال و جواب بھی کرچکے ہوں گے۔!

زہرا:۔ تو جھوٹا ہے، تیرا ہاتھ امیرالمومنین تک نہیں پہونچ سکتا،

سعید:۔ بخدا میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں،!

زہرا:۔ اچھا سچ سہی —— میں ساری زندگی ایک بیوہ عورت کی طرح کاٹ دوں گی۔ لیکن تم پر یا کسی دوسرے مرد پر نظر نہیں ڈالوں گی، آخر وفا کا تقاضہ بھی تو

کوئی چیز ہوتا ہے!

سعید:۔ ہاں ضرور ہوتا ہے —— لہذا میری وفاداری کی قدر کرو!

زہرا:۔ تو وفادار نہیں شیطان ہے، تونے جو کچھ کیا اپنے لئے کیا —— محبت کے لئے نہیں، محبت کا تقاضا تو یہ تھا کہ جب تجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں الناصر سے محبت کرتی ہوں تو اس سے محبت کرنے لگتا، اسے دکھ دینے اور نقصان پہنچانے کی ناپاک کوششوں سے باز آ جاتا —— محبت کا تقاضا ایثار ہے زبردستی اور دھاندلی نہیں،!

سعید:۔ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا

"ہم کو منظور نکو نامی فرہاد نہیں"

زہرا:۔ میں بھی ایسی محبت نہیں کر سکتی!!

سعید:۔ یہ تمہارا آخری جواب ہے؛

زہرا:۔ ہاں آخری اور قطعی،!

۶۴

آبرو بچ گئی

سعید نے غصہ، برہمی نفرت اور حقارت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ زہرا کو دیکھا اور کہا،

"دیکھ میں آخری مرتبہ تجھے موقع دیتا ہوں سنبھل جا ورنہ تیری ایسی گت بنے گی کہ

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا تھا کہ باہر سے کتے کے بھونکنے کی آواز آئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے بہت سے گھوڑے میدان میں ادھر اُدھر دوڑ رہے ہیں!

زہرہ سمجھ گئی یہ سوار ہیں، وہ بھاگی بھاگی دروازے پر پہنچی، جو اندر سے بند تھا سعید اسے پکڑنے کے لئے لپکا لیکن وہ بڑھ کر دروزہ کھول چکی تھی، سب سے جس شخص پر اس کی نظر پڑی وہ ساہر تھا، ساہر کو دیکھ کر وہ خوش ہو گئی، اپنا غم بھول گئی، اسے نے بیخ کر کہا۔

"ساہر تو آگیا — مجھے اُمید تھی امیرالمومنین ضرور میرے لئے پریشان ہوں گے!

ساحر نے کہا۔

ملکۂ عالم میں آگیا، امیر المومنین آپ کے لئے بے حد پریشان ہو رہے ہیں لیکن آپ یہاں تنہا ہیں؟

وہ بولی،

"نہیں" وہ شیطان صفت انسان سعید مجھے ورغلا کر یہاں لایا تھا، میرے بچھڑے بھائی سے ملاقات کرانے، اسے پکڑو فوراً پکڑلو وہ جانے نہ پائے، وہ مجرم ہے وہ قاتل ہے، اتنے میں سعید سامنے آگیا اس نے کہا،

" میں موجود ہوں، نہ میں بھاگ سکتا ہوں، نہ بھاگنے کی کوشش کروں گا، ساحر آؤ مجھے گرفتار کر لو، واقعی میں مجرم ہوں،!

ساحر آگے بڑھا اس نے سعید کو گرفتار کر لیا، اس کی مشکیں کس دیں، اور کہا تم گرفتار کر لئے گئے ـــــ اب تمہارا فیصلہ امیر المومنین کریں گے!

سعید نے بڑے اطمینان کے ساتھ کہا:

" ہاں میں ان کے فیصلہ پر راضی ہوں ـــــ مجھے معلوم ہے جو فیصلہ وہ صادر فرمائیں گے، میرے بارے میں یہی فیصلہ ہے کہ میں قتل کر دیا جاؤں اور میں اس کے لئے تیار ہوں،!

اتنے میں اس کی نظر عابدہ پر پڑی، عابدہ کو دیکھ کر وہ حیران ہو گیا اس نے کہا عابدہ تم کہاں ـــــ زندہ ہو تم؟

"عابدہ تم؟ ـــــ زندہ ہو تم؟"

وہ بولی،

" وہ بولی آپ نے تو میری جان لینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی لیکن جسے خدا رکھے اسے کون چکھے!

سعید:۔ہاں عابدہ سچ کہتی ہو، واقعی میں نے تمہاری جان لینے کی کوشش کی تھی، میں نے قدرت سے لڑائی مول لی تھی، میں ہار گیا تو جیت گئی، موت تمہارے پاس آئی، اور چلی گئی میں موت سے بہت دور تھا اور اب اس سے قریب تر ہوتا جا رہا ہوں

عابدہ:۔ واقعی یہ قدرت کا کام تھا کہ میں بچ گئی،!

سعید:۔ اور الناصر؟

عابدہ:۔ خدا انہیں سلامت رکھے، انہیں کی وجہ سے تو میں بچ گئی ان کا مزاج ناساز تھا، نہ انہوں نے کانا سنا نہ دوا پی، نہ وہ زہر ہلاہل یعنی تمہارا خواب آور سفوف!

سعید:۔ اچھا ہوا، اچھا ہوا وہ بھی بچ گئے!

عابدہ:۔ خدا کا شکر ہے،!

سعید:۔ میں چاہتا ہوں، تم سے اپنے گناہ کا اعتراف کر لوں،

عابدہ:۔ کیا فائدہ وہ تو مجھی کو نہیں ساری دنیا کو معلوم ہو چکا ہے!

سعید:۔ پھر بھی میں کچھ کہنا چاہتا ہوں سن لو

عابدہ:۔ کہو سن رہی ہوں،

سعید:۔ میں نے تمہیں دھوکہ دیا، تمہیں آلۂ کار بنایا، تمہیں تکالیف اور مصائب کے بھنور میں پھنسایا، بظاہر تم سے محبت کرتا رہا لیکن درحقیقت میں کسی دوسرے ہی کی محبت میں گرفتار تھا،

عابدہ: میں جانتی ہوں، مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے، میری آنکھیں کھل چکی ہیں، اور اب مجھے یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کہ میرے دل سے بھی اب تمہاری محبت ختم ہو چکی ہے اور اس میں نفرت کے سوا کچھ نہیں ہے

سعید: ہاں — میں اس کا مستحق ہوں، میں اپنی سزا کو پہنچ رہا ہوں میرے قتل ہونے میں اب زیادہ دیر نہیں ہے؛

عابدہ: زندگی کے تمام ہو جانے کے بعد زندہ رہنا بیکار ہے، میں خودکشی کر رہی تھی لیکن ساہر نے بچا لیا! —— تم سے اگرچہ نفرت کرتی ہوں، لیکن زندگی سے بھی نفرت ہو گئی ہے مجھے، — میرے اور تمہارے مقدمہ کا فیصلہ امیرالمومنین نہیں کریں گے خدا کرے گا، تم چلو میں بھی پیچھے پیچھے آتی ہوں!

سعید: نہیں عابدہ معاف کر دو مجھے، میں اطمینان کے ساتھ مرنا چاہتا ہوں، کم سے کم اس اطمینان کے ساتھ کہ تم نے میری خطائیں معاف کر دیں؛

عابدہ: کو پچھلی باتیں یاد آگئیں وہ سارے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے جب وہ سعید کی محبت میں گرفتار تھی، اس کے ایک اشارہ پر اپنی زندگی قربان کرنے پر تیار رہتی تھی، اس کی الفت میں دنیا و ما فیہا کو فراموش کئے ہوئے تھی دنیا کا ہر کام کرنے کو وہ آمادہ رہتی تھی ہر بڑے سے بڑے خطرہ کو قبول کرنے کیلئے ہمہ وقت آمادہ اور تیار رہتی تھی یہ سب باتیں سوچ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اس نے کہا۔

"اگر تمہیں اسی طرح سکون ملتا ہے تو معاف کرتی ہوں"!

سعید نے شکریہ ادا کرنا چاہا لیکن زبان نے یاری نہ دی آنکھیں پرنم ہو گئیں!

٦٥

سالم کی تلاش

عابدہ جب سعید سے باتیں کر رہی تھی، تو زہرا ساہر کی وفاداری اور نمک حلالی کا شکریہ ادا کر رہی تھی،

زہرا:۔ ساہر، تمہاری اس نمک حلالی نے تمہارا درجہ میری نظر میں اونچا کر دیا ہے!

ساہر:۔ میں آپ کا غلام ہوں، خادم ہوں، میری جان بھی اگر آپکے کام آئے تو میرے لئے باعث فخر و ناز ہے، لیکن آج کا کارنامہ میرا نہیں عابدہ کا ہے، اگر وہ نہ ہوتی تو کسی طرح آپ کا پتہ نہیں چل سکتا تھا، سعید کی قیام گاہ نہیں معلوم ہو سکتی تھی، میں اپنے سپاہیوں کے ساتھ ادھر ادھر مارا مارا پھرتا اور یہ بدکردار شخص نہ جانے آپکے ساتھ کیا سلوک کرتا

اتنے میں عابدہ آچکی تھی، زہرا نے اسے گلے سے لگالیا اور کہا،

"تم نے میرے لئے بڑی تکلیف اٹھائی میرا شکریہ قبول کرو!

عابدہ: شکریہ ادا کرکے مجھے شرمندہ نہ کیجئے، یہ میرا فرض تھا، جو میں نے انجام دیا اور فرض کا انجام دینا نہ شکریہ کا موجب ہو سکتا ہے نہ انعام کا!

زہرا:۔ نہیں تم شکریہ اور انعام! دونوں کی مستحق ہو،

عابدہ:۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص آپ کو مل دے کر کس طرح یہاں سے آیا!

زہرا نے اپنی اور اپنے بھائی کی ساری کتھا مختصر طور پر سنانے کے بعد کہا،

"سالم مجھے کبھی نہیں بھول سکتا وہ میرا بھائی ہے، اس کے بغیر اس عیش و عشرت، ناز و نعم اور دولت و ثروت کی زندگی کے باوجود کبھی راحت نہیں ملی، ہمیشہ کانٹے کی طرح اسکی یاد میرے دل میں کھٹکتی رہتی ہے یہ کہتے کہتے اسکی آنکھیں بھر آئیں اور رونے لگی عابدہ نے بڑے پیار سے اس کے آنسو پونچھے اور پوچھا

پھر آپ کا بھائی آپ کو ملا نہیں؟

زہرا نے جواب دیا،

نہیں ـــ سعید کہتا ہے وہ عبداللہ وغیرہ کے قتل کی خبر سنکر قیروان بھاگ گیا!

عابدہ نے کہا،

جھوٹا ہے ـــ اتنی جلدی کون بھاگ سکتا ہے، آپ کے بھائی کا نام کیا ہے؟

زہرا:۔ اس کم بخت نے تو اپنا نام "صاحب النقرہ" بتایا تھا ورنہ اسکا اصلی نام سالم ہے!

یہ نام سن کر عابدہ چونک پڑی بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

"صاحب النقرہ؟ ـــ وہ آپ کا بھائی ہے؟"

زہرا نے تائید کی،

"ہاں وہ مجھ بدقسمت کا بھائی ہے ـــ نہ جانے کہاں ہوگا!"

عابدہ نے اسے تسلی اور دلاسا دیتے ہوئے کہا،

"وہ کہیں نہیں جا سکتا ضرور یہیں ہوگا!

ساہر نے کہا۔

"تم تو سعید کے پوشیدہ مراکز سے واقف ہو، چلو ہمیں لے چلو ہمیں لے چلو جہاں کہیں وہ ہوگا تلاش کرلیں گے!"

عابدہ بولی

"یہ ترکیب ٹھیک نہیں، تم نہیں جانتے وہ بڑا جیالا، دلیر اور من چلا ہے، میں اسے بار ہا پرائیویٹ جلسوں میں دیکھ چکی ہوں، اس سعید نے اسے بھر دیا ہے امیر المومنین کے خلاف کہ وہ تم لوگوں کو دیکھتے ہی مرنے مارنے پر تیار ہو جائے گا،

ساہرہ:۔ تو تم خود چلی جاؤ،!

عابدہ:۔ ہاں میں جا سکتی ہوں، لیکن میں گئی تو وہ مجھے مار ڈالے گا،

زہرا:۔ یہ کیوں تمہیں کیوں مار ڈالے گا؟

عابدہ:۔ اس لئے کہ وہ اپنی قیام گاہ پر جس اجنبی کو دیکھے گا اسے غدار اور جاسوس سمجھ کر نوک خنجر سے ہلاک کر دے گا!

زہرا:۔ پھر کیا کیا جائے اس کا پتہ ضرور لگنا چاہیئے!

عابدہ:۔ ایک ترکیب میری سمجھ میں آئی ہے، میں سعید کے پاس جاتی ہوں، اسے راضی کروں گی کہ کوئی نشانی اپنی دے دے نشانی دیکھ کر صاحب النقمہ یا سالم کچھ نہیں کہے گا، چپ چاپ میرے ساتھ چلا آئے گا!

ساہرہ:۔ یہ بڑی اچھی تجویز ہے، ابھی جاؤ تاکہ اس کام سے نپٹ کر خلیفہ کے حضور میں چلیں!

۶۶

پتہ چل گیا!

زہرا ساہرا اور سپاہیوں کو وہیں چھوڑ کر عابدہ پھر سعید کے پاس گئی، جو مشکوں سے کسا ہوا ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا، عابدہ کو دیکھ کر اس نے کہا۔

سعید:۔ کیسے آئیں عابدہ؟

عابدہ:۔ ایک کام سے آئی ہوں!

سعید:۔ مجھ سے کوئی کام ہے؟ میں اب کیا کام آسکتا ہوں؟

عابدہ:۔ وہ کام تم ہی کر سکتے ہو!

سعید:۔ اگر یہ بات ہے تو کہو میں تمہارا شکر گذار ہوں گا، جو کام کبھی مجھ سے بن آئے گا اس سے دریغ نہ کروں گا۔

عابدہ:۔ تو بتاؤ صاحب النقرہ کہاں ہے؟

سعید:۔ (دانت پیس کر) تم اس چڑیل کی سفارشی بن کر آئی ہو؛ نہیں یہ نہیں ہوسکتا، میں نہیں بتاؤں گا!

عابدہ:۔ اس طرح تم بچ جاؤ گے، تمہاری جان بچ جائے گی، میں وعدہ کرتی ہوں، امیرالمومنین سے کہہ کر تمہاری جان بخشی کرادوں گی!

سعید:۔ میں زندہ رہنا نہیں چاہتا،!

عابدہ:۔ کیسی باتیں کرتے ہو تم؟

سعید:۔ میں ٹھیک کہتا ہوں میں بادشاہت سے کم پر رضامند نہیں ہو سکتا، اور وہ مل نہیں سکتی، لہٰذا زندہ رہ کر کیا کروں گا؟ میں کسی کا ماتحت نہیں رہ سکتا کسی رحم وکرم پر زندگی نہیں بسر سکتا، مجھے مرجانا چاہیئے، لہٰذا یہ ترغیب تو کام نہیں دے گی!

عابدہ:۔ تمہیں زہرا کا خیال کرنا چاہیئے، مجھ سے زیادہ تم نے اس کا دل دکھایا ہے کیسی کیسی تکلیفیں پہنچی ہیں اسے تمہاری ذات سے۔ اس کے بھائی کو اس سے ملا دینا کارِ ثواب ہے، اگر مرنا ہی چاہتے ہو تو ایک نیک کام کر کے مرو!

سعید:۔ میں زہرا سے نفرت کرتا ہوں اس نے میرا دل توڑا ہے اس نے میری محبت ٹھکرائی ہے، اسی نے مجھے مرنے پر مجبور کیا ہے میں اس کا کوئی کام نہیں کر سکتا!

عابدہ:۔ تم نے اس سے محبت کی، لیکن وہ تم سے محبت نہ کر سکی، میں نے تم کو چاہا لیکن تم مجھے نہ چاہ سکے —— دنیا کی یہی ریت ہے ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے۔ مجھے دیکھو تم نے معافی مانگی، میں نے معاف کر دیا، حالانکہ اب میں تم سے محبت نہیں کرتی! —— میں زہرہ کی طرف سے تم سے معافی مانگتی ہوں، معاف کر دو اسے —— بتاؤ صاحب النغمہ کہاں ہے

سعید:۔ ارباض میں!

عابدہ:۔ کس مکان میں ؟

سعید:۔ جہاں تم کئی مرتبہ میرے ساتھ جا چکی ہو،!

عابدہ:۔ میں وہاں جاؤں ؟

سعید:۔ اس کا پتہ اسی لئے میں نے بتایا ہے کہ جاؤ اور اسے لاکر اس کی بہن سے ملا دو —— !

عابدہ:۔ لیکن جب تک تمہاری کوئی نشانی نہ ہو، نہ وہ مجھ سے ملے گا، نہ بات کرے گا نہ میرے کہنے کا یقین کرے، تم نے اس پر ایسا جادو کر رکھا ہے کہ وہ صرف تمہاری ہی بات مان سکتا ہے !

سعید:۔ لیکن اب وہ بھی مجھ سے نفرت کرے گا —— شاید تم سے اور زہرا سے زیادہ کہیں زیادہ،!

عابدہ:۔ ہو گا —— تمہیں اب کسی کی نفرت اور محبت سے کیا مطلب ؟ —— نفرت کرے تو کیا بگاڑے گا ؟ محبت کریگا تو کیا دے دے گا ؟

سعید:۔ چھوڑو اس قصہ کو تمہیں نشانی چاہیئے (انگوٹھی دے کر) لو یہ رہی نشانی !

عابدہ:۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں، یہ تم نے بڑا اچھا اور نیک کام کیا ہے

سعید:۔ صرف تمہاری خاطر سے —— تمہارا دل مجھ سے بہت دکھا ہے میں نہیں چاہتا کہ تم کوئی بات کہو اور میں اسے رد کر دوں!

عابدہ: جانتی ہوں اسی لئے شکریہ ادا کر رہی ہوں !

سعید:۔ اس انگوٹھی کو جسے دکھا دو گی وہ تمہیں صاحب النقمہ کے پاس پہونچا دیگا

عابدہ:۔ ٹھیک ہے اب جاتی ہوں !

سعید:۔ لیکن دربان سے کیا ہو گی؟

عابدہ:۔ انگوٹھی دکھا کر کہونگی کہ میں صاحب النغمہ سے ملنا چاہتی ہوں!

سعید:۔ کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔ اگر صاحب القمہ کا لفظ تمہارے منہ سے نکلا تو زندہ واپس نہ آؤ گی!

عابدہ:۔ کیوں؟ پھر کیا کہوں؟

سعید:۔ کہنا میں سالم سے ملنا چاہتی ہوں! صرف اسی طرح تم اس کے پاس پہنچ سکو گی!

عابدہ:۔ اس کا شکریہ ادا کر کے چلی آئی،!

۶۷

بہن بھائی!

سعید سے رخصت ہو کر عابدہ زہرا کے پاس آئی اُسے سارا ماجرا سنایا اور پھر اس سے رخصت ہو کر صاحب النقمہ یا سالم کے پاس ارباض چلی گئی۔ جب اس مکان میں پہنچی جہاں سالم رہتا تھا تو اس نے دروازہ پر دستک دی، فوراً دروازہ کھلا اور ایک شخص نمودار ہوا۔ اس نے عابدہ کی طرف تعجب کی نظروں سے دیکھا اور کہا:

"مقصد ———— ؟"

یہ کہہ کر وہ خوفناک نظروں سے عابدہ کی طرف گھورنے لگا، عابدہ سہم گئی، اس نے وہ انگوٹھی اس کی طرف بڑھادی، انگوٹھی لے کر وہ سیدھا اندر چلا گیا۔ اور ذرا دیر میں واپس آکر دریافت کیا ———— "کس سے ملنا ہے؟"

عابدہ نے جواب دیا: "سالم سے!"

اس نے دروازہ کھول دیا، اور عابدہ کو لے کر صاحب النقمہ یا سالم کے حضور میں پہنچ گیا!

سالم حسنِ مردانہ کا پیکر بنا بیٹھا تھا، وہ ابھی بالکل نوجوان تھا لیکن اس کلّے ٹھلّے کا نوجوان

تھا، ایسا وقار برستا تھا اس پر ایسا رُعب تھا اس کے چہرے پر کہ اسے دیکھ کر خواہ مخواہ آنکھیں جھک جاتی تھیں، سالم نے عابدہ سے پُوچھا،

"اے نقاب پوش عورت تو کون ہے، اور کیوں آئی ہے؟"

اس نے بندِ نقاب درست کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میں سعید کی فرستادہ ہوں اور آپ کو لینے آئی ہوں!"

سالم یہ سنکر فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہا،

"مجھے تنہا بلایا ہے یا رفقا کے ساتھ؟"

عابدہ نے جواب دیا، "صرف آپ کو"!

سالم اسے لے کر باہر نکلا ایک گھوڑے پر وہ سوار ہوا، دوسرے پر عابدہ اور دونوں روانہ ہوئے، راستہ میں ہوا کے جھونکے سے نقاب الٹ گئی، سالم نے اُسے دیکھتے ہی پہچان لیا: "عابدہ تم؟"

عابدہ نے کہا،

"ہاں میں ہوں ——— کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟"

وہ بولا۔

سالم :۔ میں نے تمہیں اکثر سعید کے ساتھ دیکھا ہے، اور مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ کہ اگر صرف ایک مرتبہ بھی تمہیں دیکھتا تو کبھی نہ بھولتا، ——— تم بھولنے والی چیز کب ہو؟

یہ سن کر عابدہ شرما گئی،

عابدہ :۔ اس قدر دانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں!

سالم :۔ سمجھ میں نہیں آتا، سعید نے اس طرح اور اس وقت مجھے کیوں بلایا ہے؟ کچھ دال میں کالا تو نہیں؟

عابدہ :۔ یہ میں نہیں جانتی، وہیں چل کر معلوم کر لیجئے گا، !

سالم :۔ لیکن اگر چپ رہوں اور باتیں نہ کروں تو راستہ کیونکر کٹے گا؟

عابدہ :۔ میں باتیں کرنے کو تو منع نہیں کرتی! ــــــ کچھ اور باتیں کیجئے!

سالم :۔ وہ مجھے نہیں آتیں! ــــــ بتاؤ کس طرح کی باتیں کروں؟

عابدہ :۔ اچھا آپ چپ رہیئے، میں کرتی ہوں باتیں ــــــ یہ بتایئے آپ کے بہن بھائی ہیں؟"

سالم :۔ (اداس ہوکر) عابدہ یہ تذکرہ نہ چھیڑو، ورنہ میں رو دوں گا، اپنے آنسو نہ ضبط کر سکوں گا!

عابدہ :۔ ارے یہ کیوں؟

سالم :۔ یہ میرے دل کا ناسور ہے،

عابدہ :۔ شاید کوئی جگر خراش واقعہ اس تذکرہ سے وابستہ ہے؟

سالم :۔ ہاں یہی سمجھ لو،!

عابدہ :۔ لیکن غم کی باتیں کرنے سے غم ہلکا ہو جاتا ہے!

سالم :۔ (آہ سرد بھر کر) نہیں عابدہ یہ وہ غم نہیں جو ہلکا ہو یہ غم میری زندگی کے ساتھ جائے گا۔ یہی میری زندگی کا حاصل بھی ہے نہ اسے بھول سکتا ہوں نہ چھوڑ سکتا ہوں، کلیجہ سے لگائے ہوئے ہوں۔

عابدہ :۔ بات کیا ہوئی؟ کچھ کہئے تو؟

سالم :- کچھ نہیں پچھلی باتیں یاد کرنے سے کیا فائدہ ؟" یہ کہتے کہتے اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے!

عابدہ :- آپ کو کسی کی یاد آ رہی ہے ؟

سالم :- ہاں ـــــــ میری بہن یاد آ رہی ہے ، مجھے وہ ہر وقت یاد آتی رہتی ہے، میں اسے کبھی نہیں بھول سکا، کبھی نہیں بھول سکوں گا اُسے، وہ میری زندگی تھی ۔ ! لیکن آہ نہ جانے کہاں ہے ؟ زندہ ہے یا مر گئی ؟ ـــــ ؟

عابدہ :- آپ مایوس کیوں ہوتے ہیں ، زندہ ہو گی !

سالم :- زندہ ہوتی تو ضرور ملتی ۔ وہ بغیر میرے زندہ نہیں رہ سکتی تھی ، وہ تو میں ہی بے غیرت ہوں کہ اس کے بغیر زندہ ہوں ، !

عابدہ :- ایسی یاس انگیز باتیں نہ کیجیے ،

سالم :- میرے پاس اس کے سوا گفتگو کا کوئی اور موضوع نہیں ،

عابدہ :- اچھا میں آپ کو آپ کی بہن سے ملا دوں گی ، اب خوش ہو جائیے !

سالم :- (افسردگی کے ساتھ) عابدہ ہم دل جلوں سے مذاق نہ کرو ، !

عابدہ :- میں مذاق نہیں کرتی وعدہ کرتی ہوں ـــــــ اچھا اس کا نام کیا تھا ؟

سالم :- اس کا نام ؟ ـــــــــ اس کا نام ضیا تھا !

عابدہ :- (کچھ سوچتے ہوئے) بہر حال آپ مایوس نہ ہوں آپ کی بہن ضرور مل جائے گی ۔

سالم :- عابدہ تم پاگلوں کی سی باتیں کر رہی ہو ، ایسا کیسے ہو سکتا ہے ؟

عابدہ :- خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ، اس پر بھروسہ کیجیے ، اسی سے لو لگائیے اسی سے امید نہ کھوئیے !

سالم نے کوئی جواب نہ دیا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں ! ٭

۶۸

یوسفِ گم گشتہ

اب سالم اور عابدہ چپ چاپ چل رہے تھے، عابدہ کی باتوں نے بہن کی یاد اس کے دل میں تازہ کر دی تھی، ایک ایک کر کے تمام باتیں یاد آ رہی تھیں، وہ بچپن کا زمانہ وہ معصوم محبت وہ بکریوں کو لے کر جنگل جانا، وہ کھیلنا، درختوں پر چڑھنا، نالوں اور ندیوں میں اترنا لکڑیاں چننا کھیلتے کھیلتے دور نکل جانا، بہن کا پریشان ہونا، پکارنا، چیخنا چلّانا، پھر بھائی کی تلاش میں نکل جانا، آخر ڈھونڈ ڈھونڈ نکالنا، غصہ کرنا، مارنے کو ہاتھ اٹھانا، پھر بھائی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر مسکرا دینا، گلے لگا لینا، پیار کرنا، اور پھر دونوں کا ہنستے کھیلتے گھر کی طرف روانہ ہونا، جیسے ابھی کچھ ہوا ہی نہیں تھا، پھر گھر پہنچنا، ساتھ ساتھ کھانا کھانا، پھر الاؤ پر آگ تاپنا، اس کے بعد باپ کی جھڑکیاں سننا، اور پھر ماں کی تھپکیوں میں کہانی سنتے سنتے سو جانا!

——— یہ تھی زندگی، یہ تھا زندگی کا نظام، یہ تھا زندگی کا معمول!

لیکن اب وہ زندگی ایک خواب بن چکی تھی، ! — ایک بھولا ہوا خواب —!،

اس کی تلاش میں اس کی یاد میں اس کے خیال میں، اس کے تصور میں زندگی کا ایک

ایک لمحہ صرف ہوا، مگر وہ نہ ملی،!

اور یہ بے وقوف عابدہ کہتی ہے میں تمہیں بہن سے ملادوں گی! گویا مردوں کو زندہ کرسکتی ہے ——— میری بہن تو مرچکی ہے، سعید اس کے مرنے کی تصدیق کرچکا ہے، میں جانتا ہوں، وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ اس نے مجھے کبھی فریب نہیں دیا، بھلا اس کے مقابلہ میں اس الھڑ لڑکی کی باتیں کیا مان سکتا ہوں!

سالم بھی سوچ رہا تھا۔ اور عابدہ بھی خاموش تھی!

یہاں تک کہ یہ لوگ ایک باغ کے احاطہ میں پہنچے، اس احاطہ میں بہت سے گھوڑے ہنہنا رہے تھے، اور ——— اور ایک درخت کے نیچے بیٹھا تھا! مشکیں کسی ہوئی، گردن جھکی ہوئی،! یہ دیکھتے ہی سالم گھوڑے سے اتر پڑا، اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اس نے تیز نظروں سے عابدہ کی طرف دیکھا اور کہا،

"معلوم ہوتا ہے تم دشمن سے ملی ہوئی ورنہ مجھے تنہا نہ لاتیں لیکن کوئی پروا نہیں میں اکیلا ان سب سے لڑوں گا، اور جب تک میری تلوار چلتی رہے گی گردنیں کٹ کٹ کر گرتی رہیں گی!"

یہ کہہ کر وہ گھوڑے سے اترا، زہرا نے اسے عابدہ کے ساتھ آتا دیکھ کر سمجھ لیا تھا، یہی سالم ہے، وہ اگرچہ بچہ سے جوان ہوچکا تھا، لیکن اس کے خدوخال وہی تھے، اس کی رعنائی اور زیبائی وہی تھی اس کی معصومیت اور سادگی وہی تھی ——— یہ وہی ہے میرا سالم، میرا بھائی،!

سالم گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ زہرا بے تابانہ اس کی طرف لپکی اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کلیجہ سے لگالیا۔

"میرا بھیا، میرا سالم،!" اور پھر اس کی پیشانی پر بوسے دینے لگی!

سالم بھونچکا ہو کر دیکھنے لگا، اس کی سمجھ میں نہیں آیا، یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں ؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ عابدہ نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی، اور کہا،

" سالم — یہ ہیں امیر المومنین عبدالرحمٰن الناصر کی محبوبہ گلفام ملکہ زہرا!"

زہرا نے کہا: "نہیں، میں دنیا کے لئے ملکہ ہوں، الناصر کی حرم ہوں قصر زہرا کی مالک ہوں، لیکن سالم کے لئے صرف ضیا ہوں۔!

صورتِ حال سالم کی سمجھ میں آگئی، وہ بھی بہن سے لپٹ گیا، اور " میری بہن کہہ کر رونے لگا، زہرا نے اس کے آنسو پونچھے اور کہا،

" میرے بھیا، اب کیوں روتا ہے، میں تجھے مل گئی، تو مجھے مل گیا، میری زندگی کی سب سے بڑی تمنا پوری ہو گئی!"

سالم کے حواس جب ذرا بجا ہوئے تو اس نے سعید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

" آپ نے سعید کو کیوں گرفتار کیا ہے؟ وہ میرا دوست ہے میرا مرشد ہے، میرا رہنما ہے، اس حالت میں کسی طرح بھی میں اسے نہیں دیکھ سکتا!"

زہرا نے کہا: "یہ دنیا کا سب سے بڑا دغا باز، شیطان اور درندہ ہے تم اسے نہیں جانتے، میں جانتی ہوں، یہ میرا دشمن ہے، تمہارا دشمن ہے، اس نے میری زندگی برباد کی اس نے تمہیں کہیں کا نہ رکھا، مجھ سے چھڑایا، اور امیر المومنین الناصر جیسے فرشتہ صفت فرماں روا کا دشمن بنا دیا،!"

پھر اس نے مختصر طور پر اپنی اور سعید کی اور عابدہ کی ساری کتھا سنا ڈالی، اور پوچھا: "کیا اب بھی تم اپنے دل میں اس کی جگہ پاتے ہو؟"

سالم نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا،

"کاش یہ باتیں مجھے پہلے معلوم ہوگئی ہوتیں تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا، مار ڈالتا، !"

زہرا :- اچھا ہوا تم نے اس کی ناپاک گردن اپنے ہاتھ سے نہیں اتاری، لیکن اطمینان رکھو یہ اپنے کیفر کردار کو ضرور پہنچے گا! ——— اس کا فیصلہ امیر المومنین کریں گے!

اتنے میں سالم سامنے آیا اور اس نے دست بستہ عرض کیا،

"ملکۂ عالم پناہ ——— بہت دیر ہو چکی، دن نکل آیا، میں جب چلا ہوں، آپ کی تلاش میں تو امیر المومنین کی حالت آپ کے فراق میں غیر تھی، اب نہ جانے ان کا کیا عالم ہو، میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ گم شدہ بھائی آپ نے پا لیا، لیکن اب چلئے تاکہ امیر المومنین بھی آپ کی خوشی میں حصّہ لے سکیں، !

زہرا نے عابدہ کا ہاتھ محبت سے اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا،

"بہن عابدہ چلو چلیں ——— زندگی بھر تمہارے اس احسان کو نہیں بھول سکوں گی اگر تم نہ ہوتیں، تو میرا ابو یوسف گم گشتہ کسی طرح مجھے نہیں مل سکتا تھا میں زندگی بھر اس کے فراق میں تڑپتی رہتی، میری زندگی ہر قسم کی نعمت اور دولت کے باوجود سوگ اور ماتم کی زندگی رہتی، کاش اس احسان عظیم کا کچھ بدلہ میں دے سکتی!

عابدہ نے جواب دیا۔

"ایسی باتیں کر کے مجھے شرمندہ نہ کیجئے!

سالم نے بات کاٹ لی اور عابدہ سے کہا،

"آپ کس کس کا شکریہ ادا کریں گی، آپ کو معلوم ہونا چاہیئے، آپ کے ناچیز شکر گذاروں میں یہ خاکسار بھی شامل ہے!

عابدہ مسکرا دی، !

۶۹

محبّت کا کرشمہ!

تھوڑی دیر میں یہ مختصر سا قافلہ قصر زہرا میں پہنچ گیا، الناصر، بے تابی اور بیقراری کے عالم میں ٹہل رہا تھا، ساہر کو دیکھتے ہی وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھا،

"کیا خبر لائے ؟"

ساہر:- امیر المومنین، الحمد للہ کہ وہ خیریت کے ساتھ تشریف لے آئیں !"

الناصر:- لیکن وہ گئی کہاں تھیں ؟

ساہر ابھی کوئی جواب نہ دے پایا تھا کہ زہرا آئی، اس نے آتے ہی الناصر کے ہاتھ پر بوسہ دیا، ساہر زہرا کو آتا دیکھ کر فوراً واپس چلا گیا، امیر المومنین نے اس سے پوچھا

الناصر:- زہرا تم کہاں چلی گئی تھیں ؟

زہرا:- امیر المومنین، کنیز اپنے بھائی کی تلاش میں گئی تھی !

الناصر:- تمہارا بھائی ؟ —— تم نے تو ہم سے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا !

زہرا:- کنیز اس کی زندگی سے مایوس ہو چکی تھی لیکن معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہے پھر میں

اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکی!

الناصر:- تو اسے بلا لیا ہوتا، تم جس کسی کو بھیجتیں، وہ جاتا اور اسے لا کر رہتا، اگرچہ وہ دیوارِ چین کے اس پار ہی کیوں نہ ہوتا!

زہرا:- بجا ارشاد ہوا لیکن میں ڈرتی تھی کہیں آپ اسے مستحقِ تعزیر و عتاب نہ سمجھیں!

الناصر:- اگر ایسا ہوتا تھا، تو تم اسے معاف کر دینے کا حق رکھتی تھیں، کیا تمہاری بات رد کی جا سکتی ہے؟

زہرا:- خواہ وہ کتنا ہی بڑا باغی اور گنہگار کیوں نہ ہوتا!

الناصر:- ہاں ——— اگرچہ وہ صاحب النقمہ ہی کیوں نہ ہوتا!

زہرا:- امیر المومنین میرا بھائی وہی ہے!

یہ سن کر امیر المومنین حیرت و استعجاب کے عالم میں زہرا کی طرف دیکھنے لگے، اور پھر زہرا نے اپنی ساری داستان از اوّل تا آخر سنادی، الناصر زہرا کی داستان سنتا جاتا تھا اور اس مختلف اور متضاد کیفیتیں طاری ہو رہی تھیں۔ جب سعید کا نام آیا تو ان کا چہرہ یک بیک غصّہ سے سرخ ہو گیا۔ انھوں نے ایک تاثر کے عالم میں فرمایا۔

"ہمیں تمہاری ان تکلیفوں کا حال معلوم کر کے بہت دکھ ہوا، اب ہم سمجھے کہ تم کھوئی کھوئی سی کیوں رہتی تھیں، عیش و کامرانی کی زندگی بھی تمہیں حقیقی اور اصلی مسرت سے کیوں بہرہ ور نہ کر سکی ——— شکر ہے تم نے سچی مسرت پالی، ہم نے سالم کو معاف کیا اسے ہمارے حضور میں پیش کرو!"

زہرا فوراً باہر گئی اور سالم کو اپنے ساتھ لے آئی، سالم، وقار، اور شان اور بے خوفی کے ساتھ اندر داخل ہوا، اس نے الناصر کے ہاتھوں کو بوسہ دیا، اور ادب سے گردن جھکا کر

ایک طرف کھڑا ہو گیا،

الناصر نے ایک نظر سالم کو دیکھا اور کہا۔

"ہم تمہاری خطائیں معاف کر چکے ہیں، لیکن بتاؤ۔ آخر تم ہمارے دشمن کیوں تھے؟ ہم نے کون سی ایسی خطا کی تھی، جس پر تم ہماری جان کے گاہک ہو گئے، اسلام کی سربلندی کے لئے ہم نے اپنی جان کی بازی لگائی، سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا، ہم نے پھر سے اسے مجتمع کیا اسلام کے دشمنوں نے جب سر اٹھایا، ہم نے انھیں کچل کر رکھ دیا، اسلام کے جاہ و تجمل کو بغداد نے ختم کر دیا تھا، ہم نے اسے پھر سے رونق بخشی، وہ عیسائی بادشاہ اور شہنشاہ جو دنیا میں کسی کو خاطر میں نہیں لاتے، ہم سے جھک کر ملتے ہیں، ہم سے سفارتی تعلقات قائم کرنا باعثِ فخر سمجھتے ہیں ہمیں تحفے بھیجتے ہیں، ہماری خوشامد میں لگے رہتے ہیں، کیا یہی وہ خطا ہے جس نے تمہیں ہمارا دشمن بنا دیا تھا؟"

خلیفہ کی آواز غصہ کے باعث تھرا رہی تھی، اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے زہرا سہم گئی، کہیں بھائی پر آفت نہ آجائے، اس نے کہا،

"کیا امیر المومنین میرے بھائی کو معاف نہیں کر چکے ہیں؟"

سالم نے بہ ادب عرض کیا،

یہ سب کچھ سعید کی افترا پردازیوں اور خباثتوں کا نتیجہ تھا، اس نے مجھے دھوکا دیا مجھ سے جھوٹ بولا، مجھے فریب میں مبتلا رکھا، مجھ سے حقائق چھپائے اور جھوٹ کو سچ بنا کر میرے سامنے پیش کرتا رہا، میں بھی آدمی تھا، آگیا اس کے دھوکے میں!

امیر المومنین کی آواز گونجی،

"سعید کو ہمارے حضور میں پیش کرو!"

فوراً سعید حاضر کیا گیا، الناصر نے اسے گھور کر دیکھا اور کہا،

"کیا تو سعید ہے ——— ہمارا دوست، مشیر، راز دار، ہمدم
تمدعلیہ نجومی ؟"

سعید نے کوئی جواب نہیں دیا، الناصر نے کہا،

"ہم نے تجھے عزت دی، تیرا اعزاز کیا، تیری منزلت بڑھائی، تجھے دوسروں پر
یح دی، تیرے کہنے سے اپنے چہیتے بیٹے، اپنے وفادار غلام اور معتمد فقیہ کو موت کے
ٹ اُتار دیا، اور تو نے یہ کیا کہ زہرا پر بُری نظر ڈالی، اسے اغوا کیا، اور اس کی اور
ری زندگی برباد کر ڈالنے کا پروگرام بنایا ——— کیا انسانیت اور
فت کا تقاضہ یہی تھا! ؟

سعید بے پروائی اور بے خوفی کے ساتھ الناصر کی باتیں سُن رہا تھا، اس نے کہا،

"میں اس عقل کا مالک ہوں جو ہر مشکل کو حل کر سکتی ہے، میرے پاس وہ ذہانت ہے،
ناہوں اور شہریاروں کا تخت چھین سکتی ہے، میرے قبضہ میں وہ فکر مآل اندیش اور تدبّر
ہے جو کبھی پٹ نہیں پڑتا، میں ایسی رائے صائب رکھتا ہوں، جو طوفانوں کو روک
تی ہے، پہاڑوں میں جنبش پیدا کر سکتی ہے میں آج تک کبھی ناکام نہیں ہوا، میری
ئی تدبیر رائگاں نہیں ہوئی میں نے کبھی ہار نہیں مانی، لیکن آج اعتراف کرتا ہوں،
یں ہر چیز پر غالب آیا، لیکن محبت مجھ پر غالب آگئی: اگر اس پر بھی غالب آسکتا تو
تِ خلافت میرے قبضہ میں ہوتا، اور آپ گوشۂ قبر میں غفلت کی نیند سو رہے ہوتے
——— میں نے زہرا سے محبت کی، لیکن اس کی محبت نہ حاصل کر سکا،
کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ نے اس کی محبت حاصل کر لی، واقعی وہ آپ سے سچی

اور کھری محبت کرتی ہے! ــــــــــ میں نے آپ سے کہا تھا کہ میں محبت کے سوا کسی سے مغلوب نہ ہوا۔ اور مجھ جیسا آدمی مغلوب ہونے کے بعد زندہ نہیں رہتا، لہٰذا میں بڑی خوشی اور بڑے اطمینان سے خودکشی کرتا ہوں!

یہ کہہ کر سعید نے جیب سے ایک پڑیا نکالی اور اُسے پھانک گیا،

فوراً ہی سعید کے پیٹ میں اینٹھ اور مروڑ پیدا ہوئی، وہ آہ کر کے گرا۔ اور ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ فوراً شاہی طبیب طلب کیا گیا، اس نے نبض دیکھی، دل کا معائنہ کیا، آنکھوں کے پپوٹے اٹھائے اور جھانک کر زندگی کی رمق معلوم کرنی چاہی لیکن وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔!

اگرچہ سعید سے کسی کو ہمدردی نہیں تھی، لیکن اس حادثہ نے سب پر سکتہ کی سی کیفیت طاری کردی،!

۷۰

انجام!

سعید کی موت کا کسی کو غم نہ ہوا، کوئی آنکھ بھی جو اس پر آنسو بہاتی، اس کے سیاہ موں نے ہر دل کو اس سے متنفر کر دیا تھا، جب کبھی اس کا ذکر ہوتا لوگ حقارت لعنت کے ساتھ اسے یاد کرتے،

چند روز بعد امیر المومنین عبد الرحمٰن الناصر نے ایک دربار خاص منعقد کیا، اس میں زہرا ،، سالم، ساہر اور دوسرے مقربین بارگاہ بھی موجود تھے، خلیفہ نے ساہر کو محل کے تمام سراؤں غلاموں، خادموں اور لونڈیوں کا سردار بنا دیا، زہرا سے کہا۔

"تم نے جس وفاداری اور سچی محبت کا ثبوت دیا ہے اس نے ہماری نظر میں تمہاری ن بہت زیادہ بڑھا دی ہے، پہلے بھی ہم تم سے محبت کرتے تھے، لیکن اب ہماری محبت سے ہی کچھ اور ہے، جب یہ معلوم ہو جائے کہ محبوب بھی محبت کرنے والے پر دل و جان ، فدا ہے تو اس کی محبت عشق اور جنون کی حد سے آگے بڑھ جاتی ہے، یہی کیفیت وقت ہم اپنے اندر محسوس کر رہے ہیں، ہم تمہیں انعام دینا چاہتے ہیں۔ لیکن سمجھ میں

نہیں آتا، کیا دیں؟ بڑی سے بڑی اور قیمتی سے قیمتی چیز ذہن میں آتی ہے، لیکن جب تمہارے کارناموں سے اس کا موازنہ کرتے ہیں تو وہ حقیر اور بے مایہ نظر آنے لگتی ہے۔

بتاؤ زہرا ہم تمہیں کیا دیں؟

"وہ شرماتی اور لجاتی ہوئی بولی امیر المومنین کنیز کے لئے یہ اعزاز کافی ہے کہ آپ اس کے بارے میں اتنی بلند اور ایسی اچھی رائے رکھتے ہیں!" — امیر المومنین نے فرمایا۔

"اچھا اپنے لئے نہیں تو عابدہ کے لئے کوئی انعام تجویز کرو، اس کی صداقت اور وفاداری نے بھی ہمارے دل پر ایک نہ مٹنے والا نقش قائم کر دیا ہے!

زہرا نے عرض کیا،

"بے شک ——— اور یہی کیفیت کنیز کی بھی ہے، لیکن اب عابدہ کا ذکر آیا ہے تو میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتی ہوں کہ سب سے پہلے مجھے منہ مانگا انعام ملنا چاہیئے!

الناصر:- (مسرت کے ساتھ) شوق سے، مانگو کیا مانگتی ہو؟

زہرا:- لیکن وعدہ کیجئے، جو مانگوں گی وہ پاؤں گی؟

الناصر:- ہاں ہم وعدہ کرتے ہیں اور تم جانتی ہو ہمارا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا،

زہرا:- امیر المومنین میں عابدہ کو مانگتی ہوں، اس سے اچھا انعام میں کوئی اور طلب نہیں کر سکتی

الناصر:- (حیرت سے) عابدہ کو انعام میں مانگتی ہو؟ لیکن وہ تمہارے سوا ہے کس کی؟

زہرا:- وہ اس وقت تک میری نہیں ہو سکتی، جب تک آپ اسے باقاعدہ مجھے نہ بخش دیں ——!

الناصر:۔ اگر تمہیں اس پر اصرار ہے تو ہم تم کو اسے بخش تے ہیں۔ لیکن تم اسے لے کر کرو گی کیا ؟

زہرہ :۔ اسے اپنی بہو بناؤں گی، اپنے بھائی سالم کے ساتھ اس کی شادی کردوں گی !

الناصر:۔ (خوش ہوکر) تمہاری یہ تجویز ہمیں دل سے پسند آئی (سالم سے) کیوں سالم تمہیں اس تجویز پر اعتراض تو نہیں ؟

سالم :۔ امیرالمومنین یا ملکہ زہرا کی کوئی تجویز ایسی بھی ہوسکتی ہے جو مسترد کی جاسکے ؟

الناصر:۔ لیکن ہم عابدہ کی رائے بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں،

عابدہ نے شرم سے گردن جھکالی، اس کی گردن جھکی ہوئی تھی، آنکھیں جھکی ہوئی تھیں۔ لیکن ہونٹوں پر خفیف سے تبسم کا اثر تھا، جو بتا رہا تھا کہ اس تجویز سے وہ بہت خوش ہے ! ❊

ختم شد

مسلمان خواتین کی شہرۂ آفاق کتاب جس کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے

بہشتی زیور مکمّل (گیارہ حصص)

مصنف:۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی

اس شہرۂ آفاق کتاب کی مقبولیت کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں شا
ہو کر ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہے۔ حضرت مولانا نے تمام ضروری اور روزمرّہ کے مسائل کو عام فہم زبا
میں یکجا کر کے "دریا در کوزہ" کا ثبوت دیا ہے۔ یہ کتاب گیارہ حصّوں میں منقسم ہے۔

پہلا حصّہ۔ اس میں عورتوں کے مسائل پاکیزگی، تعلیم و تربیت، کفر و شرک، ایمان و عقاید درج ہیں۔

دوسرا " اس میں حیض و نفاس، طہارت، وضو، غسل، طریق نماز وغیرہ کے مسائل کا بیان ہے۔

تیسرا " اس میں روزہ، زکوٰۃ، قربانی، حلال و حرام اور دوسرے مسائل کا ذکر ہے۔

چوتھا " اس میں پردہ، نکاح، طلاق، عدت، نکاح ثانی وغیرہ کے مسائل بیان کیے ہیں۔

پانچواں " اس میں لباس، زیور، شوہر کے حقوق، خرید و فروخت، رہن و بیع وغیرہ کے مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

چھٹا " اس میں فضول و قبیح رسوم کی ممانعت، اسلامی رسوم اور بچوں کی بسم اللہ، ختنہ اور شادی کا بیان ہے۔

ساتواں " اس میں آداب و اخلاق، شفقت و رحمت، ماں باپ کی خدمت اور پیری مریدی کے حقوق کی تعلیم ہے۔

آٹھواں " اس میں مقدس پیغمبروں کی مقدس بیویوں کے پاکیزہ حالات اور دوسرے بزرگوں کی نصیحتیں بیان کی گئی ہیں۔

نواں " اس میں عورتوں کے امراض کی وجوہ اور ان کے علاج وغیرہ کا ذکر ہے۔

دسواں " اس میں گھر کا کاروبار، ہاتھ کے ہنر اور حساب لکھنے کا طریق وغیرہ درج ہے۔

گیارھواں " یعنی بہشتی گوہر۔ اس میں اسلام کے جملہ ارکان اور دوسرے مذہبی مسائل شرح و بسط سے درج کیے گئے ہیں۔

ہم نے اس کتاب کو نہایت محنت سے تصحیح کرا کر خوبصورت طریقہ پر شائع کیا ہے۔

قیمت کامل مجلد، مجلد ۱۶/ دار خورد روپے

نئے اسلامی ناول

۱۔ داستانِ مجاہد	نسیم حجازی	چار روپے
۲۔ محمد بن قاسم	" "	پانچ روپے
۳۔ آخری چٹان	" "	چھ روپے
۴۔ یوسف بن تاشفین	" "	چھ روپے
۵۔ شاہین		چھ روپے آٹھ آنے
۶۔ حق و باطل	رئیس احمد جعفری	پانچ روپے
۷۔ سالم آبان	3/-/- صادق سردھنوی	دو روپے آٹھ آنے
۸۔ فتح یرموک	" "	تین روپے
۹۔ شمع ایک پروانے دو	مسلم نظامی	دو روپے
۱۰۔ عشقِ جہانگیر	خواجہ محمد شفیع	تین روپے
۱۱۔ دوشیزۂ مصر	اشرف بھوپالی	دو روپے آٹھ آنے
۱۲۔ سندھ کی راجکماری (کامل)	مولانا مظہر الدین	سات روپے
۱۳۔ شیر دل خاتون (کامل)	" "	چھ روپے آٹھ آنے
۱۴۔ حسینۂ کابل	" "	دو روپے آٹھ آنے
۱۵۔ بغداد کی حسینہ	عبدالحلیم شرر	تین روپے آٹھ آنے
۔ شمع	5/-/- اے آر خاتون	چار روپے